معاف کردو، بلکہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دو اسی طرح عدل کا حکم تو فرض واجب کے درجہ میں ہوا اور احسان کا حکم نفلی اور تبرع کے طور پر ہوا۔'' (معارف القرآن، ج۵،ص ۳۹۱)۔ عدل سے بھی معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے لیکن احسان سے مزید خوشگواری اور اپنائیت کے جذبات نشوونما پاتے ہیں۔

ہر چیز میں احسان کا حکم: اسلام میں ہر چیز میں احسان یعنی حسن وخوبی کے ساتھ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرانِ مجید میں سورہ النحل کی آیت 90 آپ نے پڑھ لی اب صحیح مسلم کی یہ حدیث مبارک دیکھیے، فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہٗ (مسلم) ''اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے سلسلے میں 'احسان' تم پر فرض کیا ہے، تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور اپنی چھری تیز کرو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔''

احسان کا بدلہ احسان: قرآنِ مجید میں فرمایا: ﴿ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴾ (55/الرحمٰن:60) ''احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔'' اس آیت میں پہلے احسان سے مراد ہے حسنِ عبادت اور حسنِ معاملات اور دوسرے احسان سے مراد ہے اس کا صلہ یعنی جنت اور اس کی نعمتیں حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے اس آیت کا ترجمہ نہایت خوب صورت انداز سے کیا ہے فرماتے ہیں: ''بھلا کمال اطاعت کا بدلہ بجز کمال عنایت کے کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔''

مُحْسِنٌ ج: مُحْسِنُوْنَ۔ اسم الفاعل ہے۔ درجۂ احسان پر کام کرنے والا یعنی ہر عمل کو اچھے اور بہترین طریقے سے کرنے والا۔ پورے خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا، جیسے حدیث مبارک میں احسان کی تعریف کی گئی ہے۔ نیکیاں کرنے والا۔ لوگوں سے حسن سلوک کرنے والا۔ ﴿بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ فَلَہٗٓ اَجْرُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ﴾ (2/البقرۃ:112) ''کیوں نہیں جس نے تابع کر دیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیک کام کرنے والا ہے تو اس کے لیے ہے ثواب اس کا اپنے رب کے پاس۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (2/البقرہ:195) ''بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

مُحْسِنَۃٌ ج: مُحْسِنَاتٌ۔ مُحْسِنٌ کی مؤنث۔ درجہ احسان پر کام کرنے والی۔ ﴿فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ (33/الاحزاب:29) ''تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم۔''

اَحْسِنْ ج: اَحْسِنُوْا۔ فعل امر ہے۔ تو احسان کر۔ ﴿وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ﴾ (28/القصص:77) ''اور احسان کیا کر (غریبوں پر) جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان فرمایا ہے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔ ﴿وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (2/البقرۃ:195) ''اور سلوک و احسان کرو، بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

ترکیب

'وَ' حرف عطف ہے اور اِذْ ظرف زمان ہے اور اس سے پہلے اُذْکُرُوْا محذوف ہے۔ قُلْنَا ماضی میں جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اُدْخُلُوْا فعل امر کا جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ یہ فعل لازم ہے اس لیے اس کا مفعول نہیں آئے گا۔ چنانچہ آگے مرکب اشاری ھٰذِہِ الْقَرْیَۃَ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب

ہے۔ فَكُلُوْا میں 'ف' عطف کا ہے اور كُلُوْا، اُدْخُلُوْا پر عطف ہے۔ مِنْهَا، جار مجرور متعلق فعل ہیں۔ 'ھا' ضمیر اَلْقَرْيَةَ کے لیے ہے۔ حَيْثُ ظرف مکان ہے۔ شِئْتُمْ، ماضی میں جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ رَغَدًا، یہاں محذوف مفعول مطلق اَكْلًا کی صفت ہے یعنی یہ جملہ یوں ہے فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ اَكْلًا رَغَدًا۔ رَغَدًا کو كُلُوْا کی ضمیر فاعلی کا حال بھی مانا گیا ہے۔ آگے 'وَ' عطف کا ہے اور اُدْخُلُوْا فعل امر کا صیغہ ہے۔ اَلْبَابَ، ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور سُجَّدًا، اُدْخُلُوْا کی ضمیر فاعلی کا حال ہے۔ وَقُوْلُوْا میں 'وَ' عطف کا ہے اور قُوْلُوْا فعل امر کا صیغہ ہے۔ حِطَّةٌ، اگر قُوْلُوْا کا مفعول ہوتا تو حالت نصب میں حِطَّةً آتا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ مفعول نہیں ہے۔ یہاں حِطَّةٌ محذوف مبتدا کی خبر ہے اس لیے حالت رفع میں ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے وَقُوْلُوْا دُعَاءُنَا حِطَّةٌ۔ اَیْ: حُطَّ عَنَّا ذُنُوْبَنَا۔ آگے نَغْفِرْ فعل امر قُوْلُوْا کا جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوا ہے۔ لَكُمْ متعلق فعل ہے اور خَطٰيٰكُمْ مفعول ہے۔ وَسَنَزِيْدُ میں 'وَ' استئنافیہ ہے 'س' مستقبل کے لیے ہے، نَزِيْدُ جمع متکلم کا صیغہ ہے اور اَلْمُحْسِنِيْنَ اس کا مفعول ہے۔

ترجمہ
البقرۃ:58

وَاِذْ قُلْنَا	ادْخُلُوْا	هٰذِهِ الْقَرْيَةَ	فَكُلُوْا	مِنْهَا
اور (یاد کرو) جب ہم نے کہا	تم داخل ہو	اس بستی میں	اور تم کھاؤ	اس میں سے

حَيْثُ	شِئْتُمْ	رَغَدًا	وَّادْخُلُوا	الْبَابَ
جہاں سے	تم چاہو	جی بھر کے	اور تم داخل ہو	دروازے میں

سُجَّدًا	وَّقُوْلُوْا	حِطَّةٌ	نَّغْفِرْ	لَكُمْ
سجدہ کرنے والوں کی حالت میں	اور کہو	معافی ہو	تو ہم بخش دیں گے	تمہارے لیے

خَطٰيٰكُمْ ط	وَسَنَزِيْدُ	الْمُحْسِنِيْنَ ۝٥٨
تمہاری خطاؤں کو	اور ہم زیادہ دیں گے	نیکی کرنے والوں کو

آیت:59

﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝٥٩ ع ﴾

ب د ل

(ن) بَدْلًا: بدلنا۔ بدلے میں لینا۔

بَدَلٌ: اسم ذات ہے۔ بدلے میں ملی ہوئی چیز۔ بدل۔ بدلہ۔ ﴿ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝٥٠ ﴾ (18/الکہف:50) ''بہت برا ہے ظالموں کے لیے بدلہ۔''

(افعال) اِبْدَالًا: کسی چیز کی جگہ دوسری چیز رکھنا۔ بدل دینا۔ بدلے میں دینا۔ ﴿ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ ﴾ (68/القلم:32) ''امید ہے ہمارے رب سے کہ وہ بدلے میں دے ہم کو اس سے بہتر۔''

(تفعیل) تَبْدِيْلًا: کسی چیز کی جگہ دوسری چیز رکھنا۔ بدل دینا یا بدلے میں دینا (تدریجاً)۔ تبدیل کرنا۔ ﴿ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ ﴾ (7/الاعراف:95) ''پھر ہم نے رفتہ رفتہ تبدیل کیا برائی کی جگہ کو بھلائی سے۔''

مُبَدِّلٌ — اسم الفاعل ہے۔ تبدیل کرنے والا۔ ﴿وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ﴾ (6/الانعام:34) ''اور کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے اللہ کے فرمانوں کو۔''

بَدِّلْ — فعل امر ہے۔ تو بدل۔ تو تبدیل کر۔ ﴿قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ﴾ (10/یونس:15) ''کہتے ہیں وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملاقات کی لے آ کوئی قرآن اس کے سوا یا اس کو بدل ڈال۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

(تفعّل) تَبَدُّلًا — کسی چیز کی جگہ دوسری چیز رکھنا۔ کسی چیز کی جگہ دوسری چیز لینا۔ بدلنا۔ ﴿وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝﴾ (2/البقرۃ:108) ''اور جو بدل لیتا ہے کفر کو ایمان سے تو وہ بھٹک گیا سیدھی راہ سے۔''

(استفعال) اِسْتِبْدَالًا — کسی چیز کی جگہ دوسری چیز طلب کرنا۔ تبدیلی چاہنا۔ ﴿اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۭ﴾ (2/البقرۃ:61) ''کیا تم لوگ وہ چاہتے ہو جو گھٹیا ہے اس کے بدلے میں جو بہتر ہے۔''

ظ ل م: البقرۃ آیت 17 دیکھیں۔ ق و ل: البقرۃ آیت 8 دیکھیں۔ غَيْرُ: الفاتحہ آیت 7 دیکھیں۔
ن ز ل: البقرۃ آیت 4 دیکھیں۔

ر ج ز

(ن) رَجْزًا — (۱) کسی چیز کا خوب ہلنا۔ کپکپانا۔ جب کمزوری کی وجہ سے چلتے وقت اونٹ کی ٹانگیں کپکپانے لگیں اور وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے لگے تو عرب کہتے ہیں رَجَزَ الْبَعِيْرُ۔ (۲) رجزیہ اشعار (یعنی جنگی اشعار) پڑھنا۔

رِجْزٌ اور رُجْزٌ — اسم ذات ہے۔ (۱) عذاب، جو جسم پر کپکپی طاری کر دے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ فرماتے ہیں: ''رِجْزٌ عام ہے۔ ہر عذاب کے لیے خواہ وہ کسی صورت میں ہو'' اور بعض بزرگوں کے مطابق ایسا عذاب جو اپنی شدت کے باعث لرزہ خیز ہو اور اس کے جھٹکے شدید اور لگاتار ہوں۔ (۲) گندگی۔ نجاست۔ بت۔ ﴿اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ (29/العنکبوت:34) ''بے شک ہم نازل کرنے والے ہیں اس بستی کے لوگوں پر ایک عذاب آسمان سے۔'' ﴿وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ﴾ (8/الانفال:11) ''اور تاکہ وہ لے جائے تم سے شیطان کی گندگی کو۔'' ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝﴾ (74/المدثر:5) ''اور گندگی سے دور رہ۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔ ''اور بتوں سے الگ رہیے۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔

س م و: آیت بسم اللہ دیکھیں۔ ف س ق: البقرۃ آیت 26 دیکھیں۔

ترکیب

'فَ' استئنافیہ ہے۔ بَدَّلَ فعل۔ اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اسم موصول اور صلہ مل کر اس کا فاعل اور قَوْلًا مفعول بہٖ ہے۔ جملہ غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ، قَوْلًا کی صفت ہے۔ اسی لیے غَيْرَ حالت نصب میں ہے اور مضاف ہے۔ اَلَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ، اسم موصول اور صلہ مل کر مضاف الیہ ہیں۔ قِيْلَ، ماضی مجہول کا صیغہ ہے اور اس کا نائب الفاعل اس میں شامل ضمیر 'هُوَ' ہے اور اس سے مراد وہ بات ہے جس کے کرنے کا ان کو حکم دیا گیا تھا یعنی وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ۔ لَهُمْ متعلق فعل ہے۔ فَاَنْزَلْنَا میں 'فَ' عطف کا ہے۔ اَنْزَلْنَا فعل، رِجْزًا مفعول اور عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا متعلق فعل ہے۔ مِنَ السَّمَآءِ، رِجْزًا کی صفت ہے۔ رِجْزًا کی تنوین عذاب کی شدت کے اظہار کے لیے ہے۔ بِمَا میں 'بِ' سببیہ ہے اور 'مَا' یہاں مصدریہ ہے جس نے بعد والے جملے میں مصدری معنی پیدا کر دیے ہیں۔ كَانُوْا، فعل ناقص ہے اور اس کا اسم اس میں شامل ضمیر 'هُمْ' ہے اور آگے جملہ فعلیہ يَفْسُقُوْنَ اس کی خبر ہے۔ یہ بھی یاد کر لیجیے

کہ کَانَ جب مضارع پہ داخل ہوتو اس سے دوام اور استمرار کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ 'ما' مصدریہ سے اب اس سارے جملے کی ترکیب ہو جائے گی بِسَبَبِ فِسْقِهِمُ الْمُسْتَمِرِّ۔ یعنی ان کی مسلسل نافرمانی کرنے کی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب نازل کیا گیا۔ اور یہ بھی نوٹ کر لیجئے کہ آیت میں اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کی تکرار، ان ظالموں کے ظلم کو نمایاں کرنے کے لیے ہے۔ (واللہ اعلم)۔

ترجمہ	فَبَدَّلَ	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	قَوْلًا	غَيْرَ الَّذِىْ
البقرۃ:59	تو بدل ڈالا	ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا	بات کو	اس کے علاوہ جو

قِيْلَ لَهُمْ	فَاَنْزَلْنَا	عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	رِجْزًا
کہی گئی تھی ان سے	تو ہم نے نازل کیا	ان پر جنہوں نے ظلم کیا	ایک عذاب

مِّنَ السَّمَآءِ	بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٥٩﴾
آسمان سے	اُن کی مسلسل نافرمانی کرنے کی وجہ سے

نوٹ:1 ''تبدیلی یہ کی کہ بجائے حطۃ براہ تمسخر حنطۃ کہنے لگے (یعنی گیہوں) اور سجدہ کی جگہ اپنے سرینوں پر پھسلنا شروع کیا جب شہر میں پہنچے تو اُن پر طاعون پڑا، دو پہر میں ستر ہزار یہود مر گئے۔'' (تفسیر عثمانیؒ ص ۱۲)

نوٹ:2 اس آیت مبارکہ کے تحت اگر معارف القرآن سے ''کلام میں لفظی تغیر و تبدّل کا حکم شرعی'' پڑھ لیا جائے تو ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

آیت:60

﴿وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿٦٠﴾﴾

اِذْ: البقرۃ آیت 30 دیکھیں۔

س ق ی

(ض) سَقْيًا اور سِقَايَةً کسی کو پلانا۔ سیراب کرنا۔ ﴿وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿٢١﴾﴾ (76/الدھر:21) ''اور پلائے گا ان کو ان کا رب انتہائی پاکیزہ شراب۔'' ﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (9/البقرۃ:19) ''کیا تم نے کر دیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

سُقْيَا مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) مصدر ہے بمعنی کسی کو پلانا۔ (۲) مصدر ہے بمعنی پانی پینا۔ (۳) اسم ذات ہے بمعنی پانی پینے کی باری۔ ﴿فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿١٣﴾﴾ (91/الشمس:13) ''اور ان لوگوں سے اللہ کے رسول نے کہا کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔ ''پھر کہا اُن کو اللہ کے رسول نے خبردار رہو اللہ کی اونٹنی سے اور اس کی پانی پینے کی باری سے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

سِقَایَۃٌ مصدر کے علاوہ اسم ذات بھی ہے اور مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔(۱) پانی پلانے کی جگہ۔(۲) پانی پینے کا برتن۔ پیالہ۔(۳) پانی جمع کرنے کی جگہ۔حوض۔﴿ جَعَلَ السِّقَایَۃَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْہِ ﴾(12/یوسف:70)''اس نے رکھا پانی کے پیالے کو اپنے بھائی کے تھیلے میں۔''

(افعال) اِسْقَاءٌ کسی کو پینے کے لیے دینا۔﴿ نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا ﴾(16/النحل:66)''ہم پینے کے لیے دیتے ہیں تم کو اس میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہے، گوبر اور خون کے بیچ میں سے خالص دودھ۔''

(استفعال) اِسْتِسْقَاءٌ کسی سے پانی طلب کرنا۔ پینے کے لیے مانگنا۔﴿ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ اسْتَسْقٰہُ قَوْمُہٗٓ ﴾(7/الاعراف:160) ''اور ہم نے وحی کی حضرت موسیٰؑ کی طرف جب پینے کے لیے مانگا اس سے اس کی قوم نے۔'' اور آیت زیر مطالعہ۔

ق و م: الفاتحہ آیت 5 دیکھیں۔ ق و ل: البقرۃ آیت 8 دیکھیں۔ ض ر ب: البقرۃ آیت 26 دیکھیں۔

ع ص و

(ن) عَصْوًا کسی کو لاٹھی سے مارنا۔

عَصًا تثنیہ: عَصَوَانِ۔ ج: عِصِیٌّ۔ اسم ذات ہے۔ لاٹھی۔﴿ قَالَ ھِیَ عَصَایَ ﴾(20/طٰہٰ:18)''انہوں نے کہا یہ میری لاٹھی ہے۔'' ﴿ فَاَلْقَوْا حِبَالَھُمْ وَعِصِیَّھُمْ ﴾(26/الشعراء:44)''تو ان لوگوں نے ڈالیں اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں۔''

ح ج ر: البقرۃ آیت 24 دیکھیں۔

ف ج ر

(ن) (ا) فَجْرًا کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا۔ کسی چیز کو پھاڑ کر پانی بہانا۔ پانی کے بہاؤ کے لیے راستہ چیرنا۔﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا ۙ﴾(17/بنی اسرائیل:90)''اور انہوں نے کہا ہم ہرگز نہ مانیں گے تیری بات یہاں تک کہ تو پھاڑ کر بہا دے ہمارے لیے زمین سے ایک چشمہ۔''

فَجْرٌ اصل میں مصدر ہے لیکن بطور ظرف بھی استعمال ہوتا ہے۔ فجر کا وقت۔ صبح۔ فجر کو فجر اس لیے کہتے ہیں کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔﴿ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ﴾(17/بنی اسرائیل:78)''آپؐ نماز قائم کیجئے سورج ڈھلنے (کے بعد) سے لے کر رات کا اندھیرا ہونے تک اور (قائم کیجئے) فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا بھی (یعنی فجر کی نماز)۔''

(ب) فُجُوْرًا اس کا لغوی معنی ہے سوار کا زین سے ایک طرف جھک جانا۔ پھر یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑ کر اپنی مرضی کرنا، حق سے روگردانی کرنا، نافرمانی کرنا اور جھوٹ بولنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔﴿ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ ۚ﴾(75/القیامہ:5)''بلکہ انسان چاہتا ہے کہ وہ نافرمانی کرے اپنے آگے بھی یعنی آئندہ بھی۔''

فُجُوْرٌ اسم ذات بھی ہے۔ نافرمانی۔ برائی۔ ﴿ وَنَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ۝۸ ﴾ (91/الشمس:7-8) ''قسم ہے نفس کی اور اس کو درست کرنے والے کی۔ پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور اس کی پارسائی کو۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)

فَاجِرٌ ج: فَاجِرُوْنَ، فُجَّارٌ اور فَجَرَۃٌ۔ فُجُوْرٌ سے اسم الفاعل ہے۔ نافرمانی کرنے والا، دین کا پردہ پھاڑنے والا، علانیہ گناہ کرنے والا، جھوٹا۔ ﴿ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝۲۷ ﴾ (71/نوح:27) ''اور وہ لوگ (اولاد) نہیں جنیں گے مگر نافرمان ناشکری۔'' ﴿ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝۲۸ ﴾ (38/ص:28) ''یا ہم بنادیں گے پرہیزگاروں کو نافرمانوں جیسا۔'' ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝۴۲ ﴾ (80/عبس:42) ''وہ یہی کافر بدکردار لوگ ہوں گے۔''

(تفعیل) **تَفْجِيْرًا** پھاڑنا۔ پھاڑ کر بہانا (اس میں تسلسل کا مفہوم ہوتا ہے)۔ ﴿ وَفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝۳۴ ﴾ (36/یٰسٓ:34) ''اور ہم نے جاری کیے اس میں چشمے۔''

(تفعّل) **تَفَجُّرًا** پھوٹ بہنا۔ (کوشش اور تکلّف سے)۔ ﴿ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ﴾ (2/البقرۃ:74) ''اور بے شک پتھروں میں وہ بھی ہیں جن سے پھوٹ بہتی ہیں نہریں۔''

(انفعال) **اِنْفِجَارًا** پھوٹ بہنا۔ (بلاتکلّف)۔ آیت زیر مطالعہ۔

ع ی ن

(ض) **عَيْنًا** (۱) نظر لگانا۔ (۲) پانی یا آنسو جاری ہونا۔ (۳) آنکھ پر مارنا۔

عَيْنٌ ج: اَعْيُنٌ۔ اسم ذات ہے۔ آنکھ۔ ﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ ﴾ (5/المآئدہ:45) ''اور ہم نے واجب کیا ان پر اس میں (یعنی تورات میں) کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔'' ﴿ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا ﴾ (11/ھود:37) ''اور آپؐ بنائیں کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے۔'' عربی زبان میں عَيْنٌ کے معنی کسی چیز کا محافظ کے بھی آتے ہیں اور جب کہا جائے فُلَانٌ بِعَيْنِيْ تو اس سے مراد ہوتی ہے کہ فلاں میری حفاظت اور نگرانی میں ہے۔ چنانچہ ھود:37 کا ترجمہ اس محاورے کے لحاظ سے بھی کیا گیا ہے: ''اور تم کشتی ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے تیار کرو۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔ اس آیت کے حاشیے میں علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں: ''حق تعالیٰ نے نوحؑ سے فرمایا کہ ایک کشتی ہمارے رُوبرُو (یعنی ہماری حفاظت و نگرانی میں) ہمارے حکم اور تعلیم و الہام کے موافق تیار کرو۔'' (تفسیر عثمانی،ص ۲۹۸)

عَيْنٌ ج: عُيُوْنٌ۔ اسم ذات ہے۔ پانی کا چشمہ۔ ﴿ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ ﴾ (76/الدھر:6) ''ایک چشمہ، پئیں گے اس سے اللہ کے بندے۔'' ﴿ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۵۷ ﴾ (26/الشعراء:57) ''تو ہم نے نکالا ان کو باغوں اور چشموں سے۔''

عَيْنَاءُ ج: عِيْنٌ۔ یہ اَفْعَلُ الْعیوب میں اَعْيَنُ کی مؤنث ہے۔ مراد ہے بڑی اور خوب صورت آنکھوں والی۔ محاورہ عرب میں عِيْنٌ اور حُوْرٌ آنکھوں کی صفات ہیں اور اس سے عورت کا حسن و جمال مراد لیا جاتا ہے۔ عِيْن سے مراد موٹی موٹی آنکھوں والی اور حُوْر سے مراد ایسی عورت جس کی آنکھوں کی سفیدی نہایت سفید ہو اور سیاہی خوب سیاہ ہو۔ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝۴۸ ﴾ (37/الصافات:48) ''اور ان کے پاس ہیں نگاہ نیچی رکھنے

والیاں، بڑی آنکھوں والیاں۔'' وحشی/نیل گائے کی آنکھیں بھی چونکہ موٹی اور خوب صورت ہوتی ہیں لہٰذا اسے بھی عَیْنَاء کہا جاتا ہے۔

مَعِیْنٌ لغت میں اس لفظ کے دو مادے آتے ہیں (۱) م ع ن (ف) مَعْنًا، جس کا مطلب ہے پانی جاری ہونا، پانی جاری کرنا اور (۲) ع ی ن (ض) عَیْنًا، جس کا بھی ایک مطلب ہے پانی جاری ہونا۔ چنانچہ اس کا مادہ اگر م ع ن ہو تو یہ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی ''ہمیشہ اور ہر حال میں جاری شفاف پانی جو کبھی خشک نہ ہو۔'' اور اگر اس کا مادہ ع ی ن ہو تو پھر یہ مَفْعِلٌ کے وزن پر ظرف مکان ہے بمعنی ''پانی جاری ہونے کی جگہ''۔ مَفْعِلٌ کے وزن پر اصل میں مَعْیِنٌ بنے گا، جو پھر قواعد کے اطلاق کے بعد مَعِیْنٌ بن جائے گا۔ حضرت مولانا محمد نسیم صاحب بارہ بنکویؒ نے ''منتخب لغات القرآن'' میں سورہ مؤمنون کی آیت 50 کے تحت یہ دونوں باتیں لکھ دی ہیں، البتہ زیادہ تر علماء کی رائے کے مطابق اس لفظ کا مادہ 'م ع ن' ہے (واللہ اعلم)۔ ہم اس لفظ کو 'ع ی ن' کے تحت بھی پڑھ رہے ہیں اور انشاء اللہ سورہ مؤمنون کی آیت 50 کے تحت 'م ع ن' میں بھی پڑھیں گے۔ ﴿وَاٰوَیْنٰهُمَآ اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ ﴾ (23/المؤمنون:50) ''اور ہم نے ان دونوں کو بلند زمین پر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل تھی اور جہاں چشمے جاری تھے۔''

قَدْ

قَدْ حرفِ تحقیق ہے اور فعل کے ساتھ مخصوص ہے۔ فعل ماضی پر بھی داخل ہوتا ہے اور مضارع پر بھی۔ ماضی پر داخل ہو تو (۱) ماضی مطلق کو ماضی قریب بنا دیتا ہے اور (۲) تاکید اور فی الواقع ہونے کا مفہوم پیدا کرتا ہے اور شک کو دور کرتا ہے۔ مثلاً: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ (23/المومنون:1) ''یقیناً ایمان والوں نے فلاح پالی۔'' ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا﴾ (58/المجادلۃ:1) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپؐ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی۔'' کبھی تاکید بڑھانے کے لیے قَدْ پر لام تاکید بھی داخل کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً: ﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (48/الفتح:18) ''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا۔'' فعل مضارع پر قَدْ داخل ہو تو تکثیر کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے فرمایا: ﴿قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ﴾ (2/البقرۃ:144) ''ہم نے کئی بار دیکھا ہے آپؐ کے چہرے کا آسمان کی طرف اٹھنا۔'' اس آیت میں بقول زمخشری کثرت رؤیت مراد ہے۔ قَدْ کے اور بھی کئی استعمالات ہیں جو لغات القرآن سے دیکھے جا سکتے ہیں۔

ع ل م: الفاتحہ آیت 1 دیکھیں۔ ک ل ل: البقرۃ آیت 20 دیکھیں۔

ء ن س

(ض) اِنْسًا، اُنْسًا — کسی چیز کو دیکھ کر یا سن کر وحشت دور ہونا۔ اجنبیت دور ہونا۔ مانوس ہونا۔

اَلْاِنْسَانُ — البقرۃ آیت 8 دیکھیں۔

(افعال) اِیْنَاسًا — کسی چیز سے انس پانا۔ کسی چیز کو دیکھنا اور جاننا۔ محسوس کرنا۔ صاحبؒ مترادفات القرآن لکھتے ہیں: ''انس کے معنی نہ غور کرنا ہے نہ نظر سے دیکھنا اور نہ دیدۂ دل سے دیکھنا (یعنی دل کی نظر سے دیکھنا) بلکہ اس کا معنی مانوس ہونا یا کسی چیز کا قرائن سے معلوم ہونا اور امام راغبؒ کے الفاظ میں کسی سے انس پانا ہے۔ تاہم اپنی زبان کے محاورہ کے لحاظ سے اس کا ترجمہ دیکھنا سے کر لیا جاتا ہے یعنی دُور سے یا گہری نظر سے دیکھ کر معلوم کر لینا۔'' (مترادفات القرآن:۵۰۶)۔ ﴿فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا﴾ (4/النساء:6) ''پھر اگر تم دیکھو ان میں سمجھ بوجھ۔'' ﴿اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا﴾ (27/النمل:7) ''میں نے آگ دیکھی۔''

(استفعال) اِسْتِیْنَاسًا انسیت چاہنا۔ کسی کو اپنے سے مانوس کرنا تا کہ وحشت دور ہو۔ اجازت لینا۔ اس کے ساتھ 'لِ' کا صلہ آئے تو مطلب ہوتا ہے کسی کام کے لیے جی لگا کر بیٹھنا۔ ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ﴾ (24/النور:27) ''اے ایمان والو تم اپنے (خاص) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کر لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔'' اس آیت کے تحت مولانا عبدالماجدؒ فرماتے ہیں: ''تَسْتَاْنِسُوْا: محض اجازت طلب کرنے کے لیے لفظ تَسْتَاْذِنُوْا کافی تھا۔ بجائے اس کے تَسْتَاْنِسُوْا لانے سے (جو انس سے ہے) مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسے اپنا نام و پتہ پوری طرح بتا دو تا کہ اسے وحشت نہ رہے۔''
(تفسیر ماجدیؒ، ص:۷۳۶)

مُسْتَاْنِسٌ ج: مُسْتَاْنِسُوْنَ۔ اسم الفاعل ہے۔ انسیت چاہنے والا۔ جی لگا کر بیٹھ رہنے والا۔ ﴿ فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ﴾ (33/الاحزاب:53) ''پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)

ش ر ب

(س) شَرْبًا، شِرْبًا، شُرْبًا پینا۔ ﴿ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ ﴾ (2/البقرہ:249) ''پس جس نے پیا اس سے تو وہ نہیں ہے مجھ سے۔''

اِشْرَبْ ج: اِشْرَبُوْا۔ فعل امر ہے۔ تو پی۔ ﴿ وَّاشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ﴾ (7/الاعراف:31) ''اور تم لوگ پیو اور ضرورت سے زیادہ خرچ مت کرو۔''

شَارِبٌ ج: شَارِبُوْنَ۔ اسم الفاعل ہے۔ پینے والا۔ ﴿ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴾ (47/محمد:15) ''اور کچھ نہریں ہیں لذیذ شراب کی پینے والوں کے لیے۔''

مَشْرَبٌ ج: مَشَارِبُ۔ اسم الظرف ہے۔ پینے کی جگہ۔ مَشْرَبٌ آیت زیر مطالعہ میں آیا ہے اور ﴿ وَ لَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ﴾ (36/یٰسٓ:73) ''اور ان کے لیے ہے اس میں نفع اٹھانے اور پینے کے مقامات۔''

شِرْبٌ پانی پینے کی ایک باری۔ پانی کا ایک حصہ۔ ﴿ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ (26/الشعراء:155) ''یہ ایک اونٹنی ہے۔ اس کے لیے ہے پینے کی ایک باری اور تمہارے لیے ہے ایک معلوم دن کی پینے کی باری۔''

شُرْبٌ یہ مصدر ہے بمعنی پینا اور اسم کا معنی بھی دیتا ہے بمعنی مشروب۔ ﴿ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ﴾ (56/الواقعہ:55) ''پھر وہ لوگ پینے والے ہیں پیاسے اونٹ کی طرح پینا۔''

شَرَابٌ اسم ذات ہے۔ پینے کی چیز۔ ''شراب عربی میں ہر مشروب (پینے والی چیز) کو کہتے ہیں۔ اس سے ذہن اُردو کے لفظ شراب اور اُس کے گندھے، نشیلے مفہوم کی طرف کہیں منتقل نہ ہو جائے۔'' (تفسیر ماجدیؒ)۔ ''ہر وہ چیز جس کو چبانا نہ پڑے بلکہ پیا جائے، عربی میں اس کے لیے شراب کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔'' (لغات القرآن، ج ۳، ص ۲۶۵)۔ ﴿ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ﴾ (10/یونس:4) ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے ہے پینے کی چیز کھولتے پانی میں سے۔'' اردو میں جسے شراب کہا جاتا ہے عربی میں اسے ''خمر'' کہتے ہیں۔

(افعال) اِشْرَابًا پلانا۔﴿وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِھِمْ ط﴾(2/البقرۃ:93)''اور پلایا گیا ان کے دلوں میں بچھڑے (کی محبت کو) ان کے کفر کی وجہ سے۔'' عربی محاورے میں جب کسی کی محبت یا دشمنی دل میں سرایت کر جائے تو اس کے لیے لفظ شَرَابٌ کو بطور استعارہ استعمال کرتے ہیں۔ اُشْرِبَ فِیْ قَلْبِہٖ حُبَّ فُلَانٍ کا مطلب ہے، اس کے دل میں اس کی محبت جڑ پکڑ گئی۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ فرماتے ہیں:''﴿اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمْ﴾ مراد یہ ہے کہ گوسالا کی محبت ان کی رگ رگ میں رچ گئی تھی، جیسے پانی رگ رگ میں پہنچ کر جزو بدن بن جاتا ہے۔ مشروب سے یہ استعارہ شدید محبت اور شدید نفرت دونوں موقعوں پر اہل عرب کی زبان میں عام ہے۔''(تفسیر ماجدیؒ:۴۷)

ع ک ل: البقرۃ آیت 35 دیکھیں۔ ر ز ق: البقرۃ آیت 3 دیکھیں۔ ء ل ہ: آیت بسم اللہ دیکھیں۔

ع ث ی

(ف۔س) عِثِیًّا کفر یا غرور میں مبالغہ کرنا۔ سخت فساد پیدا کرنا۔ انتشار پھیلانا۔

لَا تَعْثَوْا فعل نہی ہے۔ جمع مذکر حاضر کا صیغہ۔ تم فساد مت پھیلاؤ۔ آیت زیر مطالعہ۔ نوٹ: لَا تَعْثَوْا کا مادہ بعض اہل لغت نے 'ع ی ث' بھی لکھا ہے، عَیْثًا مصدر سے۔ عَیْثٌ کا لفظ زیادہ تر فسادِ حسی کے لیے بولا جاتا ہے اور عِثِیٌّ کا لفظ ذہنی اور فکری فساد کے لیے یعنی تقریروں اور لٹریچر کے ذریعے غلط عقائد اور نظریات پھیلانا۔

ء ر ض: البقرۃ آیت 11 دیکھیں۔ ف س د: البقرۃ آیت 11 دیکھیں۔

ترکیب 'وَ' حرف عطف ہے۔ اِذْ ظرف زمان ہے۔ اس سے پہلے اُذْکُرُوْا محذوف ہے۔ اِذْ کو آگے ملانے کے لیے زیر دی ہے۔ اِسْتَسْقٰی کے فاعل حضرت موسیٰؑ ہیں اور لِقَوْمِہٖ متعلق فعل ہے۔ فَقُلْنَا میں 'فَ' عطف کا ہے اور قُلْنَا ماضی میں جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اس کا فاعل اس میں شامل ضمیر نَحْنُ ہے۔ اِضْرِبْ فعل امر ہے اور اس کا فاعل اس میں شامل اَنْتَ کی ضمیر ہے جو حضرت موسیٰؑ کے لیے ہے، بِعَصَاکَ متعلق فعل ہے اور اَلْحَجَرَ مفعول ہے اس لیے نصب میں ہے۔ اِنْفَجَرَتْ کا فاعل اِثْنَتَا عَشْرَۃَ ہے۔ چونکہ گیارہ سے انیس تک کے عدد میں عَشَرَ مبنی برفتحہ ہوتا ہے اس لیے اِثْنَتَا (دراصل اِثْنَتَانِ) فاعل ہونے کی وجہ سے رفع میں ہے، مِنْہُ، جار مجرور متعلق فعل ہیں اور 'ہٗ' ضمیر اَلْحَجَرَ (پتھر) کے لیے ہے، جبکہ عَیْنًا تمیز ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔ قَدْ تاکید کے لیے ہے اور عَلِمَ کا فاعل کُلُّ اُنَاسٍ ہے۔ یہ چونکہ مرکب اضافی ہے اس لیے فاعل کی رفع صرف مضاف کُلُّ پر آئی ہے۔ مَشْرَبَھُمْ بھی مرکب اضافی اور عَلِمَ کا مفعول ہے، اسی لیے منصوب ہے۔ اس کی نصب بھی صرف مضاف مَشْرَبَ پر آئی ہے۔ کُلُوْا اور اِشْرَبُوْا دونوں امر کے صیغے ہیں اِن کے درمیان 'وَ' عطف کا ہے اور ان سے پہلے قُلْنَا لَھُمْ محذوف ہے۔ مِنْ رِّزْقِ اللّٰہِ متعلق فعل ہے۔ وَلَا تَعْثَوْا میں 'وَ' عطف کا ہے 'لَا' نہی کا ہے اور تَعْثَوْا، مضارع مجزوم ہے۔ اس کا فاعل اس میں شامل ضمیر اَنْتُمْ ہے۔ فِی الْاَرْضِ متعلق فعل ہے اور مُفْسِدِیْنَ دراصل لَا تَعْثَوْا میں شامل اَنْتُمْ ضمیر فاعلی کا حال ہے اس لیے منصوب ہے۔ اس آخری حصے کے متعلق مولانا عبدالماجدؒ فرماتے ہیں:''عثی کے معنی خود ہی فساد میں حد سے گزر جانے کے ہیں۔ مُفْسِدِیْنَ جو ترکیب میں حال واقع ہوا ہے۔ ہر پہلو سے فساد کی تاکید کے لیے ہے۔''

ترجمہ	وَاِذِ اسْتَسْقٰی	مُوْسٰی	لِقَوْمِہٖ	فَقُلْنَا	اضْرِبْ	بِّعَصَاکَ
البقرۃ:60	اور (یاد کرو) جب پینے کے لیے پانی مانگا	حضرت موسیٰؑ نے	اپنی قوم کے لیے	تو ہم نے کہا	آپؑ ماریئے	اپنی لاٹھی سے

الْحَجَرَ ؕ	فَانْفَجَرَتْ	مِنْهُ	اثْنَتَا عَشْرَةَ	عَيْنًا ؕ	قَدْ عَلِمَ	كُلُّ اُنَاسٍ
پتھر کو	پس پھوٹ نکلے	اس سے	بارہ	چشمے	جان لیا	ہر ایک گروہ نے

مَّشْرَبَهُمْ ؕ	كُلُوْا وَاشْرَبُوْا	مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ	وَلَا تَعْثَوْا
اپنے پینے کی جگہ کو	(اور ہم نے اُن سے کہا) تم لوگ کھاؤ اور پیو	اللہ کے رزق میں سے	اور تم لوگ انتشار مت پھیلاؤ

فِي الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ
زمین میں	فساد برپا کرنے والے ہوتے ہوئے

نوٹ صاحبؒ مترادفات القرآن لکھتے ہیں: ''اَفْسَدَ کا اطلاق صرف ایک بار فساد کرنے پر بھی ہوسکتا ہے اور جب فساد عادت کی شکل اختیار کر جائے تو عَاثَ یا عَثَا آئے گا۔'' (مترادفات القرآن، ص ٦٦٧)۔ اور حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''لَا تَعْثَوْا، عثیٰ سے مشتق ہے جس کے معنی سخت فساد مچانے کے ہیں۔ یعنی مفسد اور فسادی تو تم پہلے ہی سے ہو مگر خیر اس فساد کو تم اپنی ہی ذات تک محدود رکھو۔ اس میں اور کسی قسم کا اضافہ نہ کرو اور نہ لوگوں میں اس کو پھیلاؤ۔'' (معارف القرآن، ج۱، ص: ۱۸۹)۔ گویا فسادی کا فساد جب اس کی ذات سے عام معاشرے میں پھیلنے لگے اور دوسرے لوگ بھی اس کی زد میں آنے لگیں تو یہ شدتِ فساد یعنی عثیٰ ہے۔ (واللہ اعلم)۔

آیت:61

﴿وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ ع﴾

اِذْ: البقرۃ آیت 30 دیکھیں۔ ق و ل: البقرۃ آیت 8 دیکھیں۔ ص ب ر: البقرۃ آیت 45 دیکھیں۔

ط ع م

(س) **طَعْمًا، طَعَامًا** اِس کا بنیادی مفہوم ہے کسی چیز کو چکھنا۔ چکھنا، کھانے سے بھی ہوسکتا ہے اور پینے سے بھی۔ اس لیے یہ لفظ کسی چیز کو کھانے اور پینے، دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کھانے کے لیے فرمایا: ﴿فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا﴾ (33/الاحزاب:53) ''پس جب تم لوگ کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ'' عام مفہوم یہی لیا جاتا ہے۔ اور پینے کے لیے فرمایا: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ﴾ (2/البقرۃ:249) ''اور جس نے نہ پیا وہ یقیناً میرے ساتھیوں میں سے ہے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔ اس آیت میں يَطْعَمْهُ کا ترجمہ چکھنے سے بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً: ''اور جس نے اس کو نہ چکھا تو وہ بے شک میرا ہے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

	طَعۡمٌ	اسم ذات بھی ہے۔ ذائقہ۔مزہ۔﴿ وَ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ لَّبَنٍ لَّمۡ يَتَغَيَّرۡ طَعۡمُهٗ ﴾(47/محمد:15)''اور نہریں ہیں دودھ کی نہیں بدلتا ان کا ذائقہ۔''
	طَعَامٌ	اسم ذات بھی ہے۔اس کے عام معنی ہیں خوراک۔کھانے کی چیز۔کھانا۔جیسے فرمایا:﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴾(3/آل عمران:93)''سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کے لیے۔''(ترجمہ ضیاء القرآن)۔''ہر کھانا بنی اسرائیل کے لیے حلال تھا۔''(ترجمہ ماجدیؒ)۔حدیث مبارک میں طعام کا لفظ گندم کے لیے بھی آیا ہے۔چنانچہ حضرت ابوسعید الخدریؓ کی روایت میں صَاعًا مِنۡ طَعَامٍ کے الفاظ آئے ہیں۔البتہ بعض علماءِ کرام نے اس حدیث میں طعام کے عام معنی ہی لیے ہیں۔سورۃ المائدہ کی آیت 5 میں طعام کا لفظ''ذبیحہ'' کے لیے استعمال ہوا ہے۔چنانچہ فرمایا:﴿ وَ طَعَامُ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمۡ ﴾(5/المائدۃ:5)''اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے۔''اور کبھی طعام کا لفظ اِطۡعَامٌ''کسی کو کھانا کھلانا'' کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے فرمایا:﴿ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ ؕ‏ ﴾(107/الماعون:3)''اور فقیر کے کھانا کھلانے پر رغبت نہیں دلاتا۔''
	طَاعِمٌ	اسم الفاعل ہے۔کھانے والا۔﴿ لَّاۤ اَجِدُ فِىۡ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطۡعَمُهٗۤ ﴾(6/الانعام:145)''میں نہیں پاتا اس میں جو وحی کیا گیا میری طرف کسی حرام کی ہوئی چیز کو کھانے والے پر، وہ کھاتا ہے جس کو۔''
(افعال)	اِطۡعَامًا	کسی کو کھانا کھلانا۔کسی کو کھانا دینا۔﴿ الَّذِىۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ﴾(106/قریش:4)''جس نے کھلایا ان کو بھوک میں۔''
	اَطۡعِمۡ	ج:اَطۡعِمُوۡا۔فعل امر ہے۔تو کھلا۔﴿ وَ اَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ وَالۡمُعۡتَرَّ ؕ ﴾(22/الحج:36)''اور تم لوگ کھلاؤ قناعت کرنے والے کو (یعنی سوال نہ کرنے والے کو) اور مانگنے والے کو۔''
(استفعال)	اِسۡتِطۡعَامًا	کھانا مانگنا۔﴿ اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهۡلَ قَرۡيَةِ اۨسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا ﴾(18/الکھف:77)''جب وہ دونوں پہنچے بستی والوں کے پاس تو انہوں نے کھانا مانگا اس کے رہنے والوں سے۔''

و ح د

(ض)	وَحۡدًا، وَحۡدَةً	تنہا ہونا۔اکیلا ہونا۔﴿ قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰهَ وَحۡدَهٗ ﴾(7/الاعراف:70)''انہوں نے کہا کیا آپؐ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں۔'' قاموس القرآن کے مطابق وَحۡدٌ کا لفظ ضمیر واحد کی طرف مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتا ہے جیسے خَلَقَ اللّٰهُ الۡعَالَمَ وَحۡدَهٗ،تنہا اللہ نے دنیا پیدا کی۔
	وَاحِدٌ	فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔تنہا۔اکیلا۔ایک۔﴿ وَ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ ﴾(2/البقرۃ:163)''اور تمہارا معبود ایک معبود ہے۔'' کبھی اس کا استعمال اَحَدٌ کے معنی میں بھی ہوتا ہے یعنی لاثانی، بے نظیر۔عربی میں کہا جاتا ہے هُوَ وَاحِدُ قَوۡمِهٖ۔وہ اپنی قوم میں لاثانی ہے یعنی علم وفضیلت وغیرہ میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔اسمائے حسنٰی میں یہی معنی مراد ہے۔چنانچہ فرمایا:﴿ هُوَ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ‏ ۴ ﴾(39/الزمر:4)''وہی اللہ ہے اکیلا، سب پر غالب۔'' گنتی کا سب سے پہلا عدد بھی ہے یعنی ایک اور کبھی وَاحِدٌ، عدد کی صفت کے طور پر آتا ہے مثلاً اَلۡفٌ وَاحِدٌ (ایک ہزار)۔
	وَاحِدَةٌ	وَاحِدٌ کی مونث۔ایک۔اکیلی۔﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ ﴾(2/البقرۃ:213)''تھے سب لوگ ایک دین پر۔'' عَشَرَةٌ وَّاحِدَةٌ (ایک عشرہ)، مِائَةٌ وَّاحِدَةٌ (ایک سو)۔

وَحِیۡدٌ فَعِیۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ تنہا۔ اکیلا۔ منفرد۔﴿ذَرۡنِیۡ وَمَنۡ خَلَقۡتُ وَحِیۡدًا ﴾(74/المدثر:11)''آپ چھوڑ دیں مجھ کو اور اس کو جسے میں نے پیدا کیا اکیلا''

دع و: البقرۃ آیت 23 دیکھیں۔ د ب ب: الفاتحہ آیت 1 دیکھیں۔ خ ر ج: البقرۃ آیت 22 دیکھیں۔

ن ب ت

(ن) نَبۡتًا اور نَبَاتًا کسی چیز کا اگنا یا اگانا۔(لازم ومتعدی)۔﴿وَشَجَرَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَیۡنَآءَ تَنۡۢبُتُ بِالدُّهۡنِ﴾(23/المؤمنون:20) ''اور ایک درخت، وہ نکلتا ہے طور سینا سے، اگتا ہے روغن کے ساتھ۔''اس آیت میں تَنۡۢبُتُ بِالدُّهۡنِ کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبؒ لغات القرآن فرماتے ہیں:''تَنۡۢبُتُ بِالدُّهۡنِ (وہ تیل اگاتی ہے) میں بَا حال کے لیے ہے تعدیہ کے لیے نہیں، کیونکہ نَبَتَ خود متعدی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ اس طرح اگتی ہے کہ تیل اس میں بالقوہ موجود ہوتا ہے۔''(لغات القرآن، ج ۲، ص: ۱۹۳)۔

نَبَاتٌ اسم ذات بھی ہے۔ زمین سے اگنے والی ہر چیز۔ زمین کی پیداوار۔ سبزہ۔﴿وَالۡبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخۡرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ﴾(7/الاعراف:58)''اور پاک شہر، نکلتا ہے اس کا سبزہ اس کے رب کی اجازت سے۔'' امام راغبؒ فرماتے ہیں:''ہر وہ چیز جو زمین سے اگتی ہے۔ اسے نَبۡتٌ یا نَبَاتٌ کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ تنہ دار ہو جیسے درخت۔ یا بے تنہ۔ جیسے جڑی بوٹیاں لیکن عرف میں خاص کر نبات اسے کہتے ہیں جس کا تنہ نہ ہو۔ بلکہ عوام تو جانوروں کے چارہ پر ہی نبات کا لفظ بولتے ہیں۔ چنانچہ آیت کریمہ:﴿لِّنُخۡرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ﴾(78/النبا:15)''تاکہ اس سے اناج اور سبزہ پیدا کریں۔ میں نبات سے مراد چارہ ہی ہے لیکن یہ اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے ہر بڑھنے والی چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ اور نباتات، حیوانات اور انسان سب پر بولا جاتا ہے اور اِنۡبَات!(افعال) کا لفظ ان سب چیزوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔(مفردات القرآن، ج ۲، ص: ۱۰۲۴)

(افعال) اِنۡبَاتًا اگانا۔ بڑھانا۔ نشوونما کرنا۔﴿وَ اَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ حَدَآئِقَ﴾(27/النمل:60)''اور اس نے اتارا تمہارے لیے آسمان سے پانی پھر اس نے اگائے اس سے باغات۔''﴿وَّ اَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾(3/آل عمران:37)''اور بڑھایا اُس کو اچھی طرح بڑھانا۔''(ترجمہ شیخ الہندؒ)۔﴿وَ اللّٰهُ اَنۡۢبَتَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ﴾(71/نوح:17)''اور تم کو زمین سے ایک (خاص اہتمام سے) اگایا ہے (اور پیدا کیا ہے)۔''(ترجمہ احسن البیان)۔

ع ر ض: البقرۃ آیت 11 دیکھیں۔

بَقۡلٌ: سبزی۔ ترکاری۔ ساگ۔ تدبر قرآن کے مطابق بقل کا لفظ سبزیوں اور ترکاریوں کی تمام اقسام کے لیے عام ہے۔

قِثَّآءٌ: ایک قسم کی لمبی سبز سبزی۔ تر۔ ککڑی۔

فُوۡمٌ: گندم۔ گیہوں۔ لہسن۔

عَدَسٌ: مسور۔ دال

بَصَلٌ: پیاز

نوٹ: اِن الفاظ کے مادوں کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مادوں سے کوئی اور لفظ قرآنِ مجید میں استعمال نہیں ہوا ہے اور یہ الفاظ بھی صرف

اسی آیت میں آئے ہیں۔اس لیے اِن الفاظ کا صرف ترجمہ دے دیا گیا ہے۔

ب د ل: البقرۃ آیت 59 دیکھیں۔

د ن و

(ن۔س) (ا) دُنُوًّا (۱) قریب ہونا۔نزدیک ہونا۔خواہ یہ قرب ذاتی ہو، حکمی ہو، مکانی یا زمانی ہو یا بلحاظ مرتبہ ہو یہ لفظ سب کے لیے بولا جاتا ہے۔﴿ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴾ (53/النجم:8)''پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا۔''(ترجمہ شیخ الہندؒ) (۲) اچھا ہونا۔بہتر ہونا۔

(ب) دَنَايَةً، دَنَاءَةً کم تر ہونا۔حقیر ہونا۔ذلیل ہونا۔

دَانٍ مؤنث دَانِيَةٌ۔ فَاعِلٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔قریب ہونے والا۔جھکنے والا۔قریب۔﴿ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴾ (55/الرحمٰن:54)''اور دونوں باغوں کے پھل بہت ہی قریب ہوں گے۔''(ترجمہ ماجدیؒ)''اور دونوں باغوں کا پھل نیچے جھکا ہوگا۔''(ترجمہ ضیاء القرآن)۔﴿ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴾ (69/الحاقۃ:22-23)''اونچے باغ میں جس کے میوے جھکے پڑے ہیں۔''(ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

اَدْنٰى افعل التفضیل ہے۔واحد مذکر۔مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) زیادہ قریب۔زیادہ نزدیک۔﴿ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا ﴾ (2/البقرۃ:282)''اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے گواہی کو اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو۔''(ترجمہ شیخ الہندؒ)۔﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ (4/النساء:3)''اس میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔''(ترجمہ ماجدیؒ)۔﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ ﴾ (5/المائدۃ:108)''یہ طریقہ زیادہ قریب ہے کہ گواہ دیا کریں گواہی جیسا کہ چاہیے۔''(ترجمہ ضیاء القرآن)۔﴿ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ ﴾ (73/المزمل:20)''بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو اٹھتا ہے نزدیک دو تہائی رات کے۔''(ترجمہ شیخ الہندؒ)۔﴿ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِيْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ ﴾ (30/الروم:3)''اہل روم ایک قریب کی زمین میں مغلوب ہوگئے۔''(ترجمہ ماجدیؒ)

(۲) زیادہ بہتر۔زیادہ مناسب۔﴿ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾ (33/الاحزاب:59)''یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔''(ترجمہ تفہیم القرآن)۔

(۳) اگر''خیر''(بہتر) کے مقابلے پر استعمال ہو تو اس سے''حقیر، کم تر''مراد لیا جاتا ہے۔جیسے آیت زیر مطالعہ میں فرمایا:﴿ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ﴾''کیا تم لینا چاہتے ہو وہ جو کم تر ہے اس کے بدلے جو بہتر ہے۔''

(۴) اگر''اکثر''(زیادہ) کے مقابلے پر استعمال ہو تو اس سے''کم''مراد لیا جاتا ہے۔جیسے فرمایا:﴿ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ﴾ (58/المجادلۃ:7)''اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہی ہوتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں۔''(ترجمہ ماجدیؒ)۔

(۵) اگر''اکبر''(بڑا) کے مقابلے پر استعمال ہو اس سے''چھوٹا یا تھوڑا''مراد لیا جاتا ہے۔جیسے فرمایا:﴿ وَ

لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ ﴾(32/السجدۃ:21)''بالیقین ہم انہیں قریب کے چھوٹے سے بعض عذاب اس بڑے عذاب کے سوا چکھائیں گے تا کہ وہ لوٹ آئیں۔''(ترجمہ احسن البیان)۔''اور ہم ضرور چکھاتے رہیں گے انہیں تھوڑا تھوڑا عذاب بڑے عذاب سے پہلے۔''(ترجمہ ضیاء القرآن)۔

(۶) اَلْاَدْنٰى، قرآنِ مجید میں ''دنیا'' کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ ﴾(7/الاعراف:169)''پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ہوئے جو کتاب کے وارث بنائے گئے، وہ لیتے ہیں اس دنیا کا عارضی سامان اور کہتے ہیں ہمیں بخش دیا جائے گا۔'' اس آیت میں اَلْاَدْنٰى کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں:''لفظ اَدْنٰى، دُنُوٌّ بمعنی قرب سے بھی مشتق
کہا جا سکتا ہے، اِس صورت میں اَدْنٰى کے معنی اَقْرَب کے ہوجائیں گے، اسی کا مؤنث دُنْيَا ہے جس کے معنی قریب کے ہیں، آخرت کے مقابلہ یہ جہان انسان سے زیادہ قریب ہے اس لیے اس کو اَدْنٰى اور دُنْيَا کہا جاتا ہے، اور دُوسرا اِحتمال یہ بھی ہے کہ یہ لفظ دَنَاءَة بمعنی ذلت سے مشتق ہو تو اس کے معنی ذلیل وحقیر کے ہوجائیں گے، دنیا اور اس کے سب سامان بمقابلہ آخرت کے حقیر وذلیل ہیں اس لیے اس کو اَدْنٰى اور دُنْيَا کہا گیا۔''(معارف القرآن، ج ۴، ص ۱۰۳)

اَلدُّنْيَا: لفظ دُنْيَا دراصل اَفعل التّفضیل میں مؤنث کے صیغے فُعْلٰى کے وزن پر ہے۔ اصل میں دُنْوٰى بنتا ہے۔ 'وْ' کو 'یْ' میں تبدیل کر کے دُنْيَا لکھا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اسے معرّف باللام اَلدُّنْيَا استعمال کیا گیا ہے۔ اگر اسے دُنُوٌّ سے مشتق مانا جائے تو پھر اس کا لفظی معنی 'زیادہ نزدیک، زیادہ قریب' بنتا ہے اور اگر اسے دَنَاءَةٌ سے مشتق مانا جائے تو پھر اس کا معنی 'زیادہ حقیر، زیادہ ذلیل' بنتا ہے۔ اصطلاحاً اس سے مراد زمین اور زمینی زندگی ہے اور یہ لفظ آخرت کے مقابلے پر بولا جاتا ہے۔ ﴿ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ﴾(22/الحج:11)''اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔'' آخرت کے مقابلے میں اس جہاں کے لیے جب اَدْنٰى یا دُنْيَا کا لفظ استعمال ہو تو اس سے دونوں مفہوم مراد لیے جاتے ہیں یعنی یہ جہاں، انسان سے آخرت کے مقابلے میں زیادہ قریب بھی ہے اور اس کا کل سامان آخرت کے مقابلے میں حقیر بھی ہے۔

اگر یہ لفظ ''اَقْصٰى'' کے مقابلے پر آئے تب بھی اس سے قریب کا مفہوم لیا جاتا ہے جیسے فرمایا: ﴿ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى ﴾ (8/الانفال:42)''جب تم (مدینے کے) قریب کے ناکے پر تھے اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر۔''

(افعال) اِدْنَاءً: قریب کرنا۔ لپیٹ لینا۔ اس کے ساتھ جب عَلٰى کا صلہ آئے تو مطلب ہوتا ہے اوپر سے لٹکا لینا ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ﴾ (33/الاحزاب:59)''اے نبیؐ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔'' اس آیت کے تحت مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں:''اِدْنَاء کے اصل معنی قریب کرنے اور لپیٹ لینے کے ہیں، مگر جب اس کے ساتھ عَلٰى کا صلہ آئے تو اس میں اِرْخَاء یعنی اوپر سے لٹکا لینے کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔''(تفہیم القرآن، ج ۴، ص ۱۲۹)

خ ی ر: البقرۃ آیت 54 دیکھیں۔ ھ ب ط: البقرۃ آیت 36 دیکھیں۔

م ص ر

(ن) مَصْرًا کوئی سی چیزوں کے درمیان حد ہونا۔

مِصْرٌ اگر معرب ہو تو اس کا مطلب ہے کوئی بھی فصیل والا شہر۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

مِصْرُ اگر غیر منصرف ہو تو اس کا مطلب ہے ملک مصر۔ ﴿ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ ﴾ (43/الزخرف:51) ''اے میری قوم کیا میرے لیے نہیں ہے مصر کی حکومت/سلطنت۔''

س ء ل

(ف) سُؤَالًا سوال کرنا۔ سوال کرنا کبھی تو کسی سے کوئی چیز مانگنے کے لیے ہوسکتا ہے اور کبھی کسی سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنے اور جاننے کے لیے۔ چنانچہ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ یہ لفظ زیادہ تر انہی دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کسی سے کوئی چیز مانگنا یا طلب کرنا۔ اس کے دو مفعول آتے ہیں۔ کس سے مانگا اور کیا مانگا۔ جس سے مانگا جائے وہ مفعول بنفسہٖ آتا ہے اور جو چیز مانگی جائے وہ کبھی بنفسہٖ آتی ہے کبھی مِنْ کے صلے کے ساتھ اور کبھی 'ب' کے صلے کے ساتھ۔ ﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾ (33/الاحزاب:53) ''جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو۔'' ﴿ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ ﴾ (10/یونس:72) ''تو میں نے نہیں مانگا تم سے کوئی بھی معاوضہ۔'' ﴿ سَاَلَ سَاۗىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ ﴾ (70/المعارج:1) ''مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب پڑنے والا۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔ ''مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب کو جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔

(۲) کسی سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنا۔ جس سے پوچھا جائے وہ مفعول بنفسہٖ آتا ہے۔ اور جس چیز کے بارے میں پوچھا جائے وہ کبھی مفعول بنفسہٖ ہوتا ہے۔ جیسے سَأَلْتُهٗ كَذَا، کبھی عَنْ کے صلے کے ساتھ آتا ہے جیسے سَأَلْتُهٗ عَنْ كَذَا اور کبھی 'ب' کے صلے کے ساتھ جیسے سَأَلْتُهٗ بِكَذَا۔ البتہ عَنْ کا صلہ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں تینوں طرح استعمال ہوا ہے۔ ﴿ وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ ﴾ (39/الزمر:38) ''اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے۔'' (ترجمہ احسن البیان)۔ ﴿ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ ﴾ (17/بنی اسرائیل:85) ''اور وہ آپؐ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔'' ﴿ سَاَلَ سَاۗىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ ﴾ (70/المعارج:1) ''پوچھا ایک پوچھنے والے نے ایک عذاب کے بارے میں جو واقع ہو کر رہے گا۔'' تفسیر ماجدیؒ کے مطابق یہاں بِعَذَابٍ میں 'ب'، 'عَنْ' کے مرادف ہے۔ (واللہ اعلم)۔ تفہیم القرآن اور ضیاء القرآن میں اس آیت میں سَاَلَ کے بارے میں دونوں وضاحتیں لکھ دی گئی ہیں۔ یعنی سَاَلَ کا مفہوم ''مانگنے'' یا ''پوچھنے'' دونوں ہوسکتے ہیں اسی لیے اس آیت کو دونوں جگہ لکھ دیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)۔

سُؤَالٌ بطورِ اسم ذات بھی استعمال ہوتا ہے۔ درخواست۔ مطالبہ۔ سوال۔ ﴿ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ ﴾ (38/صٓ:24) ''(داوٗدؑ) نے کہا کہ اس نے تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کر کے واقعی تجھ پر ظلم کیا۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔

سُؤْلٌ اسم ذات ہے۔ درخواست۔ التجا۔ سوال۔ ﴿ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝ ﴾ (20/طٰہٰ:36) ''جواب ملا منظور کر لی گئی ہے آپؑ کی درخواست اے موسیٰؑ۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔

اِسْئَلْ — ج: اِسْئَلُوْا۔ فعل امر ہے۔ تو مانگ۔ تو پوچھ۔ قرآن مجید میں یہ زیادہ تر جملے کے درمیان میں مَاقبل سے ملا کر لکھا گیا ہے اور ھمزۃ الوصل گرا کر فَسْئَلْ یا وَسْئَلْ آیا ہے۔ دو جگہ جملہ کے شروع میں آیا ہے وہاں بھی مادہ کا ھمزہ گرا کر صرف سَلْ آیا ہے۔ ﴿وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا﴾ (12/یوسف:82) ''تو آپؑ اُس شہر کے لوگوں سے پوچھ لیں جہاں ہم تھے۔'' ﴿وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا﴾ (60/ممتحنہ:10) ''اور تم لوگ مانگو جو تم نے خرچ کیا اور چاہیے کہ وہ لوگ مانگیں جو انہوں نے خرچ کیا'' ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (16/النحل:43) ''پس تم پوچھو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔'' ﴿سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ﴾ (2/البقرہ:211) ''تو پوچھ بنی اسرائیل سے ہم نے دیں ان کو کتنی ہی روشن نشانیاں۔''

سَآئِلٌ — ج: سَآئِلُوْنَ۔ اسم الفاعل ہے۔ مانگنے والا۔ پوچھنے والا۔ ﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴾ (51/الذریات:19) ''اور ان کے اموال میں حق ہے مانگنے والوں کے لیے اور سوال سے بچنے والوں کے لیے۔'' ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴾ (12/یوسف:7) ''یقینا یوسفؑ اور ان کے بھائیوں میں نشانیاں ہیں پوچھنے والوں کے لیے۔''

مَسْئُوْلٌ — ج: مَسْئُوْلُوْنَ۔ اسم المفعول ہے۔ جو مانگا جائے۔ جس کے متعلق پوچھا جائے۔ جس سے سوال کیا جائے۔ جس سے پوچھ گچھ کی جائے۔ ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾ (17/بنی اسرائیل:36) ''بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اُس سے پوچھ ہوگی۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔ ﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴾ (37/الصافات:24) ''اور اُن کو (ذرا) ٹھہراؤ اُن سے پوچھ گچھ ہوگی۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔

(تفاعل) تَسَآؤُلًا — باہم ایک دوسرے سے پوچھنا، مانگنا، سوال کرنا۔ ﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴾ (78/النبا:1) ''کس چیز کے بارے میں یہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔''

ض ر ب: البقرۃ آیت 26 دیکھیں۔

ذ ل ل

(ض) ذُلًّا، ذِلَّةً، ذَلَالَةً — (۱) نرم ہونا، عاجزی کرنا (۲) تابعدار یا مطیع ہونا، جھک جانا (۳) ذلیل وخوار ہونا۔ ﴿لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴾ (20/طٰہٰ:134) ''کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول تاکہ ہم پیروی کرتے تیری نشانیوں کی اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوتے اور رسوا ہوتے۔''

ذُلٌّ — مصدر کے علاوہ اسم ذات بھی ہے۔ نرمی۔ تابعداری۔ انکساری۔ عاجزی۔ ﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ (17/بنی اسرائیل:24) ''اور جھکا دو اُن کے لیے تواضع و انکسار کے پُر رحمت (ومحبت) سے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں: ''ذُلٌّ (بضمہ ذال) زور وقہر کی وجہ سے جھکنے کو کہتے ہیں مگر جب طبیعت کی تیزی اور سختی از خود مغلوب ہو جائے تو اسے ذِلٌّ (بکسرۂ ذال) کہا جاتا ہے۔ لہٰذا بنی اسرائیل: ۲۴ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے سامنے مقہور و مجبور بن کر رہو۔ اور ایک قراءت میں جَنَاحَ الذِّلِّ (بکسرۂ ذال) ہے یعنی ان کے سامنے نرم خو اور اطاعت گزار بن کر رہا کرو۔'' (مفردات القرآن، ج۱، ص ۳۶۵)

ذِلَّۃٌ مصدر کے علاوہ اسم ذات بھی ہے۔ ذلت۔ خواری۔ زیر دستی۔ کمزوری۔ اس کی ضد عِزَّۃٌ ہے جس کے معنی ہیں بالادستی۔آیت زیرِ مطالعہ۔

ذَلِیْلٌ ج:اَذِلَّۃٌ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔اس کی ضد عَزِیْزٌ ہے جس کی جمع اَعِزَّۃٌ ہے۔قرآنِ مجید میں یہ لفظ مندرجہ ذیل معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) نرم دِل۔مہربان۔﴿ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ﴾(5/المایدہ:54)''نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں کافروں پر۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)''ایمان والوں پر وہ مہربان ہوں گے اور کافروں کے مقابلہ میں سخت ہوں گے۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)

(۲) کمزور۔بے سروسامان۔﴿ وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ ۚ﴾(3/آل عمران:123)''اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)''اور یقیناً اللہ نے تمہاری نصرت کی بدر میں حالانکہ تم پست تھے۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔حاشیے میں حضرت عبدالماجد دریابادیؒ فرماتے ہیں:''یعنی تعداد میں قلیل اور سامان میں حقیر۔''

(۳) ذلیل۔بے عزت۔﴿ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً ۚ﴾ (27/النمل:34)'' کہنے لگی بادشاہ جب گھستے ہیں کسی بستی میں اس کو خراب کر دیتے ہیں اور کر ڈالتے ہیں وہاں کے سرداروں کو بے عزت۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)''وہ بولی کہ بادشاہ جب کسی بستی میں (فاتحانہ) داخل ہوتے ہیں تو اسے تہ و بالا کر دیتے ہیں اور وہاں والوں میں جو عزت دار ہوتے ہیں انہیں وہ ذلیل کر دیتے ہیں۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔﴿ لَنُخْرِجَنَّھُمْ مِّنْھَآ اَذِلَّۃً وَّ ھُمْ صٰغِرُوْنَ ۝﴾ (27/النمل:37)'' اور نکال دیں گے ان کو وہاں سے بے عزت کر کر اور وہ خوار ہوں گے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ ماتحت ہو جائیں گے۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔

اردو زبان میں ذلیل کا لفظ اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔جبکہ عربی زبان میں، جیسے کہ آپ نے ابھی پڑھا، یہ لفظ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ضروری ہے کہ اس لفظ کی مزید وضاحت لکھ دی جائے۔ چنانچہ حضرت مولانا امین احسن اصلاحیؒ ال عمران کی آیت 123 کے تحت فرماتے ہیں:''اَذِلَّۃٌ، ذلیل کی جمع ہے۔ذلیل عزیز کا مقابل لفظ ہے۔عزیز کے معنی ہیں غالب، زور آور اور دوسروں کی دسترس سے باہر۔ذلیل کے معنی کمزور، ناتواں اور دوسروں کے لیے لقمۂ تر کے ہیں اخلاقی رذالت اس لفظ کے بنیادی اجزا میں سے نہیں ہے بلکہ اس کے لوازم بعیدہ میں سے ہے۔ چنانچہ یہ لفظ اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً:﴿ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ﴾(المائدہ:54)''وہ مسلمانوں کے لیے نہایت نرم اور کافروں کے لیے نہایت سخت ہیں۔''یعنی اگر کفار ان کے اندر انگلی دھنسانا اور ان کو اپنے اغراض کے لیے نرم کرنا چاہیں تو وہ پتھر کی چٹان ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے نہایت نرم خو ہیں۔وہ ان سے جس طرح چاہیں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔آیت زیر بحث (آل عمران:123) میں بھی یہ لفظ مسلمانوں کی صرف اس وقت کی عددی و مادی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔اس میں اخلاقی ضعف و ذلت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔'' (تدبر قرآن، ج ۲، ص ۱۷۰)۔ اور صاحبؒ مترادفات القرآن فرماتے ہیں:''اَذِلَّۃٌ (ذلیل کی جمع) اس کی ضد اَعِزَّۃ ہے جو عَزِیْز کی جمع ہے۔ ہمارے ہاں عموماً ذلیل کے معنی رذیل، خسیس اور کمینہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور عَزِیْز کے معنی قریبی رشتہ دار۔ یہ دونوں مفہوم لغوی لحاظ سے غلط ہیں۔حقیقت میں ذلیل کے معنی زیر دست اور عَزِیْز کے معنی بالا دست ہیں۔ذَلِیْل کے مفہوم کا تصور عَزِیْز کے مقابلہ کے بغیر محال ہے۔قرآن کریم میں یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

ارشادِ باری ہے: ﴿ وَ لَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّ اَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ ۚ ﴾ (3/آل عمران:123) ''اور اللہ نے جنگِ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی جبکہ تم کمزور تھے۔'' (مترادفات القرآن،ص ۵۲۹)۔

اَذَلُّ — ج: اَذَلُّوۡنَ۔ اَذَلِّیۡنَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ کمزور۔ زیادہ ذلیل۔ ﴿ لَیُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡہَا الۡاَذَلَّ ؕ ﴾ (63/المنافقون:8) ''کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دے گا جس کا زور ہے، وہاں سے کمزور (ذلیل) لوگوں کو۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ ﴿۲۰﴾ ﴾ (58/المجادلۃ:20) ''بے شک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی وہ ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں گے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)

ذَلُوۡلٌ — ج: ذُلُلٌ۔ فَعُوۡلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ تابعدار۔ سدھایا ہوا۔ پست۔ مسخر۔ آسان۔ فرمانبردار اونٹنی جس پر آسانی اور سہولت سے سواری کی جا سکے، عرب اسے نَاقَۃٌ ذَلُوۡلٌ کہتے ہیں۔ ﴿ اِنَّہَا بَقَرَۃٌ لَّا ذَلُوۡلٌ تُثِیۡرُ الۡاَرۡضَ ﴾ (2/البقرۃ:71) ''بے شک وہ ایک گائے ہے، نہیں سدھائی گئی کہ وہ ہل چلائے زمین میں۔'' نوٹ کر لیں کہ ذَلُوۡلٌ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مونث کے لیے 'ۃ' لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی اسی لیے البقرۃ:71 میں بَقَرَۃٌ کی صفت کے لیے اس کے ساتھ 'ۃ' نہیں لگائی گئی۔ قرآن مجید میں یہ لفظ زمین کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ ہُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا ﴾ (67/الملک:15) ''وہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔ اس صورت میں اس سے مراد ہوتا ہے مسخر کی ہوئی زمین، نرم کی ہوئی زمین یا ہموار کی ہوئی زمین۔ ذَلُوۡلٌ کی جمع ذُلُلٌ آتی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ ثُمَّ کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ﴾ (16/النحل:69) ''پھر ہر (قسم کے) پھلوں سے (رس) چوستی پھر، پھر اپنے پروردگار کے راستوں میں چل جو تیرے لیے آسان ہیں۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔

(افعال) اِذۡلَالًا — ذلیل وخوار کرنا۔ ﴿ وَ تُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ ؕ ﴾ (3/آل عمران:26) ''تو جسے چاہے عزت دے اور تو جسے چاہے ذلت دے۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)

(تفعیل) تَذۡلِیۡلًا — ذلیل کرنا۔ تابع کرنا۔ پست کرنا۔ اختیار میں کرنا۔ ﴿ وَ ذَلَّلۡنٰہَا لَہُمۡ ﴾ (36/یٰسٓ:72) ''اور ہم نے تابعدار بنا دیا انہیں ان کا۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن) ﴿ وَ ذُلِّلَتۡ قُطُوۡفُہَا تَذۡلِیۡلًا ﴾ (76/الدھر:14) ''اور پست کر رکھے ہیں اس کے گچھے لٹکا کر۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) ''اور ان کے میوے ان کے بالکل اختیار میں ہوں گے۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)

س ک ن: البقرۃ آیت 35 دیکھیں۔

ب و ء

(ن) بَوۡءً — لغت میں اس کے تین معنی آتے ہیں۔ (۱) لوٹنا۔ پھرنا۔ (۲) مستحق ہونا۔ حق دار ہونا۔ (۳) کمانا۔ ﴿ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَ اللّٰہِ کَمَنۡۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ ﴾ (3/آل عمران:162) ''کیا پس وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے درپے ہے، اس شخص جیسا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لے کر لوٹتا ہے؟۔'' (ترجمہ احسن البیان)۔ ''کیا جو شخص رضائے الٰہی کا تابع ہے وہ بھلا اس جیسا ہو جائے گا جو غضب الٰہی کا مستحق ہے۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔ ''کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ کی مرضی کا برابر ہو سکتا ہے اُس کے جس نے کمایا غصہ اللہ کا۔'' (ترجمہ شیخ الہند)۔ آیت زیر مطالعہ میں بھی بَآءُوۡ کا ترجمہ پہلے اور

دوسرے معنی کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔﴿ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِکَ ﴾(5/المائدۃ:29)''میں تو یہی چاہتا ہوں کہ تو لوٹے میرے قتل کے گناہ اور اپنے پچھلے گناہ کے ساتھ۔''

(تفعیل) تَبۡوِیَۃً کسی کو ٹھکانا دینا۔ کسی مناسب مقام کا تعین کرنا۔ جگہ مقرر کرنا۔﴿ وَ الَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا فِی اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَنُبَوِّئَنَّہُمۡ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً ؕ﴾(16/النحل:41)''اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے ہجرت کی بعد اُس کے کہ اُن پر ظلم ہو چکا تھا ہم اُن کو دنیا میں بھی بہت اچھا ٹھکانا دیں گے۔''(ترجمہ ماجدیؒ)۔﴿ وَ اِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰہِیۡمَ مَکَانَ الۡبَیۡتِ ﴾(22/الحج:26)''اور یاد کرو جب ہم نے مقرر کر دی ابراہیمؑ کے لیے اس گھر کے (تعمیر کرنے) کی جگہ۔''(ترجمہ ضیاء القرآن)۔﴿ وَ اِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَہۡلِکَ تُبَوِّیٴُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ ؕ﴾(3/آل عمران:121)''اور یاد کرو (اے محبوبؐ) جب صبح سویرے رخصت ہوئے آپؐ اپنے گھروں سے (اور میدانِ اُحد میں) بٹھا رہے تھے مومنوں کو مورچوں پر جنگ کے لیے۔''(ترجمہ ضیاء القرآن)۔

مُبَوَّءً اسم المفعول ہے جو ظرف کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ٹھکانہ۔ اقامت کی جگہ۔﴿ وَ لَقَدۡ بَوَّاۡنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مُبَوَّاَ صِدۡقٍ ﴾(10/یونس:93)''اور یقیناً ہم نے ٹھکانہ دیا بنی اسرائیل کو، سچائی کا ٹھکانہ (یعنی بہترین ٹھکانہ)۔''

(تفعّل) تَبَوُّءً اقامت اختیار کرنا۔﴿ وَ کَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡہَا حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ﴾(12/یوسف:56)''اور اس طرح ہم نے اختیار دیا یوسفؑ کو اس زمین میں یعنی ملکِ مصر میں کہ وہ اقامت اختیار کریں اس میں جہاں وہ چاہیں۔'' حدیث مبارک میں فرمایا: مَنۡ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلۡیَتَبَوَّأۡ مَقۡعَدَہٗ مِنَ النَّارِ ''جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ لگائے اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے۔''(بحوالہ مفردات القرآن ج ا ص ۱۲۹)

غ ض ب: الفاتحہ آیت 7 دیکھیں۔	ء ل ہ: آیت بسم اللہ دیکھیں۔	ک و ن: البقرۃ آیت 10 دیکھیں۔
ک ف ر: البقرۃ آیت 6 دیکھیں۔	ق ت ل: البقرۃ آیت 54 دیکھیں۔	

ن ب و

(ن) نَبۡوَۃً بلند و بالا ہونا۔

نَبِیٌّ ج: نَبِیُّوۡنَ اور اَنۡبِیَاءُ۔ فَعِیۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ بلند و بالا۔ اعلیٰ وارفع۔ نبی کو نبی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ لوگوں میں معزز اور بلند اقتدار کا حامل ہوتا ہے۔﴿ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا ﴿ۙ۳۰﴾﴾(19/مریم:30)''بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے دی مجھے کتاب اور اس نے بنایا مجھے نبی۔''﴿ وَ مَاۤ اُوۡتِیَ النَّبِیُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّہِمۡ ۚ﴾(2/البقرۃ:136)''اور جو دیا گیا نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے۔''﴿ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِیَآءَ اللّٰہِ مِنۡ قَبۡلُ ﴾(2/البقرہ:91)''تو کیوں تم لوگ قتل کرتے تھے اللہ کے نبیوں کو اس سے پہلے۔'' مولانا مودودیؒ نَبِیٌّ کے لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''نَبِیٌّ کے معنی میں اہل لغت کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اس کو لفظ نَبَأ سے مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی خبر کے ہیں، اور اس اصل کے لحاظ سے نبی کے معنی ''خبر دینے والے'' کے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کا مادہ نبو ہے، یعنی رفعت اور بلندی۔ اور اس معنی کے لحاظ سے نبی کا مطلب ہے ''بلند مرتبہ'' اور ''عالی مقام''۔ ازہری نے کسائی سے ایک تیسرا قول بھی نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ لفظ دراصل نبیٔ ہے جس کے معنی طریق اور راستے کے ہیں اور انبیاء کو نبی اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف جانے کا راستہ ہیں۔ پس کسی شخص کو

''رسول نبی'' کہنے کا مطلب یا تو ''عالی مقام پیغمبر'' ہے یا ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں دینے والا پیغمبر'' یا پھر ''وہ پیغمبر جو اللہ کا راستہ بتانے والا ہے۔'' (تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۷۲)۔ البتہ نوٹ کر لیجئے کہ قرآن مجید میں کسی نبی کے لیے نَبِیْءٌ کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ نَبِیٌّ آیا ہے۔ خود حضورؐ نے بھی اپنے لیے نَبِیٌّ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے حضورؐ کو خطاب کر کے کہا یَا نَبِیْءَ اللّٰہِ، تو آپؐ نے ان کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا: ''لَسْتُ بِنَبِیْءِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ نَبِیُّ اللّٰہِ۔'' اب عربی میں نَبِیْءٌ کا لفظ جھوٹے مدعی نبوت کے لیے آتا ہے۔ جیسے تَنَبَّأَ مُسَیْلَمَۃُ (جھوٹا دعویٔ نبوت کیا مسیلمہ نے)۔

نُبُوَّۃٌ اسم ذات ہے۔ بلندی۔ سرفرازی۔ نبوت۔ نبوت کے اصطلاحی معنی ہیں لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو پیغمبری ملنا۔ ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ۚ﴾ (6/الانعام:89) ''یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے دی کتاب اور حکم اور نبوت۔''

غَیْرُ: الفاتحہ آیت 7 دیکھیں۔ ح ق ق: البقرۃ آیت 26 دیکھیں۔

ع ص ی

(ض) **عِصْیَانًا، عَصْیًا اور مَعْصِیَۃً** حکم عدولی کرنا۔ نافرمانی کرنا۔ اطاعت سے نکل جانا۔ ﴿فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ﴾ (73/المزمل:16) ''پس نافرمانی کی فرعون نے رسول کی۔'' ﴿فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (14/ابراہیم:36) ''پس جس جس نے پیروی کی میری تو بے شک وہ مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی میری تو یقینا تو بے انتہا بخشنے والا، ہر حال میں رحم کرنے والا ہے۔'' ﴿لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ﴾ (66/التحریم:6) ''نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جس کا اُس نے اُنہیں حکم دیا۔''

یَعْصِ مضارع مجزوم ہے۔ ﴿مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ؕ﴾ (33/الاحزاب:36) ''اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو وہ بھٹک گیا کھلی گمراہی میں۔''

عَصِیٌّ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ یا مبالغے کا صیغہ ہے۔ بڑا نافرمان۔ بہت حکم عدولی کرنے والا (اس میں ہمیشہ یا مسلسل نافرمانی کرنے کا مفہوم ہے)۔ ﴿اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ﴾ (19/مریم:44) ''بے شک شیطان رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے۔''

مَعْصِیَۃٌ مصدر میمی بھی ہے اور اسم بھی۔ مطلب ہے نافرمانی کرنا۔ اور نافرمانی، حکم عدولی۔ ﴿فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ﴾ (58/المجادلہ:9) ''تو تم لوگ باہم مشورہ مت کرو گناہ کا اور سرکشی کا اور ان رسولؐ کی نافرمانی کا۔''

عِصْیَانٌ مصدر کے علاوہ بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے۔ نافرمانی۔ گناہ۔ یہ لفظ اطاعت کی ضد ہے۔ ﴿وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ﴾ (49/الحجرات:7) ''اور قابل نفرت بنا دیا ہے تمہارے نزدیک کفر، فسق اور نافرمانی کو۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔

ع د و: البقرۃ آیت 36 دیکھیں۔

ترکیب

'وَ' عطف کا ہے اور اِذْ ظرف زمان ہے اور اس سے پہلے اُذْكُرُوْا محذوف ہے۔ قُلْتُمْ ماضی میں جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ يٰمُوْسٰى میں، يَا حرف نداء ہے اور موسیٰؑ منادیٰ۔ لَنْ نواصب مضارع میں سے ہے اسی لیے نَصْبِرَ حالت نصب میں ہے اور مضارع پر داخل ہو تو مستقبل میں زور دار نفی کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ متعلق ہے نَصْبِرَ کے۔ طَعَامٍ وَّاحِدٍ مرکب توصیفی ہے۔ فَادْعُ میں 'ف' استئنافیہ ہے۔ اُدْعُ فعل امر ہے۔ لَنَا متعلق فعل ہے اور رَبَّكَ مفعول ہے۔ اُدْعُ کا جواب امر ہونے کی وجہ سے يُخْرِجْ مجزوم ہوا ہے۔ لَنَا متعلق فعل ہے۔ مِمَّا مرکب ہے۔ مِنْ حرف جر اور 'مَا' اسم موصول کا۔ تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ جملہ فعلیہ صلہ ہے 'مَا' موصول کا اس میں تُنْۢبِتُ فعل ہے اور الْاَرْضُ اس کا فاعل ہے اور ضمیر عائد محذوف ہے یعنی مِمَّا تُنْۢبِتُهُ الْاَرْضُ، صلہ اور موصول مل کر حالت جر میں ہیں مِنْ کی وجہ سے اور جار مجرور مل کر متعلق ہیں يُخْرِجْ سے۔ مِنْۢ بَقْلِهَا میں 'مِنْ' بیانیہ ہے جو تفصیل یا وضاحت کے لیے آتا ہے۔ یہاں یہ مِمَّا میں اسم موصول 'مَا' کی وضاحت کر رہا ہے۔ بَقْلِهَا سے بَصَلِهَا تک سارے مرکب اضافی ہیں۔ سارے مضاف مِنْ کی وجہ سے حالت جر میں ہیں اور 'هَا' ضمیریں، اَلْاَرْضُ کے لیے ہیں۔ قَالَ، ماضی میں واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ میں 'اَ' استفہامیہ ہے۔ تَسْتَبْدِلُوْنَ مضارع میں جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اور اس کا فاعل اس میں شامل ضمیر اَنْتُمْ ہے۔ اَلَّذِيْ۔ اسم موصول ہے اور آگے جملہ اسمیہ هُوَ اَدْنٰى اس کا صلہ ہے اور صلہ اور موصول مل کر مفعول ہیں تَسْتَبْدِلُوْنَ کا۔ یعنی یہ وہ چیز ہے جو چاہی جا رہی ہے اور آگے 'بِ' صلے کے ساتھ اس چیز کا ذکر ہے جس کے بدلے میں چاہی جا رہی ہے۔ چنانچہ بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ میں 'بِ' حرف جر ہے اَلَّذِيْ اسم موصول اور جملہ اسمیہ هُوَ خَيْرٌ اس کا صلہ ہے۔ اور صلہ اور موصول مل کر مجرور ہیں 'بِ' کی وجہ سے۔ اِهْبِطُوْا۔ فعل امر ہے اور مِصْرًا مفعول بِهٖ ہے۔ فَاِنَّ میں 'ف' استئنافیہ ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ 'مَا' اسم موصول اور سَاَلْتُمْ جملہ فعلیہ اس کا صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر اِنَّ کا اسم ہے۔ اِس کی خبر محذوف ہے اور لَكُمْ قائم مقام خبر مقدم ہے۔ وَضُرِبَتْ میں 'وَ' استئنافیہ ہے۔ ضُرِبَتْ فعل مجہول ہے۔ عَلَيْهِمُ متعلق فعل ہے اور اَلذِّلَّةُ اور اَلْمَسْكَنَةُ نائب الفاعل ہیں۔ بَآءُوْ جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس کے واوُ الجمع کا الف خلاف قاعدہ گرا ہوا ہے۔ آگے بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اس سے متعلق ہے۔ ذٰلِكَ۔ مبتدا ہے اور اس سے ذلت اور مسکنت کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے اور بِاَنَّهُمْ سے شروع ہونے والا جملہ متعلق خبر ہے جو کہ اب قائم مقام خبر ہوگا۔ بِاَنَّهُمْ میں 'بِ' سببیہ ہے۔ اَنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ هُمْ اس کا اسم اور جملہ فعلیہ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اس کی خبر ہے۔ آگے 'وَ' عطف کا ہے اور جملہ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ، جملہ ماقبل پر عطف ہے۔ آگے ذٰلِكَ۔ مبتدا ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے بِمَا سے شروع ہونے والا جملہ متعلق خبر ہے۔ جو کہ اب قائم مقام خبر ہوگا۔ بِمَا میں 'بِ' سببیہ ہے۔ 'مَا' مصدریہ ہے جس نے اگلے فعل کے ساتھ مل کر مصدری معنی پیدا کر دیئے ہیں۔ یہاں ذٰلِكَ کا اشارہ بھی ذلت اور مسکنت کی طرف ہے۔ آگے 'وَ' عطف کا ہے، كَانَ کا اسم اس میں شامل ضمیر ہے اور جملہ فعلیہ يَعْتَدُوْنَ، كَانَ کی خبر ہے۔ اس جملے میں بھی 'مَا' مصدریہ کی وجہ سے مصدری معنی پیدا ہو گئے ہیں اور یہ جملہ اِن معنوں میں ہے ذٰلِكَ بِعِصْيَانِهِمْ وَ بِكَوْنِهِمْ يَعْتَدُوْنَ۔ (واللہ اعلم)۔

ترجمہ

البقرۃ:61

وَاِذْ قُلْتُمْ	يٰمُوْسٰى	لَنْ نَّصْبِرَ	عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ
اور (یاد کرو) جب کہا تم نے	اے موسیٰؑ	ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے	ایک ہی طرح کے کھانے پر

فَادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُخْرِجْ لَنَا	مِمَّا
پس آپؑ پکاریئے	ہمارے لیے	اپنے رب کو	کہ وہ نکالے ہمارے لیے	اس میں سے جو

تُنْۢبِتُ	الْاَرْضُ	مِنْۢ	بَقْلِهَا	وَقِثَّآئِهَا	وَفُوْمِهَا
اُگاتی ہے	زمین	جیسے کہ	اس کی سبزی	اور اس کی ککڑی	اور اس کی گندم/لہسن

وَعَدَسِهَا	وَبَصَلِهَا ؕ	قَالَ	اَتَسْتَبْدِلُوْنَ
اور اس کی مسور	اور اس کا پیاز	انہوںؑ نے کہا	کیا تم تبدیلی میں چاہتے ہو

الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی	بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ	اِهْبِطُوْا	مِصْرًا	فَاِنَّ
اس کو جو کمتر ہے	اس کے بدلے جو بہتر ہے	تم اترو	کسی شہر میں	تو یقیناً

لَكُمْ	مَّا سَاَلْتُمْ ؕ	وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ	الذِّلَّةُ	وَالْمَسْكَنَةُ ۗ
تمہارے لیے ہے	وہ جو تم نے مانگا	اور ان پر تھوپ دی گئی	ذلت	اور محتاجی

وَبَآءُوْ	بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
اور وہ لوگ لوٹے / مستحق ہو گئے	اللہ کے غضب کے ساتھ / اللہ کے غضب کے	یہ اس لیے کہ وہ

كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ	بِاٰیٰتِ اللّٰهِ	وَیَقْتُلُوْنَ	النَّبِیّٖنَ	بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ
انکار کیا کرتے تھے	اللہ کی آیات کا	اور قتل کیا کرتے تھے	نبیوں کو	ناحق

ذٰلِكَ بِمَا	عَصَوْا	وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ
یہ اس سبب سے جو	انہوں نے نافرمانی کی	اور جو وہ حد سے تجاوز کیا کرتے تھے

نوٹ آیت کی ترکیب میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ لفظ بَآءُوْ میں الف خلافِ قاعدہ محذوف ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھ لیں۔ ابتداءً جب قرآن مجید لکھا گیا تو کچھ الفاظ اس طرح نہیں لکھے گئے جیسے عام عربی میں لکھے جاتے ہیں۔ مثلاً صَلَاۃٌ کے بجائے صَلٰوۃٌ۔ اسی طرح واو الجمع کا لفظ بعض مقامات پر یا تو خلافِ قاعدہ لکھا گیا ہے یا محذوف ہے۔ اب یہ تحقیق و تفتیش کہ ایسا کیوں ہوا، ایک ایسی سعی ہے جس کا حاصل کچھ نہیں ہے۔ البتہ اس حوالے سے جو بات سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ ابتداءً قرآن مجید جس طرح لکھا گیا تھا، آج تک اسے اسی طرح لکھا جا رہا ہے (اسے رسم عثمانی کہا جاتا ہے)۔ اصول یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس مقام پر جو لفظ جس طرح لکھا ہے، اس مقام پر وہی قرآن کا درست املا ہے۔ کسی لفظ کو مروجہ عربی کے مطابق لکھنا یا کسی خلافِ قاعدہ لفظ کو درست کر کے قاعدے کے مطابق لکھنا قرآن مجید کا غلط املا شمار کیا جاتا ہے۔ جیسے تَتَذَكَّرُوْنَ اور تَذَكَّرُوْنَ ایک ہی لفظ ہے اور اسے دونوں طرح لکھنا درست ہے۔ لیکن قرآن مجید میں جس مقام پر تَتَذَكَّرُوْنَ لکھا ہے وہاں تَذَكَّرُوْنَ لکھنا اور پڑھنا غلط ہے اور جہاں تَذَكَّرُوْنَ لکھا ہے وہاں تَتَذَكَّرُوْنَ لکھنا اور پڑھنا غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگوں کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے اتنے غیر لچکدار (RIGID) اصول وضع کر کے قرآن مجید کو تحریف سے محفوظ رکھنے کا انتظام کیا۔ (از لطف الرحمٰن خان صاحب)

آیت:62

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَادُوۡا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾ ﴾

ء م ن: البقرۃ آیت 3 دیکھیں۔

ھ و د

(ن) هَوۡدًا — (ا) توبہ کرنا۔ رجوع کرنا۔ حق کی طرف لوٹنا۔ (۲) یہودی ہونا۔ یہودی بننا۔ ﴿ اِنَّا هُدۡنَاۤ اِلَیۡكَ ﴾(7/ الاعراف:156) ’’بے شک ہم نے رجوع کیا تیری طرف۔‘‘ ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ هَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ اَوۡلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ ﴾(62/ جمعہ:6) ’’اے لوگو جو یہودی ہوئے اگر تم کو زعم ہے کہ تم لوگ اللہ کے دوست ہو، دوسروں کے سوا، تو تم لوگ تمنا کرو موت کی۔‘‘

اَلَّذِیۡنَ هَادُوۡا — اس آیت مبارکہ میں اَلَّذِیۡنَ هَادُوۡا کی اصطلاح پہلی مرتبہ آئی ہے۔ مناسب ہے کہ اس کی وضاحت کر دی جائے۔ حضرت مولانا مودودیؒ سورۃ الجمعۃ کی آیت نمبر 6 ﴿ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ هَادُوۡۤا ﴾ کے تحت فرماتے ہیں: ’’یہ نکتہ قابل توجہ ہے ’’اے یہودیو‘‘ نہیں کہا ہے بلکہ ’’اے وہ لوگو جو یہودی بن گئے ہو‘‘ یا ’’جنہوں نے یہودیت اختیار کر لی ہے‘‘ فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل دین جو موسیٰؑ اور ان سے پہلے اور بعد کے انبیاء لائے تھے وہ تو اسلام ہی تھا۔ ان انبیاء میں سے کوئی بھی یہودی نہ تھا، اور نہ ان کے زمانے میں یہودیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ مذہب اِس نام کے ساتھ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ یہ اُس خاندان کی طرف منسوب ہے جو حضرت یعقوبؑ کے چوتھے بیٹے یہوداہ کی نسل سے تھا۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد جب سلطنت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی تو یہ خاندان اُس ریاست کا مالک ہوا جو یہودیہ کے نام سے موسوم ہوئی، اور بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں نے اپنی الگ ریاست قائم کر لی جو سامریہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر اسیریا نے نہ صرف یہ کہ سامریہ کو برباد کر دیا بلکہ اُن اسرائیلی قبیلوں کا بھی نام ونشان مٹا دیا جو اس ریاست کے بانی تھے۔ اس کے بعد صرف یہوداہ، اور اس کے ساتھ بنِ یامین کی نسل باقی رہ گئی جس پر یہوداہ کی نسل کے غلبے کی وجہ سے ’’یہود‘‘ ہی کے لفظ کا اطلاق ہونے لگا۔ اس نسل کے اندر کاہنوں اور ربیوں اور اَحبار نے اپنے اپنے خیالات ونظریات اور رُجحانات کے مطابق عقائد اور رسوم اور مذہبی ضوابط کا جو ڈھانچہ صدہا برس میں تیار کیا اس کا نام یہودیت ہے۔ یہ ڈھانچہ چوتھی صدی قبل مسیح سے بننا شروع ہوا اور پانچویں صدی عیسوی تک بنتا رہا۔ اللہ کے رسولوں کی لائی ہوئی ربانی ہدایت کا بہت تھوڑا ہی عنصر اس میں شامل ہے۔ اور اس کا حلیہ بھی اچھا خاصا بگڑ چکا ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ان کو اَلَّذِیۡنَ هَادُوۡا کہہ کر خطاب کیا گیا ہے، یعنی ’’اے وہ لوگو جو یہودی بن کر رہ گئے ہو۔‘‘ ان میں سب کے سب اسرائیلی ہی نہ تھے، بلکہ وہ غیر اسرائیلی لوگ بھی تھے جنہوں نے یہودیت قبول کر لی تھی۔ قرآن میں جہاں بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے وہاں ’’اے بنی اسرائیل‘‘ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اور جہاں مذہب یہود

کے پیرووں کو خطاب کیا گیا ہے وہاں اَلَّذِیۡنَ ھَادُوۡا کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔'' (تفہیم القرآن، ج۵ ص۴۸۹) اور مولانا عبدالماجد دریابادیؒ فرماتے ہیں ''اَلَّذِیۡنَ ھَادُوۡا '''' اور جولوگ یہودی ہوئے'' یعنی جو لوگ دین یہودیت کے پیرو ہیں۔ خواہ پہلے سے یہودی چلے آ رہے ہوں یا پہلے مشرک تھے اب یہود کے عقیدے اور شعار اختیار کر لیے ہوں۔ اب تک ذکر بنی اسرائیل کے نام کے ایک خاندان کا چلا آ رہا تھا۔ اب ذکر ان کے مسلک اور عقیدوں کا شروع ہوتا ہے اور پہلی بار لفظ اَلَّذِیۡنَ ھَادُوۡا آیا ہے۔ مذہب یہود ایک نسلی مذہب ہے۔ تبلیغی مذہب نہیں کسی غیر اسرائیلی کو باضابطہ یہودی بنانے کا طریقہ ان کے ہاں نہیں لیکن عرب میں متعدد قبیلے ایسے آباد تھے جو نہ پیدائشی یہودی تھے اور نہ نسلاً اسرائیلی۔ بلکہ عرب یا بنی اسمٰعیل تھے۔ لیکن یہود کی صحبت سے متاثر، اور ان کے علوم سے مرعوب ہو کر انہوں نے پہلے یہود کے طور طریقے اور پھر اُن کے عقیدے اختیار کر لیے اور رفتہ رفتہ اُن کا شمار بھی یہودی آبادی میں ہونے لگا۔'' (تفسیر ماجدی ص ۴۳ تلخیصاً)

هُوْدٌ یہ اسم الفاعل ھَائِدٌ کی جمع ہے یعنی توبہ کرنے والا۔ رجوع کرنے والا۔ قرآن مجید میں یہ اسم علم کے طور پر آیا ہے۔ (۱) بنی اسرائیل کا فرد۔ یہودی۔ ھَادَ کے معنی نرمی کے ساتھ آہستہ آہستہ رجوع کرنا بھی ہے اور یہودی ہونا بھی۔ تورات کو تلاوت کے وقت آہستہ آہستہ اور جھوم کر پڑھنے سے ان کا نام یہودی ہوا (مفردات) اور بعض لوگوں کے خیال کے مطابق ان کی نسبت حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یہودا کی طرف ہے۔ اور بعض بزرگوں کے مطابق بچھڑے کی پرستش سے توبہ کرنے کی وجہ سے یہودی کہلائے۔ ﴿وَقَالُوۡا كُوۡنُوۡا هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى تَهۡتَدُوۡا﴾ (2/البقرۃ:135) ''اور ان لوگوں نے کہا کہ تم لوگ ہو جاؤ یہودی یا عیسائی تو تم لوگ ہدایت پاؤ گے۔'' (۲) حضرت ھودؑ کا نام۔ ﴿كَذَّبَتۡ عَادُ ٱلۡمُرۡسَلِينَ ۝١٢٣ إِذۡ قَالَ لَهُمۡ أَخُوهُمۡ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝١٢٤﴾ (26/الشعراء:123-124) ''جھٹلایا قوم عاد نے بھیجے ہوؤں کو یعنی رسولوں کو۔ جب کہا ان سے ان کے بھائی ھودؑ نے کہ تم لوگ اللہ کی ناراضگی سے کیوں نہیں ڈرتے۔''

يَهُوْدِيٌّ ج: يَهُوْدُ۔ اسم نسبت ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی پیروی کرنے والا۔ مذہب یہود رکھنے والا۔ یہودی۔ ﴿مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا﴾ (3/آل عمران:67) ''حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ عیسائی۔'' ﴿وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ لَيۡسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىۡءٍ﴾ (2/البقرۃ:113) ''اور یہودیوں نے کہا کہ عیسائی کسی چیز پر نہیں ہیں۔''

ن ص ر: البقرۃ آیت 48 دیکھیں۔

ص ب ء

(ف) **صَبَأَ** مذہب تبدیل کرنا۔ بے دین ہونا۔ جب کوئی شخص اسلام لاتا تھا تو کفار کہتے تھے قَدْ صَبَأَ وہ دین سے پھر گیا۔

صَابِئٌ ج: صَابِئُوْنَ۔ اسم الفاعل ہے۔ مذہب تبدیل کرنے والا۔ بے دین ہونے والا۔ صابی مذہب کا پیروکار۔ آیت زیرِ مطالعہ۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ فرماتے ہیں: ''صابی کے لفظی معنی ہیں جو کوئی بھی اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں آ جائے یا اُس کی طرف مائل ہو جائے۔ اصطلاح میں صابیون (Sabians) کے نام کا ایک مذہبی فرقہ تھا جو عرب کے شمال و مشرق میں شام و عراق کی سرحد پر آباد تھا۔ یہ لوگ دین توحید اور عقیدۂ رسالت کے قائل تھے اور اس لیے اصلاً اہل کتاب تھے، اپنے کو ''نصارائے یحییٰ'' کہتے تھے۔ گویا حضرت یحییٰؑ کی اُمت تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے مبصر و نکتہ رس خلیفۂ راشد اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے محقق صحابی نے صابیوں کا شمار اہل کتاب میں کیا ہے اور حضرت عمرؓ نے ان کا ذبیحہ بھی حلال مانا ہے۔ تابعین میں سے متعدد اکابر ان کے اہل کتاب یا موحد ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔

اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ جو خود بھی عراقی تھے اور اس لیے صابیوں سے براہِ راست واقفیت کا موقع رکھتے تھے، ان کا فتویٰ ہے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کے ہاں کی عورتوں سے نکاح بھی جائز۔ (تفسیر ماجدی، ص ۴۳ ملخصاً)۔

صاحبؒ احسن البیان فرماتے ہیں: ''صَابِئِیْنَ، صَابِیءٌ کی جمع ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو یقیناً ابتداءً کسی دینِ حق کے پیرو رہے ہوں گے اسی لیے قرآن میں یہودیت وعیسائیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ہے لیکن بعد میں ان کے اندر فرشتہ پرستی اور ستارہ پرستی آ گئی، یا یہ کسی بھی دین کے پیرو نہ رہے۔ اسی لیے لامذہب لوگوں کو صابی کہا جانے لگا۔'' (احسن البیان، ص ۲۷)

مَنْ: البقرۃ آیت 8 دیکھیں۔	ء ل ہ: آیت بسم اللہ دیکھیں۔	یَوْمٌ: الفاتحہ آیت 3 دیکھیں۔
ء خ ر: البقرۃ آیت 4 دیکھیں۔	ع م ل: البقرۃ آیت 25 دیکھیں۔	ص ل ح: البقرۃ آیت 11 دیکھیں۔

ء ج ر

(ن) **اَجْرًا اور اُجْرَۃً** بدلہ دینا، خواہ وہ بدلہ دنیاوی ہو یا اُخروی۔ مزدوری دینا۔ کسی کی مزدوری کرنا۔ ﴿اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ﴾ (28/القصص:27) ''بے شک میں ارادہ کرتا ہوں کہ میں نکاح کردوں تجھ سے دو میں سے اپنی ایک بیٹی کا، اس پر کہ تو مزدوری کرے میری آٹھ برس۔''

اَجْرٌ ج: اُجُوْرٌ۔ اسم ذات بھی ہے۔ کسی کام کا بدلہ۔ اجرت۔ مزدوری۔ یہ دنیا اور آخرت، دونوں جگہ کے بدلے کے لیے آتا ہے لیکن صرف اچھے بدلے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ برے بدلے کے لیے نہیں آتا۔ جبکہ لفظ جزاء اچھے اور برے، دونوں طرح کے بدلے کے لیے آتا ہے۔ ﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ (16/النحل:41) ''اور یقیناً آخرت کا بدلہ سب سے بڑا ہے کاش وہ لوگ جانتے ہوتے۔'' ﴿اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ (4/النساء:152) ''یہ لوگ ہیں، وہ عنقریب دے گا ان کو ان کے بدلے۔'' قرآن مجید میں اُجُوْر کا لفظ کنایۃً عورتوں کے مہر کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ فرمایا: ﴿وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (4/النساء:25) ''اور دو ان کے مہر موافق دستور کے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

(استفعال) **اِسْتِئْجَارًا** کسی کو مزدوری پر رکھنا۔ ﴿اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ﴾ (28/القصص:26) ''یقیناً وہ بہتر ہے جس کو آپ نے مزدوری پر رکھا۔''

اِسْتَاْجِرْ فعل امر ہے۔ تو مزدوری پر رکھ۔ ﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ﴾ (28/القصص:26) ''کہا دو میں سے ایک نے اے میرے والد! آپ مزدوری پر رکھیں اس کو۔''

عِنْدَ: البقرۃ آیت 54 دیکھیں۔	ر ب ب: الفاتحہ آیت 1 دیکھیں۔	خ و ف: البقرۃ آیت 38 دیکھیں۔
ح ز ن: البقرۃ آیت 38 دیکھیں۔		

ترکیب

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے اَلصَّابِئِيْنَ تک پورا جملہ اِنَّ کا اسم ہے۔ مَنْ اٰمَنَ سے عَمِلَ صَالِحًا تک جملہ شرطیہ ہے۔ فَلَهُمْ سے يَحْزَنُوْنَ تک جواب شرط ہے۔ یہ شرط اور جواب شرط مل کر اِنَّ کی خبر ہے۔

مَنْ اٰمَنَ کے بعد مِنْهُمْ محذوف ہے، اس کو حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے ترجمے میں واضح کیا ہے، فرماتے ہیں ''جو ایمان لایا (ان میں سے) اللہ پر......''۔ مَنْ اصلاً واحد لفظ ہے لیکن جمع کے معنی بھی دیتا ہے اور یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے۔ اس لیے لفظی رعایت کے تحت اٰمَنَ واحد کا صیغہ آیا ہے پھر

معنوی رعایت کے تحت جواب شرط لَھُمْ میں جمع کی ضمیر ھُمْ آئی ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیعؒ آیت کے آخری حصے فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ کے متعلق فرماتے ہیں: ''خوف کی نفی تو عام انداز میں کر دی گئی، مگر حزن کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ لَا حُزْنَ عَلَیْھِمْ، بلکہ بصیغۂ فعل لایا گیا، اور اُس کی ضمیر فاعل کو مقدم کر کے وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ فرمایا گیا، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ کسی چیز یا مراد کے فوت ہونے کے غم سے آزاد ہونا صرف انہی اولیاء اللہ کا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات کی مکمل پیروی کرنے والے ہیں، ان کے سوا کوئی انسان اس غم سے نہیں بچ سکتا۔'' (معارف القرآن، ج ۱ص ۲۰۲)

ترجمہ	اِنَّ الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَالَّذِیْنَ	ھَادُوْا	وَالنَّصٰرٰی
البقرۃ:62	بے شک جو لوگ	ایمان لائے	اور وہ لوگ جو	یہودی ہوئے	اور نصرانی ہوئے

وَالصّٰبِئِیْنَ	مَنْ اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
اور صابئی ہوئے	جو ایمان لایا (ان میں سے)	اللہ پر	اور آخری دن پر

وَعَمِلَ صَالِحًا	فَلَھُمْ	اَجْرُھُمْ	عِنْدَ رَبِّھِمْ	وَلَا خَوْفٌ
اور عمل کیے نیک	تو ان کے لیے ہے	ان کا اجر	ان کے رب کے پاس	اور کچھ خوف نہیں ہے

عَلَیْھِمْ	وَلَا ھُمْ	یَحْزَنُوْنَ
ان پر	اور نہ ہی وہ لوگ	غمگین ہوں گے

نوٹ اس آیت کے متعلق مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں: ''سلسلۂ عبارت کو پیشِ نظر رکھنے سے یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں ایمان اور اعمال صالحہ کی تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں ہے کہ کن کن باتوں کو آدمی مانے اور کیا کیا اعمال کرے تو خدا کے ہاں اجر کا مستحق ہو۔ یہ چیزیں اپنے اپنے موقع پر تفصیل کے ساتھ آئیں گی۔ یہاں تو یہودیوں کے اِس زعمِ باطل کی تردید مقصود ہے کہ وہ صرف یہودی گروہ کو نجات کا اجارہ دار سمجھتے تھے۔ وہ اس خیالِ خام میں مبتلا تھے کہ ان کے گروہ سے اللہ کا کوئی خاص رشتہ ہے جو دوسرے انسانوں سے نہیں ہے، لہٰذا جو ان کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے وہ خواہ اعمال اور عقائد کے لحاظ سے کیسا ہی ہو، بہرحال نجات اس کے لیے مقدر ہے اور باقی تمام انسان جو ان کے گروہ سے باہر ہیں وہ صرف جہنم کا ایندھن بننے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کے ہاں اصل چیز تمہاری یہ گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ وہاں جو کچھ اعتبار ہے، وہ ایمان اور عمل صالح کا ہے۔ جو انسان بھی یہ چیز لے کر حاضر ہو گا وہ اپنے رب سے اپنا اجر پائے گا۔ خدا کے ہاں فیصلہ آدمی کی صفات پر ہو گا نہ کہ تمہاری مردم شماری کے رجسٹروں پر۔'' (تفہیم القرآن، ج ۱ص ۸۲)

آیت:63

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾﴾

اِذْ: البقرۃ آیت 30 دیکھیں۔	ءخ ذ: البقرۃ آیت 48 دیکھیں۔	وث ق: البقرۃ آیت 27 دیکھیں۔

ر ف ع

(ف) رَفْعًا اٹھانا۔ بلند کرنا۔ یہ حسّی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً حسّی طور پر بلند کرنے کے لیے آیت زیر مطالعہ

میں فرمایا:﴿ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ﴾ ’’اور بلند کیا ہم نے تمہارے اوپر طور کو۔‘‘ یا فرمایا: ﴿ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ ﴾(2/البقرۃ:127)’’اور یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیمؑ بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیلؑ بھی۔‘‘ (ترجمہ ضیاء القرآن)۔اور معنوی طور پر بلند کرنے کے لیے فرمایا:﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ ﴾(94/ الم نشرح:4)’’اور ہم نے بلند کیا آپؐ کے لیے آپؐ کے ذکر کو۔‘‘ یا فرمایا:﴿ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ﴾ (6/الانعام:165)’’اور بلند کیا ہے تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں۔‘‘ (ترجمہ ضیاء القرآن)۔آواز کے متعلق استعمال ہو تو مطلب ہوتا ہے آواز اونچی کرنا۔جیسے فرمایا:﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﴾ (49/الحجرات:2)’’اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریمؐ کی آواز سے۔‘‘

رَفِيْعٌ — فَعِيْلٌ کا وزن ہے اسم الفاعل کے معنی میں۔ اٹھانے والا۔ بلند کرنے والا۔﴿ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ ﴾ (40/مومن:15)’’درجات کا بلند کرنے والا، عرش والا۔‘‘

رَافِعٌ — مؤنث: رَافِعَةٌ۔اسم الفاعل ہے۔ اٹھانے والا۔ بلند کرنے والا۔﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ﴾(3/آل عمران:55)’’جب کہا اللہ نے اے عیسیٰؑ! میں پورا پورا لینے والا ہوں آپؑ کو اور اٹھانے والا ہوں آپؑ کو اپنی طرف۔‘‘﴿ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ ﴾(56/الواقعہ:3)’’پست کرنے والی، بلند کرنے والی۔‘‘

مَرْفُوْعٌ — مؤنث: مَرْفُوْعَةٌ۔ اسم المفعول ہے۔ بلند کیا ہوا۔﴿ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ ﴾(52/الطور:5)’’قسم ہے بلند کی ہوئی چھت یعنی آسمان کی۔‘‘﴿ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ ﴾(80/عبس:13-14)’’عزت دیے ہوئے، بلند کیے ہوئے، پاک کیے ہوئے صحیفوں میں۔‘‘

فَوْقَ: البقرۃ آیت 20 دیکھیں۔

ط و ر

(ن) طَوْرًا نًا، طَوْرًا — قریب ہونا۔ نزدیک ہونا۔ عربی میں کہتے ہیں لَا اَطُوْرُ بِهٖ میں اس کے قریب تک نہیں جاؤں گا۔

طَوْرٌ — ج: اَطْوَارٌ۔ بنیادی مفہوم ہے حد و اندازہ۔ پھر مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: حالت۔ مرحلہ۔ طرح طرح سے۔ منزل۔ ہیئت۔ باری۔ عربی میں کہا جاتا ہے عَدَا طَوْرَهٗ۔ وہ اپنی حد سے بڑھ گیا۔ وَجَاوَزَ طَوْرَهٗ اور وہ اپنے اندازے سے تجاوز کر گیا۔ اَتَيْتُهٗ طَوْرًا بَعْدَ طَوْرٍ میں اس کے پاس بار بار آیا۔ فَعَلَ كَذَا طَوْرًا بَعْدَ طَوْرٍ اس نے یہ کام ایک بار کے بعد دوسری بار کیا۔ عربی میں اَلنَّاسُ اَطْوَارٌ کے معنی ہیں لوگ مختلف قسم اور حالات کے ہیں۔ قرآنِ مجید میں فرمایا:﴿ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ ﴾(71/نوح:14)’’اور اس نے بنایا تم کو طرح طرح سے۔‘‘ (ترجمہ شیخ الہندؒ) ’’حالانکہ اس نے تمہیں کئی مرحلوں سے گزار کر پیدا کیا ہے۔‘‘ (ترجمہ ضیاء القرآن)۔اس آیت مبارکہ میں اطوار کے معنی طرح طرح کی شکل و صورت کے بھی ہو سکتے ہیں یا یہ کہ انسان ماں کے پیٹ میں جو طرح طرح کی حالتیں اور شکلیں بدلتا ہے یعنی نطفہ، علقہ، مضغہ وغیرہ اس کی طرف اشارہ ہو یا یہ کہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک جو مختلف مراحل طے کرتا ہے اور جتنے ادوار سے گزرتا ہے، وہ مراد ہوں۔ اگر یہ سب معانی بھی مراد لے لیے جائیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ (واللہ اعلم)۔

اَلطُّوْرُ جزیرہ نمائے سیناء کے ایک مخصوص و متعین پہاڑ کا نام جیسے طور سینین (التین:2) اور طور سِیناء یا طور سَیناء (المومنون:20) بھی کہتے ہیں۔ عربی زبان میں طور کے معنی پہاڑ کے ہیں البتہ علمائے کرام نے وضاحت کی ہے کہ اُس پہاڑ کو طور کہتے ہیں جو سرسبز و شاداب ہو، خشک پہاڑ کو طور نہیں کہتے۔ اب طور اس پہاڑ کو کہا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا، جہاں انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا، ید بیضاء اور عصا کے معجزات جہاں دیے گئے اور جہاں آپؑ کو الواح تورات عطا کی گئیں۔ اسی پہاڑ کو حضرت جبرائیلؑ نے بنی اسرائیل کے سروں پر لا کھڑا کیا تھا۔ قرآن مجید میں دو مقامات پر اسی پہاڑ کی قسم کھائی گئی ہے۔ ﴿وَالطُّوْرِ ۝﴾ (52/الطور:1) ’’قسم ہے طور کی۔‘‘ ﴿وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝﴾ (95/التین:2) ’’اور (قسم ہے) طور سینین کی۔‘‘ مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ فرماتے ہیں: ’’الطُّوْرَ۔ طور، مطلق پہاڑ کو بھی کہتے ہیں اور جزیرہ نمائے سینا کے ایک مخصوص و متعین پہاڑ کا بھی نام ہے۔ جدید جغرافیہ نویس کہتے ہیں کہ طور کا اطلاق جزیرہ نمائے سینا کے متعدد پہاڑوں پر ہوتا ہے۔ لیکن حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے سلسلہ میں جبل طور سے مراد جبل سینا ہوتا ہے۔ لیکن خود جبل سینا کی کوئی ایک چوٹی نہیں، متعدد چوٹیاں ہیں۔ انہیں میں سے کسی کا نام طور ہوگا۔‘‘ (تفسیر ماجدیؒ، ص ۳۶)

ع ت ی: البقرۃ آیت 23 دیکھیں۔

ق و ی

(س) **قُوَّۃً** طاقت ور ہونا۔ مضبوط ہونا۔ کسی کام کی قدرت رکھنا۔ کسی چیز کی قابلیت یا صلاحیت ہونا۔ اگر یہ مادہ باب نَصَرَ سے استعمال ہو تو مطلب ہوتا ہے غالب آنا۔ قَوِیْتُہٗ میں لڑائی میں اس پر غالب آیا۔ اگر باب سَمِعَ سے استعمال ہو تو مطلب ہوتا ہے طاقتور ہونا۔ سخت بھوکا ہونا۔ مکان کا خالی ہونا، بارش کا رک جانا۔ قَوِیَ وہ طاقتور ہو گیا یا سخت بھوکا ہو گیا، قَوِیَ الدَّارُ مکان خالی ہو گیا۔ قَوِیَ الْمَطَرُ بارش رُک گئی۔ البتہ قرآن مجید میں یہ لفظ طاقت ور ہونا اور کسی کام کی قدرت رکھنا کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔ (واللہ اعلم)۔

قُوَّۃٌ ج: قُوًی۔ اسم ذات بھی ہے۔ طاقت۔ زور۔ اس کی ضد ضعف ہے۔ قرآن مجید میں قوۃ کا لفظ کئی طرح کے معنوں میں استعمال ہوا ہے مثلاً، بدنی قوت کے لیے جیسے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ﴾ (41/حٰمٓ السجدۃ:15) ’’اور (عاد) کہنے لگے ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے۔‘‘ اندرونی قلبی طاقت کے لیے جیسے فرمایا: ﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ﴾ (19/مریم:12) ’’اے یحییٰؑ پکڑ لو اس کتاب کو مضبوطی سے۔‘‘ یعنی پورے عزم اور حوصلے سے کتاب الٰہی پر عمل کرو۔ خارجی بیرونی طاقت کے لیے جیسے فرمایا: ﴿قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً﴾ (11/ھود:80) ’’حضرت لوطؑ نے کہا اے کاش! میرے پاس تمہارے مقابلے کی قوت ہوتی۔‘‘ چنانچہ بعض بزرگوں نے اس جگہ قوت سے فوجی یا مالی طاقت مراد لی ہے (مفردات)۔ نیز فرمایا: ﴿نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ﴾ (27/النمل:33) ’’ہم طاقت والے ہیں۔‘‘ یعنی جسمانی طاقت کے علاوہ ہم کو فوجی، مالی ہر طرح کی طاقت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کے لیے جیسے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝﴾ (51/الذاریات:58) ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی (سب کو) روزی دینے والا، قوت والا (اور) زور والا ہے۔‘‘ (ترجمہ ضیاء القرآن)۔ اِس کی جمع قُوًی آتی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝﴾ (53/النجم:5) ’’اس کو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے۔‘‘ (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

	قَوِیٌّ	فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ طاقتور۔ قدرت والا۔ ﴿وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ۝﴾ (27/النمل:39) ''اور یقیناً میں اس کو (اٹھالانے کی) طاقت بھی رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔'' ﴿اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝﴾ (57/الحدید:25) ''بے شک اللہ تعالیٰ طاقت ور اور غالب ہے۔''
(افعال)	اِقْوَاءً	محتاج ہونا۔ ضرورت مند ہونا۔ بنجر زمین پر قیام کرنا۔ پیر کرم شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ''قِوَاءٌ اس زمین کو کہتے ہیں جو بنجر اُجاڑ ہو اور آبادی سے بہت دُور ہو۔ اِقْوَاءٌ کا معنی ہے ایسی بنجر اجاڑ زمین میں فروکش ہونا (یعنی قیام کرنا)۔ اسی لیے مسافر کو مُقْوِی کہتے ہیں، کیونکہ بسا اوقات سفر میں انہیں ایسے مقامات پر فروکش ہونا پڑتا ہے (یعنی قیام کرنا پڑتا ہے) جہاں پانی وغیرہ دستیاب نہیں ہوتا۔'' (ضیاء القرآن، ج۵،ص۹۹)
	مُقْوِی	ج: مُقْوُوْنَ۔ مُقْوِیْنَ۔ اسم الفاعل ہے۔ محتاج۔ ضرورت مند۔ مسافر۔ ﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْکِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ۝﴾ (56/الواقعہ:73) ''ہم نے بنایا اس کو یاددہانی اور برتنے کا سامان ضرورت مندوں/ مسافروں کے لیے۔'' صاحبؒ احسن البیان فرماتے ہیں: ''مُقْوِیْنَ، مُقْوِی کی جمع ہے، قِوَآءٌ یعنی خالی صحرا میں داخل ہونے والا، مراد مسافر ہے۔ یعنی مسافر صحراؤں اور جنگلوں میں ان درختوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ان سے روشنی، گرمی اور ایندھن حاصل کرتے ہیں۔ بعض نے مُقْوِیْنَ سے وہ فقراء مراد لیے ہیں جو بھوک کی وجہ سے خالی پیٹ ہوں۔ بعض نے اس کے معنی مُسْتَمْتِعِیْنَ (فائدہ اٹھانے والے) کیے ہیں۔ اس میں امیر، غریب، مقیم اور مسافر سب آجاتے ہیں اور سب ہی آگ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔'' (تفسیر احسن البیان، ص۱۵۲۸)

ترکیب

'وَ' حرف عطف ہے۔ اِذْ ظرف زمان ہے اور اس سے پہلے اُذْکُرُوْا محذوف ہے۔ اَخَذْنَا، ماضی میں جمع متکلم کا صیغہ ہے اور اس کا فاعل اس میں شامل ضمیر نَحْنُ ہے۔ مِیْثَاقَکُمْ اس کا مفعول ہے۔ وَرَفَعْنَا میں 'وَ' عطف کا ہے اور رَفَعْنَا کا فاعل اس میں شامل نَحْنُ کی ضمیر ہے۔ اور الطُّوْرَ اس کا مفعول ہے۔ جبکہ فَوْقَکُمْ میں فَوْقَ ظرف مکان ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔ خُذُوْا سے پہلے قُلْنَا لَهُمْ محذوف ہے۔ خُذُوْا فعل امر کا صیغہ ہے اور اس میں شامل ضمیر اَنْتُمْ اس کا فاعل ہے۔ اسم موصول 'مَا' اپنے صلے اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ کے ساتھ مل کر اس کا مفعول ہے۔ اٰتَیْنٰکُمْ میں اٰتَیْنَا فعل بافاعل اور کُمْ اس کا مفعول ہے۔ بِقُوَّةٍ متعلق فعل ہے۔ وَاذْکُرُوْا میں 'وَ' عطف کا ہے اور اُذْکُرُوْا فعل امر کا صیغہ ہے۔ مَا فِیْهِ اس کا مفعول ہے۔ فِیْهِ میں 'ہ' ضمیر مَآ اٰتَیْنٰکُمْ کے لیے ہے۔ آگے لَعَلَّ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ کُمْ اس کا اسم اور جملہ فعلیہ تَتَّقُوْنَ اس کی خبر ہے۔ (واللہ اعلم)۔

ترجمہ

البقرۃ:63

وَاِذْ اَخَذْنَا	مِیْثَاقَکُمْ	وَرَفَعْنَا	فَوْقَکُمُ	الطُّوْرَ
اور (یاد کرو) جب لیا ہم نے	پختہ وعدہ تم لوگوں سے	اور بلند کیا ہم نے	تمہارے اوپر	کوہ طور کو

خُذُوْا	مَآ	اٰتَیْنٰکُمْ	بِقُوَّةٍ	وَّاذْکُرُوْا
کہ تم لوگ پکڑو	اس کو جو	ہم نے دیا تم کو	مضبوطی سے	اور تم یاد رکھو

مَا	فِیْهِ	لَعَلَّکُمْ	تَتَّقُوْنَ
اس کو جو	اس میں ہے	تاکہ تم	پرہیز گار بن جاؤ

نوٹ ”کہتے ہیں کہ توریت نازل ہوئی تو بنی اسرائیل شرارت سے کہنے لگے کہ ”توریت کے حکم تو مشکل اور بھاری ہیں ہم سے نہیں ہو سکتے۔“ تب خدائے تعالیٰ نے ایک پہاڑ کو حکم کیا جو اُن سب کے سروں پر آن کر اُترنے لگا اور سامنے آگ پیدا ہوئی۔ گنجائش سرتابی اصلاً نہ رہی مجبوراً احکام توریت کو قبول کیا۔ باقی یہ شبہ کہ ”پہاڑ سروں پر معلق کر کے تسلیم کرانا توریت کا یہ تو صریح اجبار و اکراہ ہے جو آیۃ لا اکراہ فی الدین اور نیز قاعدۂ تکلیف کے بالکل خلاف ہے کیونکہ بنائے تکلیف تو اختیار پر ہے اور اکراہ مناقض اختیار ہے“ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکراہ در بارۂ قبول دین ہرگز نہیں ”دین تو بنی اسرائیل پہلے سے قبول کیے ہوئے تھے“ اور بار بار حضرت موسیٰؑ سے تقاضا کرتے تھے کہ ”کوئی کتاب متضمن احکام ہم کو لا کر دو کہ اس پر عمل کریں“ اور اس پر معاہدہ کر چکے تھے۔ جب توریت اُن کو دی گئی تو عہد شکنی پر کمر بستہ ہوئے تو اب پہاڑ کا معلق کرنا نقض عہد سے روکنے کے لیے تھا نہ کہ قبول دین کے لیے۔“ (تفسیر عثمانی ص ۱۳)

آیت: 64

﴿ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾﴾

و ل ی

یہ مادہ باب (ح) و (ض) دونوں سے استعمال ہوتا ہے البتہ باب (ض) سے کم استعمال ہوتا ہے۔

(ح) (ض) (ا) وَلَايَةٌ اور وِلَايَةٌ کثیر المعنی الفاظ ہیں۔ کسی سے محبت ہونا۔ دوستی ہونا۔ کسی سے گہرا تعلق ہونا۔ واسطہ یا سروکار رہنا۔ کسی کی بگڑی بنانے والا ہونا یعنی کارساز ہونا۔ کسی کام کا متولی و منتظم ہونا۔ کسی کی مدد کرنا۔ حکومت، اختیار یا غلبہ ہونا۔ امام راغبؒ لکھتے ہیں: ”اَلْوِلَايَةُ (بکسر الواو) کے معنی نصرت اور وَلَايَةٌ (بفتح الواو) کے معنی کسی کام کا متولی ہونے کے ہیں۔“ مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ لکھتے ہیں: ”وَلاية (بالفتح) کے معنی کارسازی و انصرام امور کے ہیں اور وِلاية (بالکسر) کے معنی مدد و نصرت کے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں کارسازی کے معنی میں مرادف ہیں۔ ابن جریرؒ نے لکھا ہے کہ بصرہ اور کوفہ و مدینہ کے بعض قاریوں کی زبان پر وَلاية (بالفتح) ہے، جس کے معنی دوستی، مدد کے ہیں۔ اور کوفہ کے عام قاریوں کی قرأۃ وِلاية (بالکسر) ہے۔ جس کے معنی حکومت و غلبہ کے ہیں۔“ (تفسیر ماجدی، ص ۶۳) ان مصادر سے کوئی فعل قرآنِ مجید میں استعمال نہیں ہوا۔ (واللہ اعلم)۔

(ب) وَلْيًا فاصلے کے بغیر کسی کے پیچھے چلنا۔ متصل ہونا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ یہ لفظ کسی کے قریب ہونا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، خواہ یہ قرب بلحاظ مکان ہو، نسب ہو، بلحاظ دین و اعتقاد ہو یا بلحاظ دوستی و نصرت ہو۔ عربی زبان میں وہ بارش جو موسم بہار کی پہلی بارش کے فوراً بعد برسے اسے وَلِیٌّ کہا جاتا ہے۔ پہلی بارش کو وسمی کہتے ہیں۔ عربی میں کہتے ہیں دَارُہٗ وَلِیُّ دَارِیْ۔ اس کا گھر میرے گھر کے قریب ہے۔ اسی طرح وَلِیَ الشَّیْءُ الشَّیْءَ کا مطلب ہے ایک چیز دوسری چیز کے قریب ہوئی۔ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ﴾ (9/التوبہ:123) ”تم لوگ قتال کرو ان لوگوں سے جو نزدیک ہیں تمہارے، کافروں میں سے۔“ اور حدیث مبارک میں فرمایا: خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ”سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر ان کا جو اُن سے ملنے والے ہیں۔ پھر ان کا جو ان سے ملنے والے ہیں۔“

وَالٍ اسم الفاعل ہے۔ مددگار۔ حمایتی۔ ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿١١﴾﴾ (13/الرعد:11) ”اور نہیں ہے ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی بھی مددگار۔“

وَلِیٌّ

ج: اَوْلِیَاءُ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے اور متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: مددگار۔ حمایتی۔ کارساز۔ دوست۔ وارث۔ ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝﴾ (2/البقرہ:107) ''اورنہیں ہے تم لوگوں کے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ ہی کوئی مددگار۔'' ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ﴾ (5/المآئدہ:51) ''اے لوگو! جو ایمان لائے ،تم لوگ مت بناؤ یہود کو اور نصٰری کو دوست۔'' قرآن وسنت کی اصطلاح میں کسی مومن کو وَلِیُّ اللّٰہِ کہنا بھی جائز ہے، اللہ تعالیٰ کو وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ کہنا بھی جائز ہے اور مومن کو مومن کا ولی کہنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (3/آل عمران:68) ''اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا حمایتی/ مددگار/ ولی ہے۔'' اور مومنین کے متعلق فرمایا: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝﴾ (10/یونس:62) ''یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) اور مومنین کے آپس کے تعلق کے متعلق فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ (9/التوبۃ:71) ''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار/ معاون ہیں۔'' قرآن مجید میں یہ لفظ سرپرست یا وکیل کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے مثلاً: ﴿ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ﴾ (2/البقرۃ:282) ''تو لکھائے اس کا ولی (سرپرست) انصاف سے۔'' اس آیت کے تحت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ فرماتے ہیں: ''ولی سے مراد ولی شرعی ہے یا وکیل یا مختار (یا پردیسی کے لیے) ترجمان۔'' پھر ولی کا لفظ قرآنِ مجید میں کم از کم تین مقامات پر ''وارث'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً: ﴿ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ ﴾ (19/مریم:5) ''سو تو ہی مجھے (خاص) اپنے پاس سے وارث دے۔'' سب بزرگوں کے نزدیک ولی یہاں صلبی اولاد اور وارث کے مفہوم میں ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل: 33 اور النمل: 49 میں بھی یہ وارث کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ (واللہ اعلم)۔ مولانا مودودیؒ سورۃ الشوریٰ کی آیت 6 ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ﴾ کے تحت فرماتے ہیں: ''اصل میں یہ لفظ ''اولیاء'' استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم عربی زبان میں بہت وسیع ہے۔ معبودانِ باطل کے متعلق گمراہ انسانوں کے مختلف عقائد اور بہت سے مختلف طرزِ عمل ہیں جن کو قرآن مجید میں ''اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی بنانے'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کا تتبع کرنے سے لفظ ''ولی'' کے حسب ذیل مفہومات معلوم ہوتے ہیں:

(۱) جس کے کہنے پر آدمی چلے جس کی ہدایت پر عمل کرے اور جس کے مقرر کیے ہوئے طریقوں، رسموں اور قوانین و ضوابط کی پیروی کرے۔ (النساء، آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰۔ الاعراف ۳، ۲۷ تا ۳۰)۔

(۲) جس کی رہنمائی (Guidance) پر آدمی اعتماد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اسے صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے۔ (البقرہ ۲۵۷۔ بنی اسرائیل ۹۷۔ الکہف ۱۷، ۵۰۔ الجاثیہ ۱۹)۔

(۳) جس کے متعلق آدمی یہ ہے کہ میں دنیا میں خواہ کچھ کرتا رہوں، وہ مجھے اُس کے بُرے نتائج سے اور اگر خدا ہے اور آخرت بھی ہونے والی ہے، تو اُس کے عذاب سے بچالے گا۔ (النساء ۱۲۳۔ ۱۷۳۔ الانعام ۵۱۔ الرعد ۳۷۔ العنکبوت ۲۲۔ الاحزاب ۶۵۔ الزمر ۳)۔

(۴) جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں فوق الفطری طریقے سے اس کی مدد کرتا ہے، آفات و مصائب سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے روزگار دلواتا ہے، اولاد دیتا ہے، مرادیں بر لاتا ہے، اور دوسری ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ (ہود، ۲۰۔ الرعد، ۱۶، العنکبوت ۴۱)۔

بعض مقامات پر قرآن میں ولی کا لفظ ان میں سے کسی ایک معنی میں استعمال کیا گیا ہے، اور بعض مقامات پر جامعیت کے ساتھ اس کے سارے ہی مفہومات مراد ہیں۔ (تفہیم القرآن، ۴ ص ۴۸۰)

مَوْلٰی، مَوْلًی ج: مَوَالِی- ہر وہ شخص جو کسی دوسرے شخص کی مدد کسی قرابت یا تعلق کی وجہ سے کرے، اسے مَوْلٰی کہتے ہیں۔ خواہ وہ تعلق نسب کا ہو، دوستی کا ہو، ہم عقیدہ ہونے کا ہو یا آزاد کرنے کا۔ صاحبؒ لغات القرآن فرماتے ہیں کہ وَلِیٌّ اور مَوْلٰی دونوں ہم معنی الفاظ ہیں، ہر ایک کے معنی میں قرب و اتصال کا مفہوم ہے اور امام راغبؒ فرماتے ہیں: ''اَلْوَلِیُّ اور اَلْمَوْلٰی، یہ دونوں کبھی اسم الفاعل یعنی مُوَالٍ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور کبھی اسم المفعول یعنی مُوَالًی کے معنی میں آتے ہیں۔'' اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عربی زبان کا یہ لفظ بھی بہت سے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ بگڑی بنانے والا، کارساز، مالک، دوست، رشتے دار، چچا کا بیٹا، کلالہ، عصبات، عام وارث، آزاد کرنے والا آقا، آزاد شدہ غلام اور ہمسایہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور ہر وہ شخص جو کسی دوسرے کے معاملے کا والی ہو وہ بھی اس کا مَوْلٰی کہلاتا ہے۔ ﴿بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ﴾ (3/آل عمران:150) ''بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) ﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا﴾ (44/الدخان:41) ''اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔'' (ترجمہ احسن البیان)۔ کسی مومن کو مولی اللہ کہنا درست نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کو مومنین کا مَوْلَاهُمْ کہنا درست ہے بلکہ اس انداز میں کافروں کے لیے بھی مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ کے الفاظ قرآن مجید میں آئے ہیں۔ البتہ معنی میں فرق ہو جائے گا۔ مومنوں کے لیے معنی ہوں گے مددگار، حمایتی، دوست وغیرہ اور کافروں کے لیے معنی ہوں گے ''مالک''۔ چنانچہ مومنوں کے لیے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (47/محمد:11) ''یہ (مسلمانوں کی کامیابی اور کافروں کی تباہی) اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ دوست، کارساز، مددگار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔'' اور کافروں کے متعلق فرمایا: ﴿وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ (10/یونس:30) ''اور انہیں لوٹا دیا جائے گا اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ سورہ محمد کی آیت 11 کے تحت فرماتے ہیں: ''لفظ مولیٰ بہت سے معانی کے لیے مستعمل ہوتا ہے ایک معنی کارساز کے ہیں جو اس جگہ (محمد:11) مراد ہیں اور ایک معنی مالک کے ہیں۔ قرآن میں دوسری جگہ کفار کے بارے میں آیا ہے: ﴿رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ (یونس:30) اس میں اللہ تعالیٰ کو کفار کے لیے بھی مولیٰ قرار دیا ہے کیونکہ مولیٰ کے معنی مالک کے ہیں اور مالکیت اللہ تعالیٰ کی عام ہے مومن کافر کوئی اُس سے خارج نہیں۔'' (معارف القرآن، ج۸ ص ۳۱) ﴿وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ﴾ (19/مریم:5) ''مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے۔'' (ترجمہ احسن البیان) ﴿فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ﴾ (33/الاحزاب:5) ''تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔'' (ترجمہ احسن البیان)۔

اَوْلٰی تثنیہ: اَوْلَيَانِ- اَفْعَلُ التَّفْضِيل کا صیغہ ہے۔ زیادہ قریب۔ زیادہ حقدار۔ زیادہ خیرخواہ۔ زیادہ حمایتی۔ عام طور پر ان معنوں میں 'بِ' کا صلہ آتا ہے مثلاً: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ﴾ (3/آل عمران:68) ''بے شک لوگوں میں سے قریب تر لوگ حضرت ابراہیمؑ سے تو وہ ہیں جنہوں نے انؑ کی پیروی کی۔'' ﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ﴾ (8/الانفال:75) ''اور رشتے دار، ان میں سے بعض زیادہ حقدار ہیں بعض کے اللہ کے قانون میں۔'' ﴿فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ﴾ (4/النساء:135) ''پس اللہ زیادہ خیرخواہ ان دونوں کا۔''

جب اس کے ساتھ 'لام' صلہ آئے تو ڈانٹ اور دھمکی کا مفہوم ہوتا ہے اور مطلب ہوتا ہے خرابی اور برائی سے زیادہ قریب یا خرابی اور برائی کا زیادہ مستحق۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی ﴿۳۵﴾ ﴾ (75/القیامہ:34۔35) ''خرابی تیری، خرابی پر خرابی تیری، پھر خرابی تیری، خرابی پر خرابی تیری۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) ﴿ فَاَوْلٰی لَهُمْ ﴿۲۰﴾ ﴾ (47/محمد:20) ''سو خرابی ہے اُن کی۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

وَلَايَةٌ بطور اسم ذات بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرابت۔ واسطہ۔ اختیار۔ میراث۔ مدد۔ کارسازی۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ﴾ (8/الانفال:72) ''اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو اُن کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک وہ گھر نہ چھوڑ آئیں۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) ''اور جو لوگ ایمان تو لائے لیکن ہجرت نہیں کی تمہارا اُن سے کوئی تعلق میراث کا نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔'' (ترجمہ ماجدیؒ) ﴿ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ﴾ (18/الکہف:44) ''یہاں سب اختیار ہے اللہ سچے کا۔'' (ترجمہ شیخ الہند) ''یہاں سے ثابت ہو گیا کہ سارا اختیار اللہ سچے کے لیے ہے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔

(تفعیل) **تَوْلِيَةٌ** یہ لفظ بھی متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے:

(۱) کسی کو کسی کے قریب کرنا۔ ملا دینا۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ﴾ (6/الانعام:129) ''اور اسی طرح ہم ساتھ ملا دیں گے گنہگاروں کو ایک کو دوسرے سے ان کے اعمال کے سبب۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔ یہ عموماً دو مفعول کا تقاضا کرتا ہے یعنی کس کو قریب کیا اور کس کے قریب کیا۔

(۲) کسی کو کسی کی طرف پھیر دینا۔ یہ بھی دو مفعول کا تقاضا کرتا ہے۔ یعنی کس کو پھیرا اور کس کی طرف پھیرا۔ اور دونوں مفعول بنفسہٖ آتے ہیں۔ مثلاً: ﴿ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ﴾ (2/البقرۃ:144) ''تو ہم لازماً پھیر دیں گے آپؐ کو اس قبلہ کی طرف آپؐ راضی ہوں جس سے۔'' ﴿ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ﴾ (3/آل عمران:111) ''اور اگر وہ لوگ جنگ کریں گے تم سے تو وہ پھیر دیں گے تمہاری طرف پیٹھوں کو۔''

(۳) کسی کی طرف پیٹھ پھیرنا یا پیٹھ پھیر کر چل دینا یا بھاگ جانا۔ ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا ﴾ (31/لقمان:7) ''اور جب بھی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اس کو ہماری آیات تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے تکبر کرتے ہوئے۔'' کبھی اس کے ساتھ علٰی کا صلہ بھی آتا ہے۔ ﴿ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ ﴾ (17/بنی اسرائیل:46) ''تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں نفرت کرتے ہوئے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔ ﴿ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ﴾ (27/النمل:10) ''پھر جب انہوں نے اُسے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے جیسے سانپ کرتا ہے تو وہ پیچھے پیٹھ پھیر کر بھاگے۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)

(۴) کسی کی طرف پھرنا یا مڑنا۔ ان معنوں میں اِلٰی کا صلہ استعمال ہوتا ہے جیسے فرمایا: ﴿ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ ﴾ (9/التوبۃ:57) ''اگر مل جائے انہیں کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو (دیکھے گا) وہ منہ پھیر لیں گے اس طرف۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔ ﴿ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ ﴾ (46/الاحقاف:29) ''پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔

(۵) کسی کو کسی چیز سے پھیر دینا، ہٹا دینا۔ اِن معنوں میں عموماً عَنْ کا صلہ آتا ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ﴾ (2/البقرۃ:142) ''کس چیز نے اِن (مسلمانوں) کو اُن کے (اس) قبلہ سے جس پر

وہ اب تک تھے ہٹا دیا۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)۔ ''کس چیز نے پھیر دیا اِن مسلمانوں کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔

(۶) مسلط کر دینا۔ بعض بزرگوں نے (الانعام:129) ﴿ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ میں نُوَلِّیْ کا ترجمہ ''مسلط کر دیں گے'' سے کیا ہے۔ چنانچہ مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''لفظ نُوَلِّیْ کے عربی لغت کے اعتبار سے دو ترجمے ہو سکتے ہیں، ایک ملا دینے اور قریب کر دینے کے اور دوسرے مسلط کر دینے کے، ائمہ تفسیر صحابہ و تابعین سے بھی دونوں طرح کی روایات میں اس کی تفسیر منقول ہے۔'' اور مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: ''نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا میں نولی کے معنی ''ہم مسلط کر دیں گے'' کے بھی کیے گئے ہیں۔''

وَلِّ — ج: وَلُّوْا۔ فعل امر ہے۔ تو پھیر دے۔ ﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ ﴾ (2/البقرہ:144) ''تو آپؐ پھیر دیں اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف اور جہاں کہیں ہو تم لوگ تو پھیر دو اپنے چہروں کو اس کی طرف۔''

مُوَلٍّ — اسم الفاعل ہے۔ پھیرنے والا۔ ﴿ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا ﴾ (2/البقرہ:148) ''اور ہر کسی کے واسطے ایک جانب ہے یعنی قبلہ کہ وہ منہ کرتا ہے اس طرف۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

(تفعّل) تَوَلٍّ — یہ لفظ بھی مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے:

(ا) اس کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہو (یعنی جب اس کا مفعول بنفسہٖ آئے) تو اس سے تین معانی مراد لیے جاتے ہیں۔ (۱) کسی سے دوستی رکھنا جیسے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ ﴾ (5/المآئدہ:51) ''اور جو کوئی تم میں سے اُن سے دوستی رکھے گا تو بے شک وہ انہی میں سے ہوگا۔'' (۲) کسی کام کو اٹھانا۔ قرآنِ مجید میں اس مفہوم میں معنوی طور پر استعمال ہوا ہے مثلاً: ﴿ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ (24/النور:11) ''اور جس نے اٹھایا ہے اس کا بڑا بوجھ، اس کے واسطے بڑا عذاب ہے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔ (۳) والی و حاکم ہونا۔ جیسے فرمایا: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ (47/محمد:22) ''پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔ اور اکثر مفسرین نے اس آیت میں تَوَلَّيْتُمْ کا ترجمہ ''حکومت مل جانے'' سے کیا ہے۔

(ب) جب یہ لفظ عَنْ کے صلے کے ساتھ متعدی ہوتا ہے، خواہ عَنْ لکھا ہوا ہو یا پوشیدہ ہو تو اس سے مراد ہوتا ہے پیٹھ پھیرنا، منہ موڑنا، بے رخی کرنا، توجہ نہ کرنا، نزدیکی چھوڑ دینا۔ ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (3/آل عمران:63) ''پھر اگر وہ پھر جائیں تو اللہ خوب جانتا ہے فساد کرنے والوں کو۔'' ﴿ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴾ (88/الغاشیۃ:23) ''مگر جس نے رُوگردانی کی اور کفر کیا۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔ ﴿ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴾ (8/الانفال:20) ''اور اس سے منہ مت پھیرو اس حال میں کہ تم سنتے ہو۔''

تَوَلَّ — فعل امر ہے۔ واحد مذکر حاضر۔ تو منہ پھیر۔ بغیر صلہ عَنْ کے استعمال کی صورت میں اس کا معنی ہوگا تو دوست بنا۔ لیکن اس معنی میں امر کا صیغہ قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا کیونکہ تَوَلَّ کا صیغہ پانچ مرتبہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ عَنْ کے صلے کے ساتھ آیا ہے۔ (واللہ اعلم)۔ ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴾ (51/الذٰریات:54) ''پس آپؐ منہ پھیر لیں ان سے تو آپؐ پر کوئی الزام نہیں ہے۔''

بَعْدُ: البقرۃ آیت 27 دیکھیں۔

لَوْلَا اور لَوْمَا یہ لَوْ حرف شرط اور لَا اور مَا نافیہ سے مرکب ہیں۔ لفظاً کوئی تبدیلی نہیں کرتے۔ ان کے بعد دو جملے آتے ہیں۔ پہلے کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں۔ جزاء پر اکثر لام لگا دیا جاتا ہے (اور کبھی نہیں بھی لگایا جاتا)۔ اس صورت میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے "اگر یہ نہ ہوتا تو"۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ ﴾ (2/البقرۃ:251) "اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے تو خراب ہو جاتا ملک۔" (ترجمہ شیخ الہندؒ) اور آیت زیر مطالعہ۔ نیز فرمایا: ﴿ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ ﴾ (24/النور:21) "اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا۔" اگر لَوْلَا ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر مرفوع ہوتی ہے جیسے فرمایا: ﴿ لَوْ لَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝۳۱ ﴾ (34/سبا:31) "اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔"

یہ دونوں بطور حرف تخصیص بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی وہ حروف جن سے کسی کو کسی فعل پر ابھارا جائے یا ترغیب دلائی جائے اور آمادہ کیا جائے۔ اس صورت میں یہ ہمیشہ فعل کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ فعل مضارع بھی ہو سکتا ہے اور ماضی بھی۔ اس صورت میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے "کیوں نہیں ایسا کیا یا ایسا کرتے" مثلاً: ﴿ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ ﴾ (27/النمل:46) "تم اللہ سے استغفار کیوں نہیں کرتے۔" ﴿ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ ﴾ (24/النور:13) "وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔" ﴿ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ ﴾ (15/الحجر:7) "کیوں نہیں آپ لے آتے ہمارے پاس فرشتوں کو۔" کبھی ایک جوابی جملہ بھی آتا ہے جس پر 'ف' داخل ہوتا ہے اور اگر مضارع ہو تو نصب پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً: ﴿ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ ﴾ (63/المنافقون:10) "اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی دیر تک مہلت کیوں نہیں دی تاکہ میں صدقہ خیرات کر لیتا۔" ﴿ فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ ﴾ (10/یونس:98) "پس کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی تو نفع دیتا اسے اس کا ایمان (کسی سے ایسا نہ ہوا) بجز قوم یونس کے۔" (ترجمہ ضیاء القرآن)۔

ف ض ل: البقرۃ آیت 47 دیکھیں۔	ع ل ہ: آیت بسم اللہ دیکھیں۔	ر ح م: آیت بسم اللہ دیکھیں۔
ك و ن: البقرۃ آیت 10 دیکھیں۔	خ س ر: البقرۃ آیت 27 دیکھیں۔	

ترکیب ثُمَّ، حرف عطف ہے۔ تَوَلَّيْتُمْ، ماضی میں جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اور مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس سے متعلق ہے۔ فَلَوْ لَا میں 'ف' استئنافیہ ہے۔ لَوْلَا، لَوْ شرطیہ اور لَا نافیہ کا مرکب ہے۔ فَضْلُ اللّٰهِ مبتدا ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے۔ عَلَيْكُمْ متعلق خبر ہے۔ آگے 'وَ' عطف کا ہے اور رَحْمَتُهٗ، فَضْلُ اللّٰهِ پر عطف ہے۔ اگلا جملہ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ جواب شرط ہے۔ اسی لیے كُنْتُمْ پر لام لگا ہے۔ كُنْتُمْ کا اسم اس میں شامل ضمیر اَنْتُمْ ہے۔ خبر محذوف ہے اور مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ متعلق خبر ہے۔ (واللہ اعلم)۔

ترجمہ	ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ	فَلَوْ لَا	فَضْلُ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
البقرۃ:64	پھر منہ موڑ لیا تم نے	اس (پختہ وعدے) کے بعد (بھی)	تو اگر نہ ہوتا	اللہ کا فضل	تم پر

وَ رَحْمَتُهٗ	لَكُنْتُمْ	مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۴
اور اس کی رحمت	تو تم لوگ ہو جاتے	نقصان اٹھانے والوں میں سے

نوٹ "مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ" سے مراد ہے قول و اقرار کرنے کے بعد یا کتابِ ہدایت اور احکام مل جانے کے بعد اور یہ جو فرمایا "اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی ...... الخ" تو اس سے مراد ہے کہ انہیں اس نافرمانی کی فوری سزا نہیں دی گئی اور انہیں دوسری قوموں کی طرح تباہ و برباد نہیں کیا گیا بلکہ انہیں سنبھلنے کی اور اپنے آپ کو درست کرنے کی مزید مہلت دی گئی۔

229

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البقرۃ(۲)

آیت نمبر(2/البقرہ:65)

﴿وَ لَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِیۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡکُمۡ فِی السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَہُمۡ کُوۡنُوۡا قِرَدَۃً خٰسِئِیۡنَ ﴿ۚ۶۵﴾﴾

س ب ت

(ض) سَبْتًا: کسی چیز کو قطع کرنا۔ کاٹ دینا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ پھر کاروبار ترک کرنے اور آرام کرنے کے معانی میں آتا ہے۔﴿وَ یَوۡمَ لَا یَسۡبِتُوۡنَ ۙ لَا تَاۡتِیۡہِمۡ ۚ﴾ (7/الاعراف:163)''اور جس دن وہ لوگ کاروبار ترک نہیں کرتے تھے، وہ نہ آتی ان کے پاس۔''

سَبْتٌ: ہفتہ یعنی سنیچر (SATURDAY) کا دن۔ کیونکہ اس دن یہود کو کاروبار کرنا منع تھا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

سُبَاتٌ: سکوت۔ آرام۔﴿وَّ جَعَلۡنَا نَوۡمَکُمۡ سُبَاتًا ۙ﴿۹﴾﴾ (78/النبا:9)''اور ہم نے بنایا تمہاری نیند کو آرام۔''

ق ر د

(س) قَرْدًا: زمین سے چمٹ کر ساکت ہوجانا۔ دھوکا دینا۔

قِرْدٌ: ج قِرَدَۃٌ۔ بندر۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

خ س ء

(ف) خَسْأً: کمزور ہونا۔ تھکا ماندہ ہونا۔

(س) خَسَأً: دھتکارا جانا۔

خَاسِئٌ: اسم الفاعل ہے۔ صفت کے طور پر آتا ہے۔ دھتکارا جانے والا۔ تھکا ماندہ۔ آیت زیرِ مطالعہ اور ﴿یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ ہُوَ حَسِیۡرٌ ﴿۴﴾﴾ (67/الملک:4)''تو لوٹے گی نگاہ تیری طرف تھکی ماندی اور وہ ناکام ہوگی۔''

اِخْسَأْ: فعل امر ہے۔ تو دور ہوجا۔ دفع ہوجا۔﴿قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِیۡہَا وَ لَا تُکَلِّمُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾﴾ (23/المومنون:108) ''وہ کہے گا تم لوگ دفع ہوجاؤ اس میں اور کلام مت کرو مجھ سے۔''

ترکیب

عَلِمۡتُمۡ میں شامل اَنۡتُمۡ کی ضمیر اس کا فاعل ہے۔ اَلَّذِیۡنَ اعۡتَدَوۡا یہ پورا جملہ عَلِمۡتُمۡ کا مفعول ہے۔ مِنۡکُمۡ اور فِی السَّبۡتِ متعلق فعل ہیں۔ کُوۡنُوۡا میں شامل اَنۡتُمۡ کی ضمیر اس کا فاعل ہے، قِرَدَۃً مفعول ہے اور خٰسِئِیۡنَ قِرَدَۃً کی صفت ہے۔

ترجمہ

وَ لَقَدۡ عَلِمۡتُمۡ	الَّذِیۡنَ	اعۡتَدَوۡا	مِنۡکُمۡ
اور جان لیا ہے تم لوگوں نے	ان لوگوں کو جنہوں نے	حد سے تجاوز کیا	تم میں سے

فِی السَّبْتِ	فَقُلْنَا لَهُمْ	كُوْنُوْا	قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ
ہفتے کے دن میں	تو ہم نے کہا ان سے	تم لوگ ہو جاؤ	دھتکارے جانے والے بندر

نوٹ۔1

یہود کے لیے ہفتے کا دن عبادت اور آرم کے لیے مخصوص تھا۔ اس دن ہر قسم کا دنیاوی کام ممنوع تھا۔ بستی کے کچھ لوگ اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مچھلیاں پکڑتے تھے۔ کچھ لوگ مچھلی تو نہیں پکڑتے تھے لیکن منع بھی نہیں کرتے تھے۔ کچھ لوگ منع کرتے تھے۔ جب بندر بنانے کا عذاب آیا تو منع کرنے والے محفوظ رہے۔ باقی تمام لوگ بندر میں تبدیل ہو گئے اور چند دنوں میں مر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم میں مسخ صورت کا عذاب نازل کرتے ہیں تو ان کی نسل نہیں چلتی۔ (معاف القران بحوالہ مسلم)

آیت نمبر (66)

﴿فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾﴾

ن ک ل

(ن) نَكْلَةً: عبرت ناک سزا دینا۔

نَكَالٌ: اسم ذات ہے۔ عبرتناک سزا۔ نشانِ عبرت۔ ﴿فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ﴾ (5/المائدہ:38) ''تو تم لوگ کاٹو ان دونوں کے ہاتھ بدلہ ہوتے ہوئے بسبب اس کے جو دونوں نے کمایا، بطور نشانِ عبرت اللہ کی طرف سے۔''

نِكْلٌ: ج اَنْكَالٌ۔ لوہے کی بیڑی اور لگام۔ ﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿١٢﴾ۙ﴾ (73/المزمل:12) ''بے شک ہمارے پاس ہیں لوہے کی بیڑیاں اور لگام اور بھڑکتی آگ۔''

(تفعیل) تَنْكِيْلًا: بتدریج یعنی تسلسل سے عبرتناک سزا دینا۔ ﴿وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾﴾ (4/النساء:84) ''اور اللہ سب سے سخت ہے تکلیف دینے میں اور سب سے سخت ہے عبرتناک سزا دینے میں۔''

و ع ظ

(ض) وَعْظًا: کسی بھلائی کا اس طرح ذکر کرنا کہ سننے والے کے دل میں نرمی پیدا ہو۔ وعظ کرنا۔ نصیحت کرنا۔ ﴿اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ﴾ (34/سبا:46) ''کچھ نہیں سوائے اس کے کہ میں نصیحت کرتا ہوں تم لوگوں کو ایک بات کی، کہ تم لوگ کھڑے ہو اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے پھر غور و فکر کرو۔''

عِظْ: فعل امر ہے۔ تو وعظ کر۔ نصیحت کر۔ ﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ﴾ (4/النساء:63) ''پس چشم پوشی کر ان سے اور نصیحت کر ان کو۔''

وَاعِظٌ: اسم الفاعل ہے۔ وعظ کرنے والا۔ ﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ۙ﴾ (26/الشعراء:136) ''برابر ہے ہم پر چاہے آپؐ وعظ کریں یا آپؐ نہ ہوں وعظ کرنے والوں میں سے۔''

مَوْعِظَةٌ: اسم ذات ہے۔ وعظ۔ نصیحت۔ آیت زیر مطالعہ۔

ی د ی

229

(ض) یَدْیًا ہاتھ پر مارنا۔

یَدٌ ج اَیْدٍ۔ اسم ذات ہے۔ ہاتھ ہتھیلی۔ ﴿حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ﴾ (9/التوبہ: 29) ''یہاں تک کہ وہ لوگ دیں جزیہ ہاتھ سے۔'' ﴿اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَآ﴾ (7/الاعراف: 195) ''کیا ان کے پیر ہیں، وہ لوگ چلتے ہیں جس سے یا ان کے ہاتھ ہیں وہ لوگ پکڑتے ہیں جس سے۔''

بَیْنَ یَدَیْنِ۔ اس کے لفظی معنی ہیں دونوں ہاتھ یا ہتھیلی کے درمیان۔ لیکن یہ عربی محاورہ ہے۔ اس کا مطلب ہے ''سامنے''۔ کیونکہ جو چیز ہاتھ یا ہتھیلی کے درمیان ہوتی ہے وہ سامنے بھی ہوتی ہے۔

ترکیب

فَجَعَلْنٰھَا کا مفعول اوّل ضمیر مفعولی ھَا ہے، اور اس کے مفعول ثانی دو آئے ہیں۔ پہلا مفعول ثانی نَکَالًا ہے اور اس کا متعلق فعل لِمَا بَیْنَ یَدَیْھَا وَمَا خَلْفَھَا ہے۔ جبکہ دوسرا مفعول ثانی مَوْعِظَۃً ہے اور لِلْمُتَّقِیْنَ اس کا متعلق فعل ہے۔ جَعَلْنٰھَا، یَدَیْھَا اور خَلْفَھَا میں ھَا کی ضمیریں گذشتہ آیت کے لفظ قِرَدَۃً کے لیے بھی ہو سکتی ہیں اور اس واقعہ یا بستی کے لیے بھی ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی ان ضمائر کا مرجع مانا جائے، آیت کے مفہوم میں فرق واقع نہیں ہوتا۔

بَیْنَ یَدَیْھَا میں یَدَیْ دراصل یَدٍ کا تثنیہ یَدَیْنِ ہے جو بَیْنَ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے حالتِ جرّ میں ہے۔ اور چونکہ یہ آگے ھَا کا مضاف بن رہا ہے اس لیے نون اعرابی گرا ہوا ہے۔

ترجمہ

فَجَعَلْنٰھَا	نَکَالًا	لِّمَا	بَیْنَ یَدَیْھَا	وَمَا
تو ہم نے بنایا اس کو	نشانِ عبرت	اس کے لیے جو	اس کے سامنے ہے	اور جو

خَلْفَھَا	وَمَوْعِظَۃً	لِّلْمُتَّقِیْنَ
اس کے پیچھے ہے	اور نصیحت	اللہ کی ناراضگی سے بچنے والوں کے لیے

آیت نمبر (2/البقرہ: 67)

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ ﴿۶۷﴾﴾

ج ھ ل

(س) جَھْلًا (۱) ذہن کا علم سے خالی ہونا۔ یعنی نہ جاننا۔ نادان ہونا۔ (۲) ذہن میں حقیقت کے خلاف نظریات اور عقائد کا ہونا یعنی غلط خیالات رکھنا۔ ﴿وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ یَجْھَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾﴾ (6/الانعام: 111) ''اور لیکن ان کی اکثریت غلط عقائد رکھتی ہے۔''

229

جَاهِلٌ	اسم فاعل ہے۔ نہ جاننے والا۔ غلط خیالات والا۔ ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ﴾ (2/البقرہ:273)''ناواقف ان لوگوں کو سمجھتا ہے غنی۔''﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (25/الفرقان:63)''اور جب کبھی ان سے خطاب کرتے ہیں غلط خیالات والے لوگ تو وہ کہتے ہیں سلام۔''
جَهُوْلٌ	فَعُوْلٌ کے وزن پر اسم المبالغہ ہے۔ دل کھول کر غلط نظریات قائم کرنے والا۔﴿اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ (33/الاحزاب:72)''بے شک وہ یعنی انسان دل کھول کر چیزوں کو غلط جگہ رکھنے والا، غلط عقائد رکھنے والا ہے۔''
جَهَالَةٌ	اسم ذات ہے۔ لاعلمی یا نادانی۔ غلط خیالات۔﴿اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (6/الانعام:54)''کہ جس نے عمل کیا تم میں سے کسی برائی کا نادانی کے سبب سے پھر اس نے توبہ کی اس کے بعد اور اصلاح کی تو یہ کہ وہ تو یعنی اللہ بے انتہا بخشنے والا، ہر حال میں رحم کرنے والا ہے۔''﴿اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ﴾ (49/الحجرات:6)''کہ کہیں تم لوگ جا پڑو کسی قوم پر غلط خیالات کے سبب سے۔''
جَاهِلِيَّةٌ	اسم نسبت ہے۔ غلط سوچنے والی۔﴿يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ (3/آل عمران:154) ''وہ لوگ گمان کرتے ہیں اللہ کے متعلق حق کے بغیر غلط سوچ والا گمان۔''

ترکیب

اِنَّ اللّٰهَ میں اَللّٰهَ اِنَّ کا اسم ہے اور يَاْمُرُكُمْ جملہ فعلیہ اِنَّ کی خبر ہے۔ اَنْ تَذْبَحُوْا کا مفعول بَقَرَةً ہے۔ تَتَّخِذُ کا مفعول اوّل نَا کی ضمیر مفعولی ہے جبکہ هُزُوًا اس کا مفعول ثانی ہے۔

ترجمہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖٓ	اِنَّ اللّٰهَ	يَاْمُرُكُمْ
اور جب کہا موسیٰؑ نے	اپنی قوم سے	کہ اللہ	حکم دیتا ہے تم لوگوں کو

اَنْ تَذْبَحُوْا	بَقَرَةً	قَالُوْٓا	اَتَتَّخِذُنَا
کہ تم لوگ ذبح کرو	ایک گائے کو	ان لوگوں نے کہا	کیا آپؑ بناتے ہیں ہم کو

هُزُوًا	قَالَ	اَعُوْذُ بِاللّٰهِ	اَنْ اَكُوْنَ
مذاق کا نشانہ	انہوںؑ نے کہا	میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں	کہ میں ہوں

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ
غلط خیالات والوں میں سے

نوٹ۔1

بَقَرٌ کا لفظ اسم جنس ہے جو گائے اور بیل دونوں کے لیے آتا ہے۔ واحد گائے کے لیے بَقَرَةٌ اور واحد بیل کے لیے ثَوْرٌ آتا ہے۔

نوٹ۔2

بنو اسرائیل کا ایک شخص قتل ہو گیا تھا اور قاتل لا پتہ تھا۔ لوگوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ آپؑ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر

قاتل کا نام بتائیں۔ اس پر گائے ذبح کرنے کا حکم ملا تو حسبِ عادت انہوں نے اعتراض کرنا شروع کیا۔ ان کا پہلا اعتراض[229] یہ تھا کہ ہم نے تو قاتل کا نام پوچھنے کے لیے کہا تھا، آپؑ گائے ذبح کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ یہ کیا مذاق ہے؟

نوٹ۔3 موسیٰؑ نے یہ کہنے کے بجائے کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں، یہ کہا کہ میں جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذاق کرنا غلط بات ہے البتہ اس سے یہ راہنمائی ملتی ہے کہ اہم اور سنجیدہ معاملات میں غیر سنجیدہ رویہ اختیار کرنا غلط ہے۔

آیت نمبر (2/البقرہ:68)

﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾

ب ی ن

(ض)	بَیْنًا اور تِبْیَانًا	کسی چیز کا کسی سے جدا ہونا یا الگ ہونا تاکہ ان کے درمیان کی چیز ظاہر ہو جائے۔ جیسے کتاب کے اوراق ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں تو ان پر لکھی ہوئی تحریر واضح ہوتی ہے۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) جدا یا الگ ہونا۔ (۲) درمیان میں ہونا۔ (۳) ظاہر یا واضح ہونا۔ ثلاثی مجرد سے کوئی فعل قرآن مجید میں نہیں آیا۔
	بَیِّنٌ	فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ہمیشہ اور ہر حال میں واضح۔ روشن۔ زیادہ تر کسی دلیل یا سند کی صفت کے طور پر آتا ہے۔ اسی لیے اکثر موصوف یعنی دلیل یا سند کا لفظ محذوف کر کے صرف صفت استعمال کر لیتے ہیں۔ ﴿ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ ﴾ (18/الکہف:15) ''وہ لوگ کیوں نہیں لاتے ان پر یعنی جھوٹے معبودوں پر کوئی روشن دلیل۔'' ﴿ فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (6/الانعام:157) ''تو آ چکی ہے تم لوگوں کے پاس روشن دلیل تم لوگوں کے رب کی طرف سے۔'' ﴿ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ ﴾ (2/البقرہ:87) ''اور ہم نے دیا عیسیٰؑ ابن مریم کو روشن نشانیاں۔''
	بَیْنَ	ظرف ہے۔ مضاف بن کر آتا ہے اسی لیے تنوین اور لام تعریف کے بغیر منصوب ہے۔ درمیان۔ بیچ۔ ﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ ﴾ (2/البقرہ:285) ''ہم فرق نہیں کرتے اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان۔''
	بَیَانٌ	گفتگو۔ کلام۔ خطبہ جو مافی الضمیر کو واضح کرے۔ ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ ﴾ (55/الرحمٰن:3۔4) ''اس نے پیدا کیا انسان کو، اس نے اس کو سکھایا مافی الضمیر کو واضح کرنا۔''
(افعال)	اِبَانَۃً	واضح کرنا۔ واضح ہونا (لازم و متعدی) ﴿ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ ﴾ (43/الزخرف:52) ''اور لگتا نہیں کہ وہ واضح کرے یعنی واضح بات کرے۔''
	مُبِیْنٌ	اسم الفاعل ہے جو صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ واضح ہونے والا۔ واضح کھلا۔ ﴿ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾ (2/البقرہ:168) ''بے شک وہ یعنی شیطان تم لوگوں کے لیے کھلا دشمن ہے۔''
(تفعیل)	تَبْیِیْنًا	کثرت سے یعنی خوب اچھی طرح واضح کرنا۔ ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾

(3/آلِ عمران:103)''اس طرح اللہ واضح کرتا ہے تمہارے لیے اپنی نشانیوں کو شائد کہ تم لوگ ہدایت پاؤ۔''
229

مُبَيِّنَةٌ اسم الفاعل ہے۔خوب واضح کرنے والی۔﴿ وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ﴾ (24/النور:34) ''اور ہم نے نازل کیا ہے تم لوگوں کی طرف خوب واضح کرنے والی نشانیاں۔''

(تفعّل) **تَبَيُّنًا** (۱) بتکلف جدا ہونا۔الگ ہونا۔(۲) کسی چیز کا از خود واضح ہونا۔(۳) کسی چیز کے متعلق ذہن کا بتکلف واضح ہونا یعنی تحقیق کرنا۔ چھان بین کرنا۔﴿ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ﴾ (2/البقرہ:256)''الگ ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے۔''﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ﴾ (41/حٰمۤ السجدہ:53)''ہم دکھائیں گے ان کو اپنی نشانیاں، آفاق میں اور ان کے اپنے وجود میں یہاں تک کہ واضح ہو جائے ان کے لیے یہ یعنی قرآن حق ہے۔''

تَبَيَّنْ فعل امر ہے۔تو واضح ہو۔تو تحقیق کر۔﴿ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا ﴾(49/الحجرات:6)''اگر آئے تم لوگوں کے پاس کوئی فاسق کسی خبر کے ساتھ تو تم لوگ تحقیق کرو۔''

(استفعال) **اِسْتِبَانَةً** (۱) وضاحت چاہنا۔ (۲) واضح ہو جانا۔﴿ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۟۠﴾ (6/الانعام:55)''اور اس طرح ہم تفصیل بیان کرتے ہیں نشانیوں کی اس حال میں کہ واضح ہو جائے مجرموں کا راستہ۔''

مُسْتَبِيْنٌ اسم الفاعل ہے۔واضح ہو جانے والا۔﴿ وَ اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۟ۚ﴾ (37/الصافات:117) ''اور ہم نے دیا ان دونوں کو واضح ہو جانے والی کتاب۔''

ف ر ض

(ک) **فُرُوْضًا** گائے بیل کا بوڑھا ہونا۔

فَارِضٌ فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔بوڑھا ہونے والا یعنی بوڑھا۔آیت زیر مطالعہ۔

(ض) **فَرْضًا** کسی سخت چیز کو کاٹنا یا اس میں سوراخ کرنا۔اس بنیادی مفہوم کے ساتھ اس کا زیادہ استعمال یہ ہے کہ خود اپنے اوپر یا دوسرے پر کچھ واجب کرنا۔فرض کرنا۔﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ ﴾ (2/البقرہ:197)''حج معلوم مہینوں میں ہے، تو جس نے فرض کیا ان میں حج کو۔''﴿ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا ﴾ (24/النور:1)''یہ ایک سورت ہے، ہم نے اتارا اس کو اور ہم نے فرض کیا اس کو۔''

مَفْرُوْضٌ اسم المفعول ہے۔فرض کیا ہوا۔﴿ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝﴾ (4/النساء:7)''اور عورتوں کے لیے ایک حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑا والدین نے اور قرابت داروں نے، اس میں سے جو کم ہو یا زیادہ، فرض کیا ہوا ایک حصہ ہے۔''

فَرِيْضَةٌ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔جو فرض ہوا۔واجب۔﴿ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ﴾ (4/النساء:11)''یہ فرض ہے اللہ کی طرف سے۔''

ب ک ر

(ن) **بُكُوْرًا** صبح سویرے کچھ کرنا۔

بِکْرٌ — ج اَبْکَارٌ۔ ہر چیز کا ابتدائی حصہ۔ کنوارا یا کنواری (کیونکہ کنوارا پن جوانی کا ابتدائی حصہ ہوتا ہے)۔ آیت زیرِ مطالعہ اور ﴿ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴾ (56/الواقعہ:36) ''تو ہم نے بنایا ان کو کنواریاں۔''

بُکْرَةٌ — دن کا ابتدائی حصہ۔ صبح سویرے۔ ﴿ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴾ (19/مریم:11) ''کہ تم لوگ تسبیح کرو صبح سویرے اور شام کو۔''

ترکیب

فعل امر اُدْعُ کا جواب امر ہونے کی وجہ سے یُبَیِّنْ مجزوم ہوا ہے۔ مَاهِیَ میں مَا مبتداء اور هِیَ خبر ہے اور یہ جملہ یُبَیِّنْ کا مفعول ہے۔ اِنَّهٗ میں ہٗ کی ضمیر اِنَّ کا اسم ہے اور رب کے لیے آئی ہے جبکہ یَقُوْلُ جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے۔ اِنَّهَا میں هَا کی ضمیر اِنَّ کا اسم ہے اور بَقَرَةٌ اس کی خبر ہے لیکن یہ نکرہ مخصوصہ ہے کیونکہ آگے لَا فَارِضٌ۔ لَا بِکْرٌ اور عَوَانٌ اس کی تین صفتیں آئی ہیں۔

ترجمہ

قَالُوْا	اُدْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	يُبَيِّنْ
ان لوگوں نے کہا	آپؐ پکاریئے	ہمارے لیے	اپنے رب کو	کہ وہ واضح کر دے

لَّنَا	مَا هِيَ ؕ	قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ
ہمارے لیے	وہ کیا ہے	انہوںؑ نے کہا	کہ وہ	کہتا ہے	کہ وہ	ایک ایسی گائے ہے جو

لَّا فَارِضٌ	وَّلَا بِكْرٌ ؕ	عَوَانٌۢ	بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ	فَافْعَلُوْا
نہ بوڑھی ہے	اور نہ کنواری ہے	بیچ میں ہے	اس کے مابین	پس تم لوگ کرو

مَا	تُؤْمَرُوْنَ
وہ جو	تم کو حکم دیا جاتا ہے

آیت نمبر(2/البقرہ:69)

﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴾

ف ق ع

(ف۔س) فَقْعًا — رنگ کا صاف اور خالص ہونا۔ چمکدار ہونا۔

فَاقِعٌ — فَاعِلٌ کا وزن ہے۔ صفت کے طور پر آتا ہے۔ چمکدار۔ شوخ۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

س ر ر

(ن) سُرُوْرًا — کسی کو خوش کرنا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

مَسْرُوْرٌ — اسم المفعول ہے۔ صفت کے طور پر آتا ہے۔ خوش کیا ہوا۔ خوش وخرم۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴾ (84/الانشقاق:13) ''بے شک وہ تھا اپنے گھر والوں میں خوش وخرم۔''

سَرَّاءُ — اَفْعَلُ الوان و عیوب میں فَعْلَاءُ کا وزن ہے۔ خوشی کا رنگ یا خوشی کی کیفیت۔ ﴿اَلَّذِیْنَ

يُنۡفِقُوۡنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ﴾ (3/آل عمران:134)''جو لوگ انفاق کرتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں۔''
229

سِرٌّ — ج سَرَائِرُ۔ اسم ذات ہے۔ راز۔ بھید۔ (کبھی کوئی بات چھپا کر کسی کو خوش کرتے ہیں)﴿ اَلَمۡ يَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ سِرَّهُمۡ وَ نَجۡوٰىهُمۡ ﴾ (9/التوبہ:78)''کیا وہ لوگ جانتے نہیں کہ اللہ جانتا ہے ان کے بھید کو اور ان کی سرگوشی کو۔''﴿ يَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ ﴾(86/الطارق:9)''جس روز جانچا جائے گا بھیدوں کو۔''

سَرِيۡرٌ — ج سُرُرٌ۔ فَعِيۡلٌ کا وزن ہے۔اس کے لفظی معنی بنتے ہیں دائمی طور پر خوش کرنے والا۔لیکن عام طور پر یہ تختِ شاہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔﴿ فِيۡهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَةٌ ﴾(88/الغاشیہ:13) ''اس میں ہیں بلند کیے ہوئے تخت۔''

(افعال) **اِسۡرَارًا** — (۱) راز کی بات بتانا۔(۲) راز یا بھید کو چھپانا۔(کبھی کسی کو راز بتا کر خوش کرتے ہیں اور کبھی چھپا کر)۔﴿ وَ اِذۡ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ حَدِيۡثًا ﴾ (66/التحریم:3)''اور جب نبیؐ نے راز کی ایک بات بتائی اپنی ازواجؓ میں سے کسی پر۔''﴿ فَاَسَرَّهَا يُوۡسُفُ فِيۡ نَفۡسِهٖ ﴾ (12/یوسف:77)''تو چھپایا اس کو یوسفؑ نے اپنے جی میں۔''﴿ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ ﴾ (10/یونس:54) ''اور وہ لوگ چھپائیں گے ندامت کو جب وہ دیکھیں گے عذاب کو۔''

اَسِرَّ — ج اَسِرُّوۡا۔ فعل امر ہے۔تو چھپا۔﴿ وَ اَسِرُّوۡا قَوۡلَكُمۡ اَوِ اجۡهَرُوۡا بِهٖ ﴾ (67/الملک:13)''اور تم لوگ چھپاؤ اپنی بات کو یا نمایاں کرو اس کو۔''

ترکیب

بَقَرَةٌ صَفۡرَاءُ مرکب توصیفی ہے۔فَاقِعٌ لَوۡنُهَا میں فَاقِعٌ خبر مقدم ہے اور لَوۡنُهَا مبتداء مؤخر ہے۔تَسُرُّ مضارع کا واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔اس میں شامل هِيَ کی ضمیر اس کا فاعل ہے جبکہ النّٰظِرِيۡنَ مفعول ہے۔

تَسُرُّ میں هِيَ کی ضمیر بَقَرَةٌ کے لیے بھی ہوسکتی ہے اور لَوۡنٌ کے لیے بھی، حالانکہ لَوۡنٌ مذکر ہے۔اس کی وجہ سمجھ لیں۔ جب کوئی مذکر لفظ کسی مؤنث لفظ کی طرف مضاف ہو، جیسے یہاں لَوۡنُ (مذکر) هَا (مؤنث) کی طرف مضاف ہے، تو ایسے مذکر لفظ کے لیے مؤنث کا صیغہ لانا جائز ہے۔

ترجمہ

قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ	يُبَيِّنۡ لَّنَا	مَا
انہوں نے کہا آپؑ پکاریئے ہمارے لیے اپنے رب کو	کہ وہ واضح کردے ہمارے لیے	کیا ہے

لَوۡنُهَا	قَالَ اِنَّهٗ يَقُوۡلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ صَفۡرَآءُ	فَاقِعٌ
اس کا رنگ	انہوںؑ نے کہا کہ وہ کہتا ہے	کہ وہ	ایک پیلی گائے ہے	شوخ ہے

لَّوۡنُهَا	تَسُرُّ	النّٰظِرِيۡنَ
اس کا رنگ	وہ خوش کرتا ہے	دیکھنے والوں کو

نوٹ۔1

اس آیت کی لغت میں مادہ ''س ر ر'' کی باب افعال میں وضاحت کرتے ہوئے آیت نمبر (10 / یونس: 54) میں لفظ اَسَرُّوْا آیا ہے اور آیت نمبر (67 / الملک: 13) میں اَسِرُّوْا آیا ہے۔ ان دونوں کے فرق کو نوٹ کر کے ذہن نشین کر لیں۔ اَسَرُّوْا جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں ان لوگوں نے چھپایا۔ جبکہ اَسِرُّوْا فعل امر میں جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں تم لوگ چھپاؤ۔

آیت نمبر (2 / البقرہ: 70)

﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝70﴾

ترکیب

اِنَّ کا اسم اَلْبَقَرَ ہے اس لیے منصوب ہے اور یہاں اَلْبَقَرَۃَ کے بجائے اَلْبَقَرَ یعنی اسم جنس آیا ہے۔ تَشَابَهَ عَلَيْنَا جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے۔ اِنَّا میں شامل نَا کی ضمیر اِنَّ کا اسم ہے اور اسم الفاعل لَمُهْتَدُوْنَ اس کی خبر ہے۔ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ جملہ فعلیہ شرط ہے اور اِنَّا لَمُهْتَدُوْنَ جملہ اسمیہ جواب شرط ہے۔

ترجمہ

يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ	قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
کہ وہ واضح کر دے ہمارے لیے کہ وہ کیا ہے	انہوں نے کہا آپؑ پکاریئے ہمارے لیے اپنے رب کو

اللّٰهُ	اِنْ شَاۗءَ	وَاِنَّآ	عَلَيْنَا ۭ	تَشٰبَهَ	اِنَّ الْبَقَرَ
اللہ نے	اگر چاہا	اور یقیناً ہم	ہم پر	باہم ملتے جلتے ہوئے	بے شک تمام گائے بیل

لَمُهْتَدُوْنَ
تو ہدایت پانے والے ہیں

نوٹ۔1

گائے کے قصے میں اب تک جو آیات زیرِ مطالعہ آئی ہیں ان میں ایک دو باتیں نوٹ کرنے کے قابل ہیں۔ لیکن ان کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پس منظر ذہن میں واضح ہو۔ فرعونوں کے دور میں مصر میں گائے کی پرستش عام تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بنو اسرائیل کے جو لوگ تھے ان کی اکثریت مصر میں پیدا ہوئی تھی اور اسی ماحول میں پروان چڑھی تھی۔ گو مصر میں انہوں نے گائے کی پرستش نہیں کی لیکن اس کی عظمت ان کے دلوں میں رچ بس گئی تھی اسی بات نے انہیں بچھڑے کی پرستش پر آمادہ کیا اور اسی وجہ سے وہ گائے ذبح کرنے میں پس و پیش کر رہے تھے۔

نوٹ۔2

اب پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ آیات 67۔ 68 اور 69 میں حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل لفظ بَقَرَةٌ (کوئی ایک گائے) استعمال کر رہے ہیں لیکن اس آیت میں بنو اسرائیل نے اسم جنس اَلْبَقَرَ استعمال کیا ہے جس میں گائے اور بیل دونوں شامل ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ ان کی بات میں واحد مذکر کا صیغہ تَشَابَهَ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

ان کا اصل شبہ اور الجھن بیل کے متعلق تھی۔ اگر گائے کے متعلق ہوتی تو تشابہت آتا۔

ان لوگوں کا یہ اندازِ کلام اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ ان کی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ گائے[229] ذبح کرنے کے حکم کو بیل ذبح کرنے کے حکم میں تبدیل کر دے۔

نوٹ۔3	تیسری بات یہ ہے کہ انہوں نے موسیٰؑ سے ہر دفعہ یہ کہا کہ آپ "اپنے رب" کو پکاریئے۔ ہر جگہ رَبَّکَ کہا ہے کسی ایک جگہ بھی رَبَّنَا نہیں کہا کہ آپ "ہمارے رب" کو پکاریئے۔ یہ اندازِ کلام بھی بہت کچھ غمازی کر رہا ہے۔

آیت نمبر (2/ البقرہ:71)

﴿ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَاؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ؏ ﴿٧١﴾ ﴾

ث و ر

(ن)	ثَوْرًا	غبار، دھواں یا بادل وغیرہ کا اوپر اٹھنا۔
(افعال)	اِثَارَةً	اوپر اٹھانا۔ زمین جوتنا (کیونکہ اس میں زمین کی مٹی کو اوپر اٹھاتے ہیں)۔ ﴿ اَللّٰهُ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا ﴾ (30/ الروم:48) "اللہ ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو تو وہ اوپر اٹھاتی ہے بادل کو۔" ﴿ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ ﴾ (30/ الروم:9) "وہ لوگ زیادہ شدید تھے ان سے بلحاظ قوت کے اور انہوں نے جوتا زمین کو اور آباد کیا اس کو۔"
	ثَوْرٌ	اسم ذات ہے۔ بیل (کیونکہ یہ زمین جوتتا ہے)۔ یہ لفظ قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا

س ل م

(س)	سَلَامًا اور سَلَامَةً	(۱) آفت اور بلا سے محفوظ ہونا۔ سلامتی میں ہونا۔ (۲) عیب اور نقص سے پاک ہونا۔ صحیح وسالم۔
	سَالِمٌ	فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ صحیح وسالم ہونے والا۔ تندرست۔ ﴿ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ ﴾ (68/ القلم:43) "اور یقیناً وہ لوگ بلائے جاتے تھے سجدوں کی طرف اس حال میں کہ وہ لوگ تندرست تھے۔"
	سَلَمٌ	صفت ہے۔ صحیح وسالم۔ مکمل۔ پورے کا پورا۔ ﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍؕ ﴾ (39/ الزمر:29) "اللہ مثال دیتا ہے ایک آدمی یعنی ایک غلام کی اس میں شریک ہیں کچھ مختلف مزاج لوگ یعنی کئی آقا اور ایک غلام کی جو پورا کا پورا ہے ایک آدمی یعنی ایک آقا کے لیے۔"
	سَلْمٌ	اسم ذات ہے۔ صلح ﴿ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ﴾ (8/ الانفال:61) "اور اگر وہ لوگ جھکیں صلح کے لیے تو آپؐ جھکیں اس کے لیے۔"
	سِلْمٌ	اسم ذات ہے۔ سلامتی۔ اسلام۔ ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةًص ﴾ (2/ البقرہ:208) "اے لوگو! جو ایمان لائے تم لوگ داخل ہو سلامتی میں یعنی اسلام میں پورے کے پورے۔"

229

	سُلَّمٌ	اسم ذات ہے۔حفاظت کے لیے بلند جگہ پر چڑھنے کا ذریعہ۔سیڑھی۔ ﴿ اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ يَّسۡتَمِعُوۡنَ فِيۡهِ ۚ ﴾ (52/الطور:38) ''یا ان کے پاس ہے کوئی سیڑھی، وہ لوگ کان لگاتے ہیں جس میں یعنی جس پر چڑھ کے۔''
	سَلَامٌ	اسم ذات ہے۔سلامتی۔سلامتی کی دعا۔﴿ لَهُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ﴾ (6/الانعام:127) ''ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس۔'' ﴿ وَ تَحِيَّتُهُمۡ فِيۡهَا سَلٰمٌ ۚ ﴾ (10/یونس:10) ''اور ان کی دعا ہے اس میں سلامتی کی دعا۔''
(افعال)	اِسۡلَامًا	کسی کی فرمانبرداری قبول کرنا۔تابعداری کرنا (اس طرح انسان عافیت میں آجاتا ہے)۔اصطلاحاً اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرنا یعنی اسلام لانا۔﴿ وَلٰكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ ﴾ (49/الحجرات:14) ''اور لیکن تم لوگ کہو ہم نے فرمانبرداری قبول کی اور ابھی تک داخل نہیں ہوا ایمان تمہارے دلوں میں۔''
	اَسۡلِمۡ	فعل امر ہے۔تو فرمانبرداری قبول کر۔﴿ فَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا ؕ ﴾ (22/الحج:34) ''پس تمہارا الٰہ واحد الٰہ ہے تو اس کی ہی تم لوگ فرمانبرداری کرو۔''
	مُسۡلِمٌ	اسم الفاعل ہے۔فرمانبرداری قبول کرنے والا۔تابعدار۔مسلمان ﴿ اَنۡتَ وَلِىّٖ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِىۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۰۱﴾ ﴾ (12/یوسف:101) ''تو میرا مولا ہے دنیا اور آخرت میں، تو موت دے مجھ کو مسلمان ہوتے ہوئے اور تو ملا دے مجھ کو صالح لوگوں کے ساتھ۔''
	اِسۡلَامٌ	باب افعال کا مصدر ہے۔اصطلاحاً دین اسلام یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کا ضابطۂ حیات۔﴿ وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ ﴾ (3/آل عمران:85) ''اور جو تلاش کرتا ہے اسلام کے علاوہ کو بطور دین کے تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اس سے۔''
(تفعیل)	تَسۡلِيۡمًا	(۱) آفت سے بچانا۔کسی کو کسی کے سپرد کرنا۔(۲) صحیح وسالم یعنی پورا رکھنا۔(۳) سلامتی کی دعا دینا۔ ﴿ وَ لَوۡ اَرٰٮكَهُمۡ كَثِيۡرًا لَّـفَشِلۡتُمۡ وَلَـتَـنَازَعۡتُمۡ فِى الۡاَمۡرِ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ ﴾ (8/الانفال:43) ''اور اگر وہ تمہیں دکھاتا ان لوگوں کو زیادہ تو تم لوگ ہمت ہار دیتے اور تم لوگ جھگڑتے فیصلے میں لیکن اللہ نے بچایا۔'' ﴿ لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ بُيُوۡتِكُمۡ حَتّٰى تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَتُسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَهۡلِهَا ؕ ﴾ (24/النور:27) ''تم لوگ داخل مت ہو کسی کے گھروں میں اپنے گھروں کے علاوہ یہاں تک کہ اجازت مانگ لو اور سلامتی کی دعا دے لو اس میں رہنے والوں پر۔''
	سَلِّمۡ	فعل امر ہے۔تو بچا۔تو سلامتی کی دعا دے۔﴿ فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُيُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ ﴾ (24/النور:61) ''جب بھی تم لوگ داخل ہو کچھ گھروں میں تو سلامتی کی دعا دو یعنی سلام کرو اپنوں پر۔''
	مُسَلَّمَةٌ	اسم المفعول ہے، بطور صفت آتا ہے۔بچایا ہوا۔سپرد کیا ہوا۔﴿ وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـئًا فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهۡلِهٖۤ ﴾ (4/النساء:92) ''اور جس نے قتل کیا کسی مومن کو غلطی سے تو ایک مسلمان گردن یعنی مسلمان غلام کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا ہے حوالے کیا ہوا اس کے گھر والوں کے لیے۔''

229

و ش ی

(ض) وَشْيًا کسی چیز کو مصنوعی طور پر سجانا۔نقش ونگار بنانا۔

شِيَةٌ اسم ذات ہے۔داغ۔نشان۔آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب

اِنَّھَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ میں بَقَرَةٌ موصوف اور لَا ذَلُوْلٌ صفت ہے۔ یہ مرکب توصیفی اِنَّ کی خبر ہے۔ تُثِيْرُ فعل، اس کا فاعل اس میں شامل ھِیَ کی ضمیر ہے جو بَقَرَةٌ کے لیے ہے جبکہ اَلْاَرْضَ اس کا مفعول ہے۔ یہ جملہ فعلیہ مرکب توصیفی بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ کا حال ہے۔لَا تَسْقِي الْحَرْثَ جملہ فعلیہ خبر ہے اور اس کا مبتداء ھِیَ محذوف ہے۔ مُسَلَّمَةٌ بھی خبر ہے اور اس کا بھی مبتداء ھِیَ محذوف ہے۔لَا شِيَةَ مبتداء ہے اس کی خبر مَوْجُوْدَةٌ محذوف ہے اور فِيْهَا متعلق خبر ہے۔لَا شِيَةَ کے ساتھ لائے نفی جنس لگا ہوا ہے۔

ترجمہ

قَالَ	اِنَّهٗ	يَقُوْلُ	اِنَّهَا	بَقَرَةٌ	لَّا ذَلُوْلٌ
انہوںؑ نے کہا	کہ وہ	کہتا ہے	کہ وہ	ایک گائے ہے	جو سدھائی نہیں گئی

تُثِيْرُ	الْاَرْضَ	وَلَا تَسْقِي	الْحَرْثَ	مُسَلَّمَةٌ
کہ وہ جوتتی ہے	زمین کو	اور وہ پانی نہیں پلاتی	کھیتی کو	وہ بچائی گئی ہے (ہر مشقت سے)

لَّا شِيَةَ	فِيْهَا	قَالُوا	الْـٰٔنَ	جِئْتَ بِالْحَقِّ
کسی قسم کا کوئی نشان نہیں	اس میں	ان لوگوں نے کہا	اب	تو لایا حق کو

فَذَبَحُوْهَا	وَمَا كَادُوْا	يَفْعَلُوْنَ
تو ان لوگوں نے ذبح کیا اس کو	اور لگتا نہیں تھا کہ	وہ لوگ کریں گے

نوٹ۔1

حضرت ابراہیمؑ سے نسبت کی بنیاد پر بنو اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ جبکہ حضرت ابراہیمؑ کا حال یہ تھا کہ خواب میں اشارہ ملا تو وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہوگئے، بلکہ اپنے جانتے میں تو انہوں نے ذبح کر دیا تھا۔ادھر ان کا حال یہ ہے کہ کلیم اللہؑ نے اللہ کا حکم واضح الفاظ میں سنایا تو اس پر عمل کرنے میں انہوں نے اتنا پس وپیش کیا۔

یہ ایک واقعہ درحقیقت ان کے عمومی طرزِ عمل کی نمائندگی کر رہا ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر بے چون و چرا عمل نہیں کرتے تھے اور ان کا یہی طرزِ عمل اُمت مسلمہ کے منصب سے ان کی معزولی کا بنیادی سبب بنا۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی مقرب ہستی سے نسبت اس کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے سے ہے، نسلی تعلق سے نہیں ہے ورنہ حضرت نوحؑ کی آنکھوں کے سامنے ان کا بیٹا غرق نہ ہوتا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

آیت نمبر (72)

﴿وَ اِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسًا فَادّٰرَءۡتُمۡ فِیۡهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخۡرِجٌ مَّا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿ۚ۷۲﴾﴾

ق ت ل		
(ن)	قَتۡلًا	کسی کو قتل کرنا۔﴿وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا ۙ﴾ (4/النساء:157) ''اور ان لوگوں نے یعنی یہودیوں نے یقیناً قتل نہیں کیا ان ؑ کو یعنی عیسیٰ ؑ کو۔''
	اُقۡتُلۡ	فعل امر ہے۔تو قتل کر۔﴿فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡهُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ﴾ (9/التوبہ:5) ''پس جب نکل جائیں حرمت والے مہینے تو تم لوگ قتل کرو مشرکوں کو۔''
	قَتۡلٌ	اسم ذات ہے۔قتل۔﴿وَالۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ ۚ﴾ (2/البقرہ:191) ''اور فتنہ زیادہ شدید ہے قتل سے۔''
(تفعیل)	تَقۡتِيۡلًا	تسلسل سے یعنی کثرت سے قتل کرنا۔﴿سَنُقَتِّلُ اَبۡنَآءَهُمۡ﴾ (7/الاعراف:127) ''ہم قتل کرتے رہیں گے ان کے بیٹوں کو۔''
(مفاعلہ)	مُقَاتَلَةً اور قِتَالًا	ایک دوسرے کو قتل کرنا۔جنگ کرنا۔اس فعل کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو بد دعا کا مفہوم ہوتا ہے یعنی ہلاک کرے۔﴿لَا يَسۡتَوِىۡ مِنۡكُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعۡظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقٰتَلُوۡا ؕ﴾ (57/الحدید:10) ''برابر نہیں ہے تم لوگوں میں سے وہ جس نے انفاق کیا فتح سے پہلے اور قتال کیا۔وہ لوگ زیادہ عظیم ہیں بلحاظ درجے کے، ان لوگوں سے جنہوں نے انفاق کیا بعد میں اور قتال کیا۔'' ﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۳۰﴾﴾ (9/التوبہ:30) ''ہلاک کرے ان کو اللہ، کہاں اوندھے جاتے ہیں۔''
	قَاتِلۡ	فعل امر ہے۔تو جنگ کر۔تو قتال کر۔﴿فَقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ﴾ (4/النساء:84) ''پس آپ ؐ قتال کیجئے اللہ کی راہ میں۔'' ﴿وَقَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ﴾ (2/البقرہ:190) ''اور تم لوگ قتال کرو اللہ کی راہ میں۔''
(افتعال)	اِقۡتِتَالًا	اہتمام سے لڑنا۔آپس میں لڑنا۔﴿وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقۡتَتَلُوۡا ۟﴾ (2/البقرہ:253) ''اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں نہ لڑتے۔''
د ر ء		
(ف)	دَرۡءً	دھکیلنا۔ہٹانا۔﴿وَيَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾ (13/الرعد:22) ''اور وہ لوگ ہٹاتے ہیں بھلائی سے برائی کو۔''
	اِدۡرَءۡ	فعل امر ہے۔تو ہٹا۔﴿قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِكُمُ الۡمَوۡتَ﴾ (3/آل عمران:168) ''آپ ؐ کہئے تو تم لوگ ہٹالو اپنی جان سے موت کو۔''
(تفاعل)	اِدّٰرُءًا	الزام کو ایک دوسرے پر ڈالنا۔آیت زیر مطالعہ۔

229

ترکیب

قَتَلْتُمْ کا مفعول نَفْسًا ہے اور فِيْهَا میں هَا کی ضمیر نَفْسًا کے لیے ہے۔ اَللّٰهُ مبتداء، مُخْرِجٌ خبر اور مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ جملہ فعلیہ متعلق خبر ہے۔

ترجمہ

وَاِذْ قَتَلْتُمْ	نَفْسًا	فَادّٰرَءْتُمْ
اور جب تم لوگوں نے قتل کیا	ایک جان کو	تو الزام ایک دوسرے پر ڈالا

فِيْهَا	وَاللّٰهُ	مُخْرِجٌ	مَّا	كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ
اس میں	اور اللہ	نکالنے والا تھا	وہ جو	تم لوگ چھپاتے تھے

نوٹ۔1

ایک مرتبہ پھر یاد کر لیں، آیت نمبر (2/ البقرہ: 11۔12) کے نوٹ۔1 میں بتایا جا چکا ہے کہ جملہ اگر اِذْ سے شروع ہو تو اس کا ترجمہ ماضی میں کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ کا ترجمہ ''اللہ نکالنے والا ہے'' کے بجائے ''اللہ نکالنے والا تھا'' کیا گیا ہے۔

نوٹ۔2

او پر لغت میں آیت نمبر (9/ الروم: 30) کا ترجمہ ''قتل کیا ان کو اللہ نے'' کرنے کے بجائے ''قتل کرے ان کو اللہ'' کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سمجھنے کے لیے دعائیہ کلمات کے متعلق چند باتیں سمجھ لیں۔ دعا کے تین انداز ہیں۔ (۱) کبھی ہم اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے دعا کرتے ہیں جیسے یا اللہ! تو مجھے معاف کر۔ یا اللہ! تو اس کو معاف کر۔ (۲) کبھی ہم اس کو مخاطب کرتے ہیں جس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ جیسے اللہ تجھ کو معاف کرے۔ (۳) کبھی ہمارا مخاطب کوئی نہیں ہوتا۔ ہم صرف اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے اللہ اسے معاف کرے۔ اللہ ہم سب کو معاف کرے۔

اُردو میں قاعدہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں فعل امر حاضر استعمال ہوتا ہے، ''تو کر''۔ جبکہ دوسری اور تیسری صورت میں فعل امر غائب استعمال ہوتا ہے، ''وہ کرے''۔ عربی میں بھی پہلی صورت میں فعل امر حاضر ہی آتا ہے۔ جیسے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ۔ لیکن دوسری اور تیسری صورت میں فعل امر غائب کے بجائے فعل ماضی یا مضارع آتا ہے۔ جیسے غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ۔ غَفَرَ اللّٰهُ لَنَا۔ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وغیرہ۔

اب نوٹ کریں کہ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ کا اگر لفظی ترجمہ کریں کہ ''معاف کیا اللہ نے تجھ کو'' تو ایسی صورت میں دعا کا مفہوم نہیں رہتا۔ اس لیے اردو محاورے کے مطابق ترجمہ کرنا پڑتا ہے کہ ''معاف کرے اللہ تجھ کو''۔ اسی طرح يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کا ترجمہ ''رحم کرتا ہے یا رحم کرے گا تجھ پر اللہ'' کرنے کے بجائے ترجمہ ہوگا ''رحم کرے تجھ پر اللہ''۔ یہی وجہ ہے کہ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ کا ترجمہ ''ہلاک کیا ان کو اللہ نے'' درست نہیں ہوگا۔ بلکہ ''ہلاک کرے ان کو اللہ'' درست ہوگا۔

آیت نمبر (2/ البقرہ: 73)

﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۭ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٣﴾﴾

ترکیب

اِضْرِبُوْهُ میں هُ کی ضمیر واحد مذکر ہے اس لیے یہ مقتول کے لیے ہے۔ بِبَعْضِهَا میں هَا کی ضمیر واحد مؤنث ہے اس

لیے یہ گائے کے لیے ہے۔ یُحْیِ کا فاعل اللّٰہُ اور اس کا مفعول اَلْمَوْتٰی ہے۔ یُرِیْ کا فاعل اس میں شامل ھُوَ کی ضمیر ہے جو اللہ کے لیے ہے۔ اس کا مفعول اوّل کُمْ ہے اور اٰیٰتِہٖ مفعول ثانی ہے۔ یہ دراصل اٰیٰاتٌ (حالتِ نصب) تھا۔ مضاف ہونے کی وجہ سے تنوین ختم ہوئی اور ہٗ کی ضمیر مضاف الیہ ہے۔

ترجمہ

فَقُلْنَا	اضْرِبُوْہُ	بِبَعْضِھَا	کَذٰلِكَ	یُحْیِ اللّٰہُ
تو ہم نے کہا	تم لوگ مارو اس کو	اس کے حصہ سے	اس طرح	زندہ کرتا ہے اللہ

الْمَوْتٰی	وَیُرِیْکُمْ	اٰیٰتِہٖ	لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ
مردہ کو	اور وہ دکھاتا ہے تم کو	اپنی نشانیاں	شائد تم لوگ عقل کرو

نوٹ۔1

کَذٰلِكَ کا لفظ بتا رہا ہے کہ مردہ گائے کے گوشت کا ٹکڑا مارنے کے بعد جو کچھ ہوا وہ پورا واقعہ یہاں محذوف ہے اور اس میں مردہ کا دوبارہ زندہ ہونا لازماً شامل ہے۔

آیت نمبر (2/البقرہ: 74)

﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَھِیَ کَالْحِجَارَۃِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَۃِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْہُ الْاَنْھٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْہُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ؕ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ ﴾

ق س و

(ن) قَسْوًا: ٹھوس ہونا۔ سخت ہونا۔ ﴿ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ ؕ ﴾ (57/الحدید: 16) ''پس طویل ہوئی ان پر مدت تو سخت ہوئے ان کے دل۔''

قَاسٍ: مؤنث قَاسِیَۃٌ۔ اسم الفاعل ہے۔ سخت ہونے والا۔ ﴿ فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ ؕ ﴾ (22/الحج: 53) ''آزمائش ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں مرض ہے اور سخت ہونے والے ہیں جن کے دل۔''

قَسْوَۃٌ: اسم ذات ہے۔ سختی۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ش ق ق

(ن) شَقًّا اور مَشَقَّۃً: پھاڑنا۔ کام کا دشوار ہونا۔ ﴿ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ ﴾ (80/عبس: 26) ''پھر ہم نے پھاڑا زمین کو جیسا پھاڑنے کا حق ہے۔''

اَشَقُّ: افعل التفضیل ہے۔ زیادہ دشوار۔ ﴿ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَشَقُّ ۚ ﴾ (13/الرعد: 34) ''اور یقیناً آخرت کا عذاب سب سے زیادہ دشوار ہے۔''

شِقٌّ: اسم ذات ہے۔ دشواری۔ مشقت۔ ﴿ لَمْ تَکُوْنُوْا بٰلِغِیْہِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ ﴾ (16/النحل: 7)

229

”تم لوگ نہیں ہو پہنچنے والے اس کو مگر جان کی مشقت سے۔“

شُقَّةٌ — اسم ذات ہے۔ مشکل سفر۔ ﴿وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ط﴾ (9/التوبہ:42) ”اور لیکن دور ہوا یعنی طویل ہوا ان پر مشکل سفر۔“

(مفاعلہ) شِقَاقًا — ایک دوسرے کی مخالفت کرنا۔ (پھٹ کر الگ ہونے کی وجہ سے) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ج﴾ (8/الانفال:13) ”یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول کی۔“

(تفعّل) تَشَقُّقًا — پھٹ جانا۔ پھٹ پڑنا۔ ﴿وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ﴾ (25/الفرقان:25) ”اور جس دن آسمان پھٹ جائے گا۔“

(انفعال) اِنْشِقَاقًا — پھٹ جانا۔ ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ①﴾ (54/القمر:1) ”قریب ہوئی قیامت اور پھٹ گیا چاند۔“

خ ش ی

(س) خَشْيًا — مرعوب ہونا۔ ڈرنا۔ ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ع ⑧﴾ (98/البینۃ:8) ”یہ ہے اس کے لیے جو مرعوب ہوا اپنے رب سے۔“

اِخْشَ — فعل امر ہے۔ تو مرعوب ہو۔ ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ق﴾ (2/البقرہ:150) ”تو تم لوگ مت مرعوب ہو ان لوگوں سے اور مرعوب ہو مجھ سے۔“

خَشْيَةٌ — اسم ذات ہے۔ رعب۔ دبدبہ۔ دہشت۔ ﴿يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ (4/النساء:77) ”وہ لوگ مرعوب ہوتے ہیں لوگوں سے جیسے کہ اللہ کا رعب۔“

غ ف ل

(ن) غَفْلًا — کسی حقیقت کو ذہن میں حاضر نہ رکھنا۔ چوکنا نہ ہونا۔ غافل ہونا۔ ﴿وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ﴾ (4/النساء:102) ”تمنا کی ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، کاش تم لوگ غفلت کرو اپنے ہتھیاروں سے۔“

غَافِلٌ — اسم الفاعل ہے۔ غفلت کرنے والا۔ ﴿وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ع ⑨②﴾ (10/یونس:92) ”اور بے شک لوگوں میں سے اکثر ہماری نشانیوں سے غفلت برتنے والے ہیں۔“

غَفْلَةٌ — اسم ذات ہے۔ غفلت۔ ﴿يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ (21/الانبیاء:97) ”ہائے ہماری بدبختی ہم تھے غفلت میں اس سے۔“

(افعال) اِغْفَالًا — غافل کرنا۔ ﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ (18/الکہف:28) ”اور تابعداری مت کر اس کی ہم نے غافل کیا جس کے دل کو اپنی یاد سے۔“

ترکیب

قَسَتْ فعل، قُلُوْبُكُمْ فاعل اور مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ متعلق فعل ہے۔ هِيَ کی ضمیر قُلُوْبٌ کے لیے ہے اور جملہ میں هِيَ مبتداء ہے۔ اس کی خبر قَسْوَةٌ محذوف ہے، جبکہ كَالْحِجَارَةِ متعلق خبر تھا جواب قائم مقام خبر ہے۔ اَوْ کے بعد هِيَ مبتداء محذوف ہے۔ اَشَدُّ اس کی خبر ہے، جس کی تمیز قَسْوَةً ہے، اس لیے منصوب ہے۔ لَمَا میں مَا موصولہ پر لام تاکید لگا ہوا ہے اور اِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ مِنَ الْحِجَارَةِ قائم مقام خبر مقدم ہے جبکہ

يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ جملہ فعلیہ مَا موصولہ کا صلہ ہے۔اس میں يَتَفَجَّرُ فعل، اَلْاَنْهٰرُ فاعل اور مِنْهُ متعلق فعل ہے۔[229]

ترجمہ

ثُمَّ قَسَتْ	قُلُوْبُكُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ	فَهِيَ
پھر سخت ہوئے	تمہارے دل	اس کے بعد سے	پس یہ

كَالْحِجَارَةِ	اَوْ اَشَدُّ	قَسْوَةً ؕ	وَاِنَّ	مِنَ الْحِجَارَةِ
پتھروں کی مانند ہیں	یا زیادہ ہیں	سختی میں	اور یقیناً	پتھروں میں سے ہیں

لَمَا	يَتَفَجَّرُ	مِنْهُ	الْاَنْهٰرُ ؕ	وَاِنَّ	مِنْهَا	لَمَا
وہ جو	پھوٹ بہتی ہیں	جن سے	نہریں	اور یقیناً	ان میں ہیں	وہ جو

يَشَّقَّقُ	فَيَخْرُجُ	مِنْهُ	الْمَآءُ ؕ	وَاِنَّ مِنْهَا	لَمَا
چیخ اٹھتے ہیں	تو رِستا ہے	ان سے	پانی	اور یقیناً ان میں ہیں	وہ جو

يَهْبِطُ	مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ	وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ
گر پڑتے ہیں	اللہ کے رعب سے	اور اللہ غافل نہیں ہے	اس سے جو	تم لوگ کرتے ہو

نوٹ۔1

ثُمَّ اور آگے مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا اثر ہوا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد پھر لوگوں کے دل سخت ہوتے چلے گئے۔ دل سخت ہونے کا مطلب ہے کہ اس میں موجود خواہشات کا اس سے نکلنا مشکل ہو اور کسی نئے جذبہ یا اُمنگ کا اس میں داخل ہونا مشکل ہو۔ یہ امکان اگر حتمی طور پر ختم ہو جائے تو اس کو دل پر مہر لگنا کہتے ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ دل کا سخت ہونا اس پر مہر لگنے سے پہلے کا مرحلہ ہے۔

نوٹ۔2

اس مقام پر پہلی بات یہ سمجھ لیں کہ پتھر گرنے کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔ یہاں پر ان تمام اسباب کا نہیں بلکہ صرف ایک سبب کا ذکر ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ خوف محسوس کرنے کے لیے جو اصل صلاحیت درکار ہے وہ عقل نہیں بلکہ حِس ہے۔ عقل سے حِس کو مدد ملتی ہے لیکن عقل کا ہونا شرط نہیں ہے۔ ایک انسان جب اندھا ہوتا ہے تو اس کی حِس تیز ہو جاتی ہے۔ سانپ کی آنکھ نہیں ہوتی لیکن وہ حِس سے اپنا کام چلا لیتا ہے۔ تمام جانور حالانکہ غیر عاقل مخلوق ہیں لیکن حِس ہونے کی وجہ سے وہ بھی خوف محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح سے نباتات و جمادات میں حِس کی موجودگی اب سائنس سے ثابت ہے۔ اس لیے ان کے خوف محسوس کرنے پر کلام کرنا، کم علمی کا مظاہرہ ہے۔

نوٹ۔3

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ایسی باتوں کا ذکر ہے جن کو پورے طور پر سمجھنا پرانے زمانے میں ممکن نہیں تھا۔ اس کی سب سے پہلی مثال سورۃ الفاتحہ میں، رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں عَالَمٌ کے لیے جمع کے صیغے کا استعمال ہے۔ اس کے بعد

وقفہ وقفہ سے پورے قرآن مجید میں اس نوعیت کی باتیں ہیں۔ پتھروں کا خوف محسوس کرنا بھی ان میں سے ایک ہے۔229

پرانے زمانے میں جن لوگوں نے اپنے رب کی طرف سے حق تسلیم کیا، تو اپنی قوتِ ایمانی کے بل بوتے پر کیا۔ جیسے حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ رب ہے اس عالم کا بھی جسے ہم جانتے ہیں اور ان تمام عالموں کا بھی جنہیں ہم نہیں جانتے۔ اور جنہوں نے اعتراضات کیئے، تو عقل پر غیر ضروری اعتماد اور لاعلمی کی بنا پر کیئے اور اب بھی کرتے ہیں۔ لیکن جیسے جیسے سائنس آگے بڑھ رہی ہے ایک ایک کر کے اعتراضات دور ہو رہے ہیں اور قرآن کی بات درست ثابت ہو رہی ہے۔ یہ صورتحال ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

آیت نمبر(2/البقرہ:75)

﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾﴾

ط	م	ع

(س) طَمَعًا: خواہش کے ساتھ کسی چیز کی اُمید رکھنا۔ لالچ کرنا۔ آرزو کرنا۔ ﴿وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٤﴾﴾ (5/المآئدہ:84) ’’اور ہم آرزو کرتے ہیں کہ ہم کو داخل کرے ہمارا رب صالح لوگوں کے ساتھ۔‘‘

طَمَعٌ: اسم ذات ہے۔ لالچ۔ آرزو۔ ﴿وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ﴾ (7/الاعراف:56) ’’اور تم لوگ پکارو اس کو خوف کرتے ہوئے اور آرزو کرتے ہوئے۔‘‘

ح	ر	ف

(ض) حَرْفًا: کسی چیز کے کنارے پر ہونا۔ جھکا ہوا ہونا۔

حَرْفٌ: اسم ذات ہے۔ کنارہ۔ دھار۔ سرا۔ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ﴾ (22/الحج:11) ’’اور لوگوں میں وہ بھی ہے جو بندگی کرتا ہے اللہ کی ایک کنارہ پر۔‘‘

(تفعیل) تَحْرِيْفًا: کسی چیز کو کنارے پر کرنا۔ جھکا دینا۔ ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ﴾ (5/المآئدہ:13) ’’وہ لوگ جھکاتے ہیں بات کو اس کے ٹھکانے سے یعنی بات کو بدل دیتے ہیں۔‘‘

(تفعّل) تَحَرُّفًا: کسی جانب جھک جانا۔ جھکائی دینا۔

مُتَحَرِّفٌ: اسم الفاعل ہے۔ جھکنے والا۔ جھکائی دینے والا۔ ﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ﴾ (8/الانفال:16) ’’اور جو پھیرے گا ان کی طرف اس دن اپنی پیٹھ کو سوائے جھکائی دینے والا ہوتے ہوئے قتال کے لیے۔‘‘

ترکیب

وَقَدْ كَانَ میں واو حالیہ ہے۔ كَانَ پر قَدْ داخل ہونے کی وجہ سے یہ ماضی قریب (PRESENT PERFECT TENSE) ہے۔ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ میں فَرِيْقٌ نکرہ مخصوصہ ہے اور كَانَ کا اسم ہے۔ اور اس کی خبر مَوْجُوْدٌ محذوف

ہے۔ یَسْمَعُوْنَ سے آخیر تک فَرِیْقٌ کی خصوصیت ہے۔ یُحَرِّفُوْنَهٗ اور عَقَلُوْهُ دونوں میں ہٗ کی ضمیر کَلٰمَ اللّٰهِ کے لیے ہے۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ میں بھی واوٴ حالیہ ہے۔

ترجمہ

اَفَتَطْمَعُوْنَ	اَنْ يُّؤْمِنُوْا	لَكُمْ	وَ
توکیا تم لوگ آرزو کرتے ہو	کہ وہ لوگ مان لیں	تمہاری بات	درآں حالیکہ

قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	يَسْمَعُوْنَ	كَلٰمَ اللّٰهِ	ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ
ایک ایسا فریق	ان میں	جو سنتے ہیں	اللہ کے کلام کو	پھر وہ جھکاتے (بدلتے) ہیں اس کو

مِنْۢ بَعْدِ	مَا	عَقَلُوْهُ	وَ	هُمْ يَعْلَمُوْنَ
اس کے بعد	کہ جو	انہوں نے سمجھا اس کو	اس حال میں کہ	وہ جانتے ہیں

آیت نمبر(2/البقرہ:76)

﴿ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ
عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾

ح د ث

(ن) حُدُوْثًا: کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہیں تھی (فعل لازم)۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ قرآن مجید میں یہ زیادہ تر کسی بات یا خبر کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ثلاثی مجرد سے فعل قرآن میں نہیں آیا۔

حَدِيْثٌ: ج اَحَادِيْثُ۔ فَعِيْلٌ کا وزن ہے۔ بنیادی مفہوم ہے وجود میں آنے والا، اس کے ساتھ پھر مختلف معانی میں اسم ذات کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کلام۔ بات۔ ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ ﴾ (52/الطور:34) ”تو وہ لوگ لائیں اس کے جیسا کوئی کلام۔“ حضور ﷺ کے فرمودات کو بھی اس معنی میں حدیث کہتے ہیں۔ (۲) خبر۔ حال۔ ﴿ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ؕ ۝ ﴾ (88/الغاشیہ:1) ”کیا پہنچی آپؐ کے پاس اس چھا جانے والی کی خبر۔“ (۳) گفتگو۔ بات۔ ﴿ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ ﴾ (6/الانعام:68) ”یہاں تک کہ وہ لوگ بال کی کھال نکالیں اس کے علاوہ کسی بات میں۔“ (۴) داستان۔ افسانہ۔ ﴿ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ﴾ (34/سبا:19) ”تو ہم نے بنا دیا ان کو افسانے۔“ (۵) خواب۔ ﴿ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ ﴾ (12/یوسف:101) ”اور تو نے علم دیا مجھ کو خوابوں کی تعبیر میں سے۔“

(افعال) اِحْدَاثًا: کوئی نیا وجود دینا۔ ﴿ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ ۧ ﴾ (18/الکھف:70) ”تو آپؐ نہ پوچھیں مجھ سے کسی چیز کے بارے میں یہاں تک کہ میں وجود دوں آپؐ کے لیے اس میں سے کسی بات کو۔“

مُحْدَثٌ — اسم المفعول ہے۔ نیا وجود دیا ہوا۔ نئی نصیحت۔ ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ﴾ (26/الشعراء:5) ''اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی یاددہانی رحمن کی طرف سے، کوئی نئی نصیحت، مگر وہ لوگ تھے اس سے اعراض کرنے والے۔''

(تفعیل) **تَحْدِيْثًا** — خبر دینا۔ بیان کرنا۔ ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا﴾ (99/الزلزال:4) ''اس دن وہ بیان کرے گی اپنی خبروں کو۔''

حَدِّثْ — فعل امر ہے۔ تو خبر دے۔ تو بیان کر۔ ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (93/الضحیٰ:11) ''اور اپنے رب کی نعمت کا آپؐ چرچا کریں۔''

ف ت ح

(ف) **فَتْحًا** — (۱) کسی چیز کو کھولنا۔ (۲) پیچیدگی کی گرہ کھولنا یعنی فیصلہ کرنا۔ ﴿فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (6/الانعام:44) ''ہم نے کھولا ان پر ہر چیز کے دروازے۔'' ﴿ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ﴾ (34/سبا:26) ''پھر وہ فیصلہ کرے گا ہمارے مابین حق سے۔''

اِفْتَحْ — فعل امر ہے۔ تو کھول۔ تو فیصلہ کر۔ ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ﴾ (7/الاعراف:89) ''اے ہمارے رب تو فیصلہ کر ہمارے اور ہماری قوم کے مابین حق سے۔''

فَاتِحٌ — اسم الفاعل ہے۔ کھولنے والا۔ فیصلہ کرنے والا۔ ﴿وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ﴾ (7/الاعراف:89) ''اور تو فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔''

فَتَّاحٌ — اسم المبالغہ ہے۔ بہت کھولنے والا۔ بہت فیصلہ کرنے والا۔ ﴿وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾ (34/سبا:26) ''اور وہ ہی بہت فیصلہ کرنے والا، ہر حال میں جاننے والا ہے۔''

مِفْتَحٌ — ج مَفَاتِحُ۔ اسم الآلہ ہے۔ کھولنے کا آلہ یعنی کنجی۔ ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ (6/الانعام:59) ''اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔''

فَتْحٌ — اسم ذات ہے۔ فتح۔ فیصلہ۔ ﴿نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ﴾ (61/الصف:13) ''کوئی مدد، اللہ کی طرف سے اور ایک قریبی فتح۔'' ﴿يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ﴾ (32/السجدہ:29) ''فیصلے کے دن نفع نہیں دے گا ان کو جنہوں نے کفر کیا، ان کا ایمان۔''

(تفعیل) **تَفْتِيْحًا** — کثرت سے کھولنا۔ ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ﴾ (7/الاعراف:40) ''ذرا سا بھی نہیں کھولے جائیں گے ان کے لیے آسمان کے دروازے۔''

مُفَتَّحٌ — مؤنث مُفَتَّحَةٌ۔ اسم المفعول ہے۔ کھولا ہوا۔ ﴿وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ﴾ (38/ص:49-50) ''یقیناً متقی لوگوں کے لیے خوبصورت ٹھکانہ ہے، عدن کے باغات ہیں، کھولے گئے ہیں ان کے لیے دروازے۔''

(استفعال) **اِسْتِفْتَاحًا** — فتح مانگنا۔ فیصلہ مانگنا۔ ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (2/البقرہ:89) ''وہ لوگ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے ان پر جنہوں نے کفر کیا۔'' ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ (14/ابراہیم:15) ''اور ان لوگوں نے فیصلہ مانگا اور نامراد ہوا ہر ایک زبردست، ہٹ دھرم۔''

229

ح ج ج

(ن) حَجًّا — (۱) دلیل میں غالب آنا۔ (۲) کسی زیارت کا ارادہ کرنا۔ حج کرنا۔ اصطلاحاً اب یہ صرف حج کے لیے مخصوص مہینہ میں بیت اللہ کی زیارت کرنے کے لیے آتا ہے۔ ﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ﴾ (2/البقرہ:158) ''توجس نے زیارت کی اس گھر کی یعنی حج کیا یا عمرہ کیا۔''

حَجٌّ — یہ لفظ مصدر کے طور پر ہی آتا ہے۔ حج کرنا۔ ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ﴾ (2/البقرہ:197) ''حج کرنا معلوم مہینوں میں ہے۔ پس جس نے فرض کیا ان میں حج کرنے کو تو کوئی مباشرت نہیں ہے اور کوئی حکم عدولی نہیں ہے اور کوئی جھگڑا نہیں ہے حج کرنے میں۔''

حِجٌّ — ج حِجَجٌ۔ اسم ذات ہے۔ زیارت یعنی حج۔ سال (کیونکہ ایک حج سے دوسرے حج تک ایک سال ہو جاتا ہے)۔ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾ (3/آل عمران:97) ''اور اللہ کے لیے ہے لوگوں پر اس گھر کا حج۔'' ﴿عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ﴾ (28/القصص:27) ''اس پر کہ تو ملازمت کرے میری آٹھ سال۔''

حُجَّةٌ — اسم ذات ہے۔ (۱) دلیل۔ حجت۔ (۲) بحث وتکرار۔ ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙۗ﴾ (2/البقرہ:150) ''تا کہ نہ رہے لوگوں کے لیے تم لوگوں پر کوئی حجت۔'' ﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ﴾ (42/الشوریٰ:15) ''ہمارے لیے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لیے تمہارے عمل ہیں۔ کوئی بحث وتکرار نہیں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان۔''

حَآجٌّ — اسم الفاعل ہے۔ واحد اور جمع دونوں کے لیے آتا ہے اور اس کی جمع حُجَّاج بھی آتی ہے۔ حج کرنے والا۔ حاجی۔ ﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ﴾ (9/التوبہ:19) ''کیا تم لوگوں نے کر دیا حاجیوں کی سبیل کو اور مسجدِ حرام کے بسانے کو اس کے جیسا جو ایمان لایا اللہ پر اور آخری دن پر اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں۔''

(مفاعلہ) مُحَاجَّةً — ایک دوسرے سے دلیل بازی کرنا۔ بحث کرنا۔ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ﴾ (2/البقرہ:258) ''کیا آپؐ نے غور نہیں کیا اس کی طرف جس نے بحث کی ابراہیمؑ سے ان کے رب کے بارے میں۔''

(تفاعل) تَحَاجًّا — باہم جھگڑا کرنا۔ ﴿وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ﴾ (40/مومن:47) ''اور جب وہ لوگ باہم جھگڑا کریں گے آگ میں۔''

ترکیب

اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شرط ہے اور قَالُوْٓا اٰمَنَّا جواب شرط ہے۔ لَقُوْا کا فاعل اس میں شامل ھُمْ کی ضمیر ہے جبکہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اس کا مفعول ہے۔ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ شرط ہے جبکہ قَالُوْٓا سے تَعْقِلُوْنَ تک جواب شرط ہے۔ خَلَا کا فاعل بَعْضُهُمْ ہے۔

ترجمہ

وَاِذَا لَقُوا	الَّذِیۡنَ	اٰمَنُوۡا	قَالُوۡۤا	اٰمَنَّا ۚۖ 229
اور جب وہ لوگ ملتے ہیں	ان لوگوں سے جو	ایمان لائے	تو وہ کہتے ہیں	ہم ایمان لائے

وَاِذَا خَلَا	بَعۡضُهُمۡ	اِلٰى بَعۡضٍ	قَالُوۡۤا
اور جب تنہائی میں ملتے ہیں	ان کے بعض	بعض سے	تو وہ کہتے ہیں

اَتُحَدِّثُوۡنَهُمۡ	بِمَا	فَتَحَ اللّٰهُ	عَلَيۡكُمۡ
کیا تم لوگ بیان کرتے ہو ان سے	اس کو جو	کھولا اللہ نے	تم پر

لِيُحَآجُّوۡكُمۡ	بِهٖ	عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ؕ	اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ
تاکہ وہ لوگ بحث کریں تم سے	اس کے ذریعہ	تمہارے رب کے پاس	تو کیا تم لوگ عقل نہیں کرتے

آیت نمبر (2/البقرہ:77)

﴿ اَوَلَا يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ۝ ﴾

ع ل ن

(ن-ض-س) عَلَانِيَةً کسی بات کا آشکار ہونا۔ ظاہر ہونا۔﴿ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً ﴾ (13/الرعد:22) ''اور ان لوگوں نے انفاق کیا اس میں سے جو ہم نے عطا کیا ان کو چھپاتے ہوئے اور آشکار ہوتے ہوئے۔''

(افعال) اِعۡلَانًا کسی بات کو آشکار یا ظاہر کرنا۔﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِىۡ وَمَا نُعۡلِنُ ؕ ﴾ (14/ابراہیم:38) ''اے ہمارے رب! بے شک تو جانتا ہے اس کو جو ہم چھپاتے ہیں اور اس کو جو ہم آشکار کرتے ہیں۔''

ترکیب

اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ میں اَنَّ کا اسم لفظ اَللّٰهُ ہے اور جملہ فعلیہ يَعۡلَمُ سے يُعۡلِنُوۡنَ تک اس کی خبر ہے۔ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ، يَعۡلَمُ کا مفعول ہے اور یہ پورا جملہ اسمیہ اَوَلَا يَعۡلَمُوۡنَ کا مفعول ہے۔

ترجمہ

اَوَلَا يَعۡلَمُوۡنَ	اَنَّ اللّٰهَ	يَعۡلَمُ	مَا	يُسِرُّوۡنَ	وَمَا
تو کیا وہ لوگ جانتے نہیں	کہ اللہ	جانتا ہے	اس کو جو	وہ چھپاتے ہیں	اور اس کو جو

يُعۡلِنُوۡنَ
وہ آشکار کرتے ہیں

آیت نمبر (2/البقرہ:78)

﴿ وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ ۝ ﴾

229

ء م م

(ن) **اَمًّا** (۱) کسی چیز کا قصد کرنا۔ ارادہ کرنا۔ (۲) کسی کی ابتداء اور تربیت کا باعث ہونا۔ (۳) راہنمائی کرنا۔

اٰمٌّ اسم الفاعل ہے۔ ارادہ کرنے والا۔ ﴿وَلَآ اٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ﴾ (5/المآئدہ:2) ''اور نہ ہی اس محترم گھر کا ارادہ کرنے والوں کو۔''

اُمٌّ ج اُمَّهٰتٌ۔ اسم ذات ہے۔ ہر وہ چیز جو کسی کی ابتداء اور تربیت کا ذریعہ بنے۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف انداز میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) ﴿وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ (13/الرعد:39) ''اور اس کے یعنی اللہ کے پاس اصل یعنی ORIGINAL کتاب ہے۔'' (۲) ﴿وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ (6/الانعام:92) ''تا کہ آپؐ خبردار کریں بستیوں کے تربیت کنندہ یعنی مکہ مکرمہ کے لوگوں کو اور جو اس کے اردگرد ہیں۔'' (۳) ﴿وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى﴾ (28/القصص:7) ''اور ہم نے وحی کیا موسیٰؑ کی والدہ کی طرف۔'' ﴿وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ (16/النحل:78) ''اور اللہ نے نکالا تم لوگوں کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے۔''

اُمِّیٌّ اسم نسبت ہے۔ ماں سے نسبت والا۔ پیدائش کے وقت بچہ کچھ نہیں جانتا۔ اس لحاظ سے اُمِّیٌّ ایسے شخص کو کہتے ہیں جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ اَن پڑھ۔ ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ﴾ (7/الاعراف:158) ''پس تم لوگ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو امی نبی ہیں۔'' ﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ (62/الجمعہ:2) ''وہ ہے جس نے اُٹھایا اَن پڑھ لوگوں میں ایک رسول ان میں سے۔''

اُمَّةٌ ج اُمَمٌ۔ اسم ذات ہے۔ (۱) ضابطۂ حیات۔ دین۔ (۲) کسی ضابطۂ حیات کی پیروی کرنے والے لوگوں کی جماعت۔ ﴿اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ﴾ (43/الزخرف:22) ''ہم نے پایا اپنے آباو اجداد کو ایک دین پر۔'' ﴿تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾ (2/البقرہ:134) ''وہ ایک اُمت ہے جو گزر چکی ہے۔'' ﴿وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ﴾ (29/العنکبوت:18) ''اور اگر تم لوگ جھٹلاتے ہو تو جھٹلایا ہے اُمتوں نے تم سے پہلے۔''

اِمَامٌ ج اَئِمَّةٌ۔ اسم ذات ہے۔ جو چیز رہنمائی کا ذریعہ ہو۔ اس بنیاد مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) راستہ۔ ﴿وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ﴾ (15/الحجر:79) ''اور بے شک یہ دونوں یعنی دونوں بستیاں ایک واضح راستے پر ہیں۔'' (۲) ریکارڈ، خواہ وہ فائلوں، کیسٹ یا ڈسک، کسی بھی شکل میں ہو۔ ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۗ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ﴾ (36/یٰسٓ:12) ''اور ہم لکھتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور اپنے پیچھے چھوڑا۔ اور ہر ایک چیز کو ہم نے شمار کیا یعنی SERIALIZE کیا ایک واضح ریکارڈ میں۔'' (۳) راہنما کتاب۔ ﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً﴾ (46/الاحقاف:12) ''اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب ہے راہنما اور رحمت ہوتے ہوئے۔'' (۴) راہنما شخص۔ ﴿اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ (2/البقرہ:124) ''بے شک میں بنانے والا ہوں آپؑ کو لوگوں کے لیے پیشوا۔''

﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ﴾ (21/الانبیاء:73)''اور ہم نے بنایا ان کو پیشوا، وہ لوگ ہدایت دیتے ہیں ہمارے حکم سے۔''

	اَمَامٌ	ظرف ہے۔ سامنے۔ ﴿ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴾ (75/القیامۃ:5)''بلکہ انسان چاہتا ہے کہ وہ نافرمانی کرے اپنے سامنے۔''

م ن ی

(ض)	مَنْیًا	(۱) کسی چیز کا اندازہ طے کرنا یعنی مقدر کرنا۔ (۲) کسی کو کسی چیز میں مبتلا کرنا۔
	اُمْنِیَّۃٌ	ج اَمَانِیُّ۔ اسم ذات ہے۔ اندازہ۔ تخمینہ۔ زیادہ تر خواہش یا آرزو کے معانی میں آتا ہے۔ ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلْقَى الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ ۚ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ ط ﴾ (22/الحج:52)''اور ہم نے نہیں بھیجا آپؐ سے پہلے کوئی بھی رسول اور نہ ہی کوئی نبی مگر جب بھی وہ تمنا کرتے تو ڈالتا شیطان ان کی خواہش میں۔ اور اللہ منسوخ کرتا ہے اس کو جو شیطان ڈالتا ہے پھر اللہ محکم کرتا ہے اپنی نشانیوں کو۔'' ﴿ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ ﴾ (57/الحدید:14)''اور دھوکا دیا تم لوگوں کو آرزوؤں نے۔''
	مَنِیٌّ	اسم ذات ہے۔ نطفہ کی بوند۔ (کیونکہ یہ حیوانات کی ساخت مقرر کرتی ہے) ﴿ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ ﴾ (75/القیامۃ:37)''کیا وہ نہیں تھا کسی بوند میں سے ایک نطفہ۔''
(افعال)	اِمْنَاءً	کوئی رقیق چیز اندازے سے گرانا۔ ﴿ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ ﴾ (56/الواقعۃ:58-59)''تو کیا تم لوگوں نے غور کیا اس پر جو تم گراتے ہو۔ کیا تم لوگ پیدا کرتے ہو اس سے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔''
(تفعیل)	تَمْنِیَۃً	خواہش دلانا۔ آرزو میں مبتلا کرنا۔ ﴿ یَعِدُهُمْ وَیُمَنِّیْهِمْ ط ﴾ (4/النساء:120)''وہ یعنی شیطان وعدہ دیتا ہی ان کو اور ان کو آرزو میں مبتلا کرتا ہے۔''
(تفعّل)	تَمَنِّیًا	خواہش یا آرزو میں بتکلف مبتلا ہونا۔ تمنا کرنا۔ ﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط ﴾ (4/النساء:32)''اور تم لوگ تمنا مت کرو اس کی، اللہ نے فضیلت دی جس سے، تم میں سے کسی کو کسی پر۔''

ترکیب

اُمِّیُّوْنَ مبتداء مؤخر نکرہ ہے، اس کی خبر مَوْجُوْدٌ محذوف ہے، اور مِنْهُمْ قائم مقام خبر مقدم ہے۔ لَا یَعْلَمُوْنَ سے اَمَانِیَّ تک پورا جملہ اُمِّیُّوْنَ کی صفت یا بدل ہے۔

اِنْ نافیہ کے بعد جب اِلَّا سے مستثنیٰ کرتے ہیں تو اس سے بھی حصر کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے He IS NOTHING BUT--------۔ ایسی صورت میں اِلَّا کا مستثنیٰ عموماً اسم آتا ہے لیکن یہاں فعل آیا ہے۔ کیونکہ اسم محذوف ہے۔ اِنْ هُمْ اِلَّا قَوْمٌ یَظُنُّوْنَ۔

ترجمہ

وَمِنْهُمْ	اُمِّیُّوْنَ	لَا یَعْلَمُوْنَ	الْكِتٰبَ	اِلَّآ اَمَانِیَّ
اور ان میں ہیں	ان پڑھ لوگ	جن کو علم نہیں	کتاب کا	سوائے آرزوؤں کے

وَاِنۡ هُمۡ	اِلَّا	229 يَظُنُّوۡنَ
اور وہ لوگ نہیں ہیں	سوائے اس کے کہ	وہ گمان کرتے ہیں

نوٹ۔1

لفظ اُمِّيٌّ (اَن پڑھ) کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ بات ذہن میں واضح ہونی چاہیے کہ پڑھنے لکھنے کی صلاحیت حصولِ علم میں مدد دیتی ہے لیکن یہ شرط نہیں۔ دیہاتوں میں آپ کو آج بھی بہت سے اَن پڑھ عالم مل جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مشاہدے اور غور و فکر کی صلاحیتوں کو استعمال کر کے جو علم حاصل کیا وہ بہتوں سے بہتر ہے۔ دوسری طرف دنیا میں پڑھے لکھے جاہلوں کی کمی نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو فکسڈ ڈپازٹ کرا دیا ہے۔ اس لیے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ پڑھنا لکھا ہونا اور عالم ہونا یا اَن پڑھ ہونا اور جاہل ہونا لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ اگر کوئی اَن پڑھ ہونے کے باوجود عالم ہے تو یہ بڑے کریڈٹ کی بات ہے۔

نوٹ۔2

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے جسے آجکل کی اصطلاح میں ریسرچ کہتے ہیں۔ یعنی حواسِ خمسہ سے معلومات حاصل کر کے ان پر غور و فکر کرنا اور نتائج اخذ کرنا۔ لیکن یہ علم کائنات کے ان حقائق تک محدود ہوتا ہے جو ہمارے حواسِ خمسہ کے دائرے کے اندر ہوتے ہیں۔ جبکہ اس کائنات کے بے شمار حقائق حواسِ خمسہ کے دائرے کے باہر ہیں۔ انسان ان کا علم ریسرچ کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتا۔

اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی کو انسان کے لیے دوسرا ذریعۂ علم بنایا۔ پھر اس کا فائنل ایڈیشن انسان کو دے کر اس کی حفاظت کو خود اپنے ذمہ لیا۔ تاکہ حواسِ خمسہ سے حاصل کردہ علم کو انسان وحی کے علم کے ذریعہ مکمل کرے، پھر ریسرچ کر کے صحیح نتائج تک رسائی حاصل کرے۔ صرف علمِ وحی کی بنیاد پر یا صرف حواس کے علم کی بنیاد پر یعنی نامکمل علم کی بنیاد پر جو بھی ریسرچ ہوگی اس کے نتائج کے درست ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گنتی کی چند تھیوری اور نظریات کے علاوہ تقریباً ہر تھیوری اور نظریہ کچھ عرصہ بعد یا تو غلط ثابت ہوتا ہے یا اس میں ترمیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا صورتحال اور اس نوعیت کے جن مسائل کا آج انسانیت کو سامنا ہے اس کی بنیادی وجہ کی نشاندہی آیت زیرِ مطالعہ میں کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ، (۱) علم الکتٰب یعنی علمِ وحی کو نظر انداز کرنے والا شخص ابھی تک ''اَن پڑھ'' ہے خواہ اس نے PHD کر لیا ہو۔ (۲) ایسا شخص بے بنیاد خواہشات اور آرزوؤں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ (۳) ایسا شخص ظن یعنی گمان کی بنیاد پر زندگی بسر کرتا ہے۔

ظن کی وضاحت ضروری ہے۔ علمِ وحی کے ساتھ حواس کے علم پر غور و فکر کر کے جو نتائج اخذ کیے جاتے ہیں، لغوی اعتبار سے وہ بھی ظن ہیں، لیکن ان میں یقین کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ علمِ وحی کے بغیر اخذ کردہ نتائج بھی ظن ہیں، لیکن ان میں تربص یعنی گومگو (SCEPTICISM) کا عنصر غالب ہوتا ہے۔

انسانیت کا المیہ یہ ہے کہ زیادہ تر ریسرچ علمِ وحی کو نظر انداز کر کے ہوتی ہے۔ ہمارے ریسرچ اسکالرز کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ

؎ سنی جو حکایتِ ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ آج پوری انسانیت، مسلم اور غیر مسلم سمیت سب ظن اور امانی میں گرفتار ہیں۔

229

آیت نمبر (79)

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝﴾

و ی ل

(X) — (X) — اس مادہ سے ثلاثی مجرد میں کوئی فعل نہیں آتا جبکہ مزید فیہ کا کوئی فعل قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔

وَيْلٌ — اسم ذات ہے۔ ہلاکت۔ تباہی۔ بربادی۔ ﴿وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ﴾ (46/الاحقاف:17) ''تیری بربادی! تو ایمان لا۔''

ک س ب

(ض) — كَسْبًا — محنت سے کوئی چیز حاصل کرنا۔ کمائی کرنا۔ ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ﴾ (31/لقمان:34) ''اور نہیں جانتی کوئی جان کہ وہ کیا کمائی کرے گی کل۔''

(افتعال) — اِكْتِسَابًا — اہتمام سے کمائی کرنا۔ ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ﴾ (24/النور:11) ''ان میں سے ہر ایک شخص کے لیے ہے وہ، جو اس نے کمایا گناہ میں سے۔''

ترکیب

وَيْلٌ مبتداء نکرہ ہے، اس کی خبر وَاجِبٌ محذوف ہے۔ لِلَّذِيْنَ قائم مقام خبر ہے۔ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ یہ پورا جملہ اَلَّذِيْنَ کا صلہ ہے۔ يَكْتُبُوْنَ کا مفعول اَلْكِتٰبَ ہے اور بِاَيْدِيْهِمْ متعلق فعل ہے۔ يَقُوْلُوْنَ اور لِيَشْتَرُوْا دونوں کا فاعل ان میں شامل هُمْ کی ضمیریں ہیں جو اَلَّذِيْنَ کے لیے ہیں جبکہ بِهٖ کی ضمیر اَلْكِتٰبَ کے لیے ہے۔ لِيَشْتَرُوْا کا مفعول ثَمَنًا قَلِيْلًا ہے۔

ترجمہ

فَوَيْلٌ	لِلَّذِيْنَ	يَكْتُبُوْنَ	الْكِتٰبَ	بِاَيْدِيْهِمْ ۗ
پس بربادی ہے	ان لوگوں کے لیے جو	لکھتے ہیں	کتاب کو	اپنے ہاتھوں سے

ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ	هٰذَا	مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ	لِيَشْتَرُوْا	بِهٖ
پھر وہ کہتے ہیں	یہ	اللہ کے پاس سے ہے	تاکہ وہ حاصل کریں	اس کے عوض

ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ	فَوَيْلٌ	لَّهُمْ	مِّمَّا	كَتَبَتْ	اَيْدِيْهِمْ
کچھ تھوڑی سی قیمت	تو تباہی ہے	ان کے لیے	اس سے جو	لکھا	ان کے ہاتھوں نے

وَوَيْلٌ	لَّهُمْ	مِّمَّا	يَكْسِبُوْنَ
اور تباہی ہے	ان کے لیے	اس سے جو	وہ کمائی کرتے ہیں

نوٹ۔1

گذشتہ آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو علم کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اس آیت میں علم وحی کے حامل افراد میں سے ایک مخصوص گروہ کا ذکر ہے۔ یہ کردار آج بھی پایا جاتا ہے۔ اور علم وحی کے حامل لوگوں کی اکثریت کا رویہ یہ ہے کہ یہ لوگ ریسرچ کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ﴿حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ (5/المآئدہ:104)''ہم کو کافی ہے وہ، ہم نے پایا جس پر، اپنے آباواجداد کو''۔ گیارہ سو سال پہلے کا مرتب کردہ درس نظامی کا سلیبس آج تک سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔

السلام وعلیکم رحمۃ اللہ وبرکاۃ

اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے. جس جس نے بھی اس کار خیر میں مال، جان اور صلاحیتوں کو لگایا اللہ قبول و منظور فرمائے

انجمن خدام القرآن فیصل آباد میں اس کے فوٹو کاپی بھی دستیاب ہیں اور محترم ڈاکٹر جہاں زیب صاحب کے اس کتاب میں اضافہ جات کے ساتھ مطالعہ قرآن حکیم کے نام سے دستیاب ہیں

رابطہ کے لئے: www.khuddam-ul-quran.com, info@khuddam-ul-quran.com

03217805614,0412437618,0412437781

قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 کینال روڈ فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

256

سورۃ البقرۃ (۲)

آیت نمبر (80)

﴿وَقَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَۃً ؕ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ عَہۡدًا فَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ عَہۡدَہٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۰﴾﴾

م س س

(ن-س) — مَسًّا — چھونا۔ لاحق ہونا یعنی پہنچنا۔﴿وَ لَوۡ کُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ لَاسۡتَکۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ ۚۖۛ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ ۚۛ﴾(7/الاعراف:188)''اور اگر میں جانتا ہوتا غیب کو تو کثرت حاصل کرتا بھلائی میں سے اور نہ چھوتی یعنی نہ پہنچتی مجھ کو برائی۔''

مِسَاس — اسم فعل ہے۔ چھو۔﴿فَاِنَّ لَکَ فِی الۡحَیٰوۃِ اَنۡ تَقُوۡلَ لَا مِسَاسَ ۪﴾(20/طٰہٰ:97)''تو یقیناً تیرے لیے ہے یعنی تیری سزا ہے زندگی میں کہ تو کہے مت چھوؤ۔'' کا

مَسَّ — اسم ذات ہے۔ چھواہٹ۔ TOUCH۔﴿ذُوۡقُوۡا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾﴾(54/القمر:48)''تو لوگ چکھو دوزخ کی چھواہٹ یعنی دوزخ کی آنچ۔''

(تفاعل) — تَمَاسًّا — ایک دوسرے کو چھونا۔﴿فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا ؕ﴾(58/المجادلہ:3)''تو آزاد کرنا ہے کسی گردن کا اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوئیں۔''

ترکیب

لَنۡ تَمَسَّنَا کا فاعل اَلنَّارُ ہے۔ اَیَّامًا ظرف ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے اور مَعۡدُوۡدَۃً اس کی صفت ہے۔ اَیَّامًا غیر عاقل کی جمع مکسر ہے اس لیے صفت واحد مؤنث آئی ہے۔ لیکن قرآن مجید میں تین مقامات پر جمع مؤنث مَعۡدُوۡدَات بھی آئی ہے۔ اَتَّخَذۡتُمۡ میں ہمزہ استفہام ہے۔ یہ دراصل اَ اِتَّخَذۡتُمۡ تھا۔ افتعال کا ہمزۃ الوصل ما قبل سے ملا کر پڑھنے کے لیے صامت (SILENT) ہوا تو یہ اَ اتَّخَذۡتُمۡ بنا پھر ہمزۃ الوصل لکھنے میں بھی گر گیا۔

ترجمہ

وَقَالُوۡا	لَنۡ تَمَسَّنَا	النَّارُ	اِلَّاۤ	اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدَۃً ؕ
اور ان لوگوں نے کہا	ہرگز نہیں چھوئے گی ہم کو	آگ	مگر	گنے ہوئے چند دن

قُلۡ	اَتَّخَذۡتُمۡ	عِنۡدَ اللّٰہِ	عَہۡدًا	فَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ
آپؐ کہیے	کیا تم لوگوں نے لیا	اللہ کے پاس	کوئی وعدہ	تو اللہ خلاف نہیں کرے گا

عَہۡدَہٗۤ	اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ	عَلَی اللّٰہِ	مَا	لَا تَعۡلَمُوۡنَ
اپنے وعدہ کے	یا تم لوگ کہتے ہو	اللہ پر	وہ جو	تم لوگ نہیں جانتے

نوٹ۔1

یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر وہ دوزخ میں گئے بھی تو کچھ عرصہ بعد وہاں سے نکال کر ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ ان کے اس عقیدے کی اس آیت میں تردید کی گئی ہے اور اسے اللہ پر جھوٹ قرار دیا گیا ہے۔ عَلَی اللّٰہِ کا مطلب یہی ہے۔ دوسری طرف ہمارا بھی ہو بہو یہی عقیدہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ہمارا عقیدہ درست ہے تو یہودیوں کا عقیدہ کیوں غلط ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے پہلے اپنا عقیدہ سمجھ لیں۔ 256

ہمارے عقیدے کی اصل بنیاد احادیث ہیں۔ ان میں ایک طویل حدیث آیت نمبر۔ (17 / بنی اسرائیل: 79) کی تفسیر میں ابنِ کثیر میں منقول ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ اجازت ملے گی اور ہر مرتبہ آپؐ اپنے کچھ امتیوں کو دوزخ سے نکال کر لائیں گے۔ تیسری مرتبہ نکالنے کے بعد فرمائیں گے کہ اب تو وہاں پر وہی لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے۔

اس حدیث میں ہدایت و راہنمائی کے متعدد پہلو ہیں۔ لیکن دو پہلو ہمارے مسئلہ سے براہِ راست متعلق ہیں۔ اوّلاً یہ کہ ہمارا عقیدہ بے بنیاد نہیں ہے بلکہ درست ہے۔ ثانیاً یہ کہ تمام مسلمانوں کو یہ رعایت نہیں ملے گی بلکہ کچھ کو ملے گی۔ کچھ کو قرآن روک لے گا اور کچھ کسی اور وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

یہودیوں کے عقیدے کی سند کا ہمیں علم نہیں ہے۔ لیکن تورات یا موسیٰؑ کے قول میں اگر کوئی ایسی بات تھی تو وہ اس وقت تک کے لیے تھی جب تک شریعت موسوی نافذ تھی۔ اس کے بعد جن یہودیوں نے عیسیٰؑ کا انکار کیا تو وہ مسلمان نہیں رہے بلکہ کافر ہو گئے۔ اس لیے وہ مذکورہ رعایت کے مستحق نہیں رہے اور اب ان کا یہ عقیدہ باطل ہے۔

آیت نمبر (81۔82)

﴿ بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ﴾

ترکیب

مَنْ شرطیہ ہے اور مبتداء ہے۔ کَسَبَ سَیِّئَةً جملہ فعلیہ خبر اوّل ہے۔ اَحَاطَتْ کا فاعل خَطِیْٓئَتُهٗ ہے اور بِهٖ میں ہ کی ضمیر مَنْ کے لیے ہے۔ یہ جملہ فعلیہ مَنْ کی خبر ثانی ہے۔ یہاں تک بیان شرط ہے۔ اس کے آگے فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ جواب شرط ہے جس میں دو جملہ اسمیہ ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ مبتداء اور اَصْحٰبُ النَّارِ خبر ہے۔ هُمْ مبتداء، خٰلِدُوْنَ خبر اور فِیْهَا متعلق خبر ہے۔ اس میں هَا کی ضمیر اَلنَّار کے لیے ہے۔

ترجمہ

بَلٰی	مَنْ کَسَبَ	سَیِّئَةً	وَّ اَحَاطَتْ	بِهٖ	خَطِیْٓئَتُهٗ
کیوں نہیں	جس نے کمائی	کوئی برائی	اور احاطہ کیا	اس کا	اس کی خطا نے

فَاُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ	هُمْ	فِیْهَا	خٰلِدُوْنَ	وَالَّذِیْنَ
تو وہ لوگ	آگ والے ہیں	وہ لوگ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہیں	اور جو لوگ

اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ	هُمْ	فِیْهَا
ایمان لائے	اور عمل کیے بھلے	وہ لوگ	جنت والے ہیں	وہ لوگ	اس میں

256
خٰلِدُوْنَ ؏
ہمیشہ رہنے والے ہیں

نوٹ۔1

سَيِّئَةً کے متعلق مفسرین نے مختلف رائے دی ہے۔ابن کثیرؒ نے ان کو نقل کیا ہے۔ابنِ عباسؓ کی رائے ہے کہ اس سے مراد کفر ہے۔ابو ہریرہؓ کی رائے ہے کہ اس سے مراد شرک ہے۔ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد گناہِ کبیرہ ہے جس پر دوام ہو۔

نوٹ۔2

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان کے ساتھ نبیٔ وقت پر ایمان لائے۔اور عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے مراد وہ اعمال ہیں جو ایسے افراد نے اپنے نبی اور رسول کی شریعت کے مطابق کیے۔واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اگر کوئی اللہ پر، آخرت پر اور انبیاء ورسل پر ایمان رکھتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان نہیں لاتا تو اس کا شمار وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں نہیں ہوگا۔اور نہ ہی اس کے نیک اعمال عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ شمار ہوں گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خاتم النبیّن ہونے کی وجہ سے قیامت تک کے لیے آپؐ ہی نبیٔ وقت ہیں۔

آیت نمبر (2/البقرہ:83)

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝٨٣﴾

ترکیب

اَخَذْنَا کا فاعل ضمیر نَحْنُ ہے۔مِيْثَاقَ اس کا مفعول اوّل ہے اور بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ میں کلام منفی ہے اور مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے اس لیے لفظ اللہ کا اعراب جملہ کے مطابق ہے یعنی یہ تَعْبُدُوْنَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔(دیکھیں آیت: (2/البقرہ:34) کا سبق)۔بِالْوَالِدَيْنِ متعلق فعل مقدم ہے، فعل محذوف ہے اور اِحْسَانًا اس کا مفعول مطلق ہے۔یہ سادہ جملہ اس طرح ہوتا وَاَحْسِنُوْا اِحْسَانًا بِالْوَالِدَيْنِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى، اور وَالْمَسٰكِيْنِ، یہ سب بِالْوَالِدَيْنِ کی بِ پر عطف ہیں اس لیے حالت جر میں ہیں۔قُوْلُوْا فعل امر ہے، لِلنَّاسِ متعلق فعل ہے جبکہ حُسْنًا اسم ذات ہے اور قُوْلُوْا کا مفعول ہے۔ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ میں کلام مثبت ہے اس لیے مستثنیٰ قَلِيْلًا نصب میں آیا ہے۔

ترجمہ

اِلَّآ	لَا تَعْبُدُوْنَ 256	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	مِيْثَاقَ	وَاِذْ اَخَذْنَا
مگر	تم لوگ بندگی نہیں کرو گے	بنواسرائیل سے	پختہ عہد	اور جب ہم نے لیا

وَّذِي الْقُرْبٰى	اِحْسَانًا	وَبِالْوَالِدَيْنِ	اللّٰهَ
اور قرابت داروں سے	حسنِ سلوک کرو جیسا احسان کا حق ہے	اور والدین سے	اللہ کی

حُسْنًا	لِلنَّاسِ	وَقُوْلُوْا	وَالْمَسٰكِيْنِ	وَالْيَتٰمٰى
بھلائی کی	لوگوں سے	اور تم لوگ بات کرو	اور مسکینوں سے	اور یتیموں سے

اِلَّا	ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ	الزَّكٰوةَ	وَاٰتُوا	الصَّلٰوةَ	وَاَقِيْمُوا
سوائے	پھر تم لوگوں نے منہ موڑا	زکوٰۃ کو	اور پہنچاؤ	نماز کو	اور قائم کرو

مُّعْرِضُوْنَ	وَاَنْتُمْ	قَلِيْلًا مِّنْكُمْ
منہ موڑنے والے ہو	اور تم لوگ	تم میں سے چند کے

نوٹ۔1

تَوَلّٰی اور اَعْرَضَ تقریباً ہم معنی ہیں کیونکہ دونوں میں اعراض کرنے اور منہ موڑنے کا مفہوم ہے۔ اس کے باوجود اس آیت میں ان دونوں الفاظ کا ایک ساتھ استعمال بلاوجہ نہیں ہے۔ تَوَلَّيْتُمْ فعل ہے اور اس میں نظرانداز کرنے کے عمل کی طرف اشارہ ہے۔ جبکہ مُعْرِضُوْنَ اسم الفاعل ہے اور اس میں نظرانداز کرنے کی عادت کی طرف اشارہ ہے۔

آیت نمبر (2/البقرہ:84)

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾﴾

د و ر

(ن) دَوْرًا: چکر کھانا۔ گھومنا۔ گھیرنا۔ ﴿يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ﴾ (33/الاحزاب:19) ''وہ لوگ دیکھتے ہیں تمہاری طرف، گھومتی ہیں ان کی آنکھیں۔''

دَارٌ: ج دِيَارٌ۔ کسی چیز سے گھری ہوئی جگہ۔ گھر۔ ﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ﴾ (10/یونس:25) ''اور اللہ دعوت دیتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف۔'' ﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا﴾ (8/الانفال:47) ''اور تم لوگ مت ہونا ان کے مانند جو نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے۔''

دَيَّارٌ: یہ فَعَّالٌ کا نہیں بلکہ فَيْعَالٌ کا وزن ہے۔ رہنے والا۔ بسنے والا۔ ﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾﴾ (71/نوح:26) ''اے میرے رب! تو مت چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا۔''

دَائِرَۃٌ — ج دَوَائِرُ۔ مؤنث اسم الفاعل فَاعِلَۃٌ کا وزن ہے۔گھومنے والی۔گھیرنے والی 256 اس سے مراد ہے گردش زمانہ۔آفت۔﴿ نَخۡشٰۤی اَنۡ تُصِیۡبَنَا دَآئِرَۃٌ ؕ﴾ (5/المائدہ:52)''ہم ڈرتے ہیں کہ ہم کو آ لگے کوئی زمانے کی گردش۔''﴿ وَ یَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ﴾ (9/التوبہ:98)''اور وہ انتظار کرتا ہے تمہارے لیے زمانے کی گردشوں کا۔''

(افعال) **اِدَارَۃٌ** — گھمانا۔گردش دینا۔﴿ اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً حَاضِرَۃً تُدِیۡرُوۡنَہَا بَیۡنَکُمۡ ﴾ (2/البقرہ:282) ''سوائے اس کے کہ وہ ہو کوئی حاضر سودا تم لوگ گھماتے ہو جس کو آپس میں۔''

ترجمہ

دِمَآءَکُمۡ	لَا تَسۡفِکُوۡنَ	مِیۡثَاقَکُمۡ	وَاِذۡ اَخَذۡنَا
اپنوں کے خون	تم لوگ نہیں بہاؤ گے	تم لوگوں سے پختہ عہد	اور جب ہم نے لیا

ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ	مِّنۡ دِیَارِکُمۡ	اَنۡفُسَکُمۡ	وَلَا تُخۡرِجُوۡنَ
پھر تم نے اقرار کیا	اپنے گھروں سے	اپنوں کو	اور تم لوگ نہیں نکالو گے

تَشۡہَدُوۡنَ	اَنۡتُمۡ	وَ
گواہی دیتے ہو یعنی اب بھی مانتے ہو	تم لوگ	اس حال میں کہ

آیت نمبر(2/البقرہ:85)

﴿ ثُمَّ اَنۡتُمۡ ہٰۤؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ وَ تُخۡرِجُوۡنَ فَرِیۡقًا مِّنۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِہِمۡ ۫ تَظٰہَرُوۡنَ عَلَیۡہِمۡ بِالۡاِثۡمِ
وَالۡعُدۡوَانِ ؕ وَ اِنۡ یَّاۡتُوۡکُمۡ اُسٰرٰی تُفٰدُوۡہُمۡ وَ ہُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیۡکُمۡ اِخۡرَاجُہُمۡ ؕ اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ
الۡکِتٰبِ وَ تَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ یَّفۡعَلُ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ اِلَّا خِزۡیٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَ یَوۡمَ
الۡقِیٰمَۃِ یُرَدُّوۡنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الۡعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۵﴾ ﴾

ظ	ھ	ر

(ف) **ظُہُوۡرًا** — کسی چیز کا نمایاں ہونا۔اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔(۱) ظاہر ہونا۔﴿ ظَہَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ ﴾ (30/الروم:41)''ظاہر ہوا فساد خشکی میں اور تری میں۔'' (۲) چڑھنا۔﴿ فَمَا اسۡطَاعُوۡۤا اَنۡ یَّظۡہَرُوۡہُ ﴾ (18/الکہف:97)''تو ان کو طاقت نہیں کہ وہ چڑھیں اس پر۔'' (۳) غالب ہونا۔﴿ وَ اِنۡ یَّظۡہَرُوۡا عَلَیۡکُمۡ لَا یَرۡقُبُوۡا فِیۡکُمۡ اِلًّا ﴾ (9/التوبہ:8)''اور اگر وہ غالب ہوں تم پر تو لحاظ نہ کریں تم میں قرابت کا۔'' (۴) کسی بات پر غالب ہونا یعنی کسی راز کو جان لینا۔﴿ اِنَّہُمۡ اِنۡ یَّظۡہَرُوۡا عَلَیۡکُمۡ یَرۡجُمُوۡکُمۡ ﴾ (18/الکہف:20)''اور اگر انہوں نے پہچان لیا تم کو تو وہ رجم کر دیں گے تم کو۔''

ظَہۡرٌ — ج ظُہُوۡرٌ۔ اسم ذات ہے۔کسی چیز کا پچھلا حصہ۔پیٹھ۔﴿ وَ لَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوۡا مَا

تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ (35/ فاطر:45) ''اور اگر پکڑتا اللہ لوگوں کو بسبب اُس کے جو انہوں نے کمائی کی تو نہ چھوڑتا اس کی یعنی زمین کی پشت پر کوئی بھی چلنے والا۔'' ﴿وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ۭ﴾ (6/ الانعام:31) ''اور وہ لوگ اٹھاتے ہیں اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر۔''

ظَاهِرٌ: فَاعِلٌ کا وزن ہے یعنی ظاہر ہونے والا۔ پھر کسی چیز کے ظاہر حصہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝﴾ (30/ الروم:7) ''وہ لوگ جانتے ہیں ظاہر کو دنیوی زندگی میں سے اور وہ لوگ آخرت سے ہی غفلت برتنے والے ہیں۔''

ظَهِيْرٌ: فَعِيْلٌ کا وزن ہے یعنی ہمیشہ اور ہر حال میں ظاہر ہونے والا پھر مددگار کے معنی میں آتا ہے۔ ﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (28/ القصص:86) ''تو ہرگز مت ہونا مددگار کافروں کے لیے۔''

ظَهِيْرَةٌ: دوپہر (جب سورج خوب نمایاں ہوتا ہے) ﴿وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ﴾ (24/ النور:58) ''اور جس وقت تم لوگ رکھتے ہو (اتار کے) اپنے کپڑے دوپہر میں۔''

(افعال) **اِظْهَارًا**: (۱) ظاہر کرنا۔ ﴿اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝﴾ (40/ مومن:26) ''کہ وہ ظاہر کرے زمین میں فساد کو۔'' (۲) غالب کرنا۔ ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ﴾ (9/ التوبۃ:33) ''تاکہ وہ غالب کرے اس کو دین پر کل کا کل۔'' (۳) کسی کو راز بتانا۔ ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ ۙ﴾ (72/ الجن:26) ''تو وہ مطلع نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی ایک کو۔'' (۴) دوپہر میں داخل ہونا۔ ﴿وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝﴾ (30/ الروم:18) ''اور جس وقت تم لوگ دوپہر میں داخل ہوتے ہو یعنی جب دوپہر ہو جائے۔''

(مفاعلہ) **مُظَاهَرَةً اور ظِهَارًا**: (۱) کسی کے خلاف آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ ﴿وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ﴾ (60/ الممتحنۃ:9) ''اور انہوں نے ایک دوسرے کی مدد کی تم لوگوں کو نکالنے پر۔'' (۲) کسی کے خلاف کسی دوسرے کی مدد کرنا۔ ﴿وَلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا﴾ (9/ التوبۃ:4) ''اور نہ انہوں نے مدد کی تمہارے خلاف کسی ایک کی۔'' (۳) ظِهَار کرنا یعنی اپنی بیویوں میں سے کسی کو ماں کے برابر کہہ دینا۔ (یہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی)۔ ﴿وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰۗـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ﴾ (33/ الاحزاب:4) ''اور اس نے یعنی الہ نے نہیں بنایا تمہاری بیویوں کو جن سے تم لوگ ظہار کرتے ہو ان میں سے، تمہاری مائیں۔''

(تفاعل) **تَظَاهُرًا**: (۱) ایک دوسرے کا مددگار رہنا۔ ﴿قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا﴾ (28/ القصص:48) ''انہوں نے کہا دونوں جادو ہیں، دونوں ایک ددوسرے کے مددگار ہوئے۔'' (۲) باہم مل کر کسی پر چڑھائی کرنا۔ ﴿وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ﴾ (66/ التحریم:4) ''اور اگر تم دونوں نے مل کر انؐ پر چڑھائی کی تو یقیناً اللہ تو انؐ کا ہی مددگار رہے۔''

ء ث م

(س) **اَثْمًا**: اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا۔ غلط کام کرنا۔ گناہ کرنا۔

اٰثِمٌ: فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ گناہ کرنے والا۔ گنہگار۔ ﴿اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝﴾ (5/ المآئدہ:106) ''یقیناً ہم تب تو گناہ کرنے والوں میں سے ہیں۔''

اَثِيْمٌ: فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ گناہ کرنے والا۔ ہمیشہ اور ہر حال میں گنہگار۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴾ (4/النساء:107) ''بے شک اللہ محبت نہیں کرتا اس سے جو ہو بڑا خائن اور بہت گنہگار۔'' 256

	اِثْمٌ	اسم ذات ہے۔ غلط کام۔ گناہ۔ ﴿ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ﴾ (2/البقرہ:219) ''اور ان دونوں کا گناہ زیادہ بڑا ہے ان کے نفع سے۔''
	اَثَامٌ	اسم ذات ہے۔ گناہ کی سزا۔ ﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴾ (25/الفرقان:68) ''اور جو یہ کرے گا تو وہ ملے گا سزا سے۔''
(تفعیل)	تَاْثِيْمًا	کسی کو خطا کار کہنا۔ گناہ کا الزام لگانا۔ ﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴾ (56/الواقعہ:25) ''وہ لوگ نہیں سنیں گے اس میں کوئی بیکار بات اور نہ ہی الزام تراشی کرنا۔''

ء س ر

(ض)	اَسْرًا	کسی کو کسی چیز سے باندھ دینا۔ قیدی بنانا۔ ﴿ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴾ (33/الاحزاب:26) ''اور اس نے ڈالا ان کے دلوں میں رعب تو کسی فریق کو تم لوگ قتل کرتے ہو اور قیدی بناتے ہو کسی فریق کو۔''
	اَسْرٌ	اسم ذات ہے۔ بندش۔ ﴿ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ﴾ (76/الدھر:28) ''ہم نے پیدا کیا ان کو اور ہم نے شدید کیا ان کی بندش کو۔''
	اَسِيْرٌ	ج اُسٰرٰى اور اَسْرٰى۔ فَعِيْلٌ کا وزن ہے اسم المفعول کے معنی میں۔ باندھا ہوا، جکڑا ہوا یعنی قیدی۔ ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴾ (76/الدھر:8) ''اور وہ لوگ کھلاتے ہیں کھانا، اس کی محبت کے باوجود، مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو۔'' ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى ﴾ (8/الانفال:67) ''نہیں ہے کسی نبی کے لیے کہ ہوں اس کے لیے کچھ قیدی۔''

ف د ی

(ض)	فِدَاءً	بدلے میں کچھ لے کر کسی کو کسی مشکل سے نجات دینا یا چھوڑنا۔ ﴿ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴾ (37/الصافات:107) ''اور ہم نے مشکل میں سے نکالا اس کو ایک عظیم ذبیحہ کے بدلے۔'' ﴿ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً ﴾ (47/محمد:4) ''پس یا تو احسان کرنا ہے اس کے بعد یا بدلے میں کچھ لے کر چھوڑنا ہے۔''
	فِدْيَةٌ	اسم ذات ہے۔ چھڑانے کی لیے جو چیز دی جائے۔ فدیہ۔ ﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ ﴾ (57/الحدید:15) ''تو آج نہیں لی جائے گی تم لوگوں سے بدلے میں کوئی چیز۔''
(مفاعلہ)	مُفَادَاةً	کسی کو بدلے میں کچھ دے کر کسی کو چھڑانا۔ آیت زیر مطالعہ۔
(افتعال)	اِفْتِدَاءً	بدلے میں کچھ دے کر خود کو چھڑانا۔ ﴿ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ﴾ (13/الرعد:18) ''اگر ہوتا ان کے لیے جو زمین میں ہے سب کا سب اور اس جیسا ان کے ساتھ، تو ضرور خود کو چھڑاتے اسے دے کر۔''

ح ر م

(ض)	حِرْمًا	(۱) منع کرنا۔ روکنا (کسی چیز کے ناپسندیدہ یا نقصان دِہ ہونے کی وجہ سے اس کے استعمال کو)۔ (۲) منع کرنا۔ روکنا (کسی چیز کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے اس کی بے ادبی کو)۔
	مَحْرُوْمٌ	اسم المفعول ہے۔ جس کو روکا گیا۔ روکا ہوا۔ منع کیا ہوا۔ ﴿ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ

وَالْمَحْرُوْمِ ﴿٢٥﴾ (70/المعارج:25) ''ان کے اموال میں ایک معلوم حق ہے مانگنے والوں کے لیے اور محروم کے لیے۔'' 256

	حَرَامٌ	صفت ہے۔ممنوع۔حرام (استعمال سے منع کیا ہوا اور بے ادبی سے منع کیا ہوا، دونوں کے لیے حرام کا لفظ آتا ہے)۔﴿ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ ﴾ (16/النحل:116) ''یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔'' ﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ (2/البقرہ:144) ''تو آپؐ پھیر دیں اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف۔''
	حَرَمٌ	ج حُرُمٌ۔ حُرُمَاتٌ۔ اسم ذات ہے۔وہ چیز جس کے استعمال یا بے ادبی سے روکا گیا۔﴿ اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ﴾ (29/العنکبوت:67) ''کہ ہم نے بنایا ایک امن والی ممنوع جگہ حالانکہ اُچک لیے جاتے ہیں لوگ ان کے اردگرد سے۔'' ﴿ لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ﴾ (5/المآئدہ:95) ''تم لوگ قتل مت کرو شکار کو اس حال میں کہ تم لوگ ممنوعہ چیزوں یعنی احرام میں ہو۔'' ﴿ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ﴾ (9/التوبہ:36) ''ان میں سے چار محترم ہیں۔'' ﴿ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ﴾ (22/الحج:30) ''اور جو تعظیم کرتا ہے اللہ کی حرمتوں کی تو وہ خیر ہے اس کے لیے۔''
(تفعیل)	تَحْرِيْمًا	حرام کرنا۔حرام قرار دینا۔﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ﴾ (5/المآئدہ:72) ''بے شک وہ جس نے شریک کیا اللہ کے ساتھ تو حرام کیا ہے اللہ نے اس پر جنت کو۔''
	مُحَرَّمٌ	اسم المفعول ہے۔حرام کیا ہوا۔﴿ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ﴾ (5/المآئدہ:26) ''تو اسے یعنی بستی کو حرام کیا گیا ہے ان پر چالیس سال تک۔''

خ ز ی

(س)	خِزْيٌ اور خِزْيًا	رسوا ہونا۔بدنام ہونا۔﴿ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰى ﴾ (20/طٰہٰ:134) ''اس سے پہلے کہ ہم ذلیل ہوتے اور رسوا ہوتے۔''
	اَخْزٰى	اَفْعَلُ التَّفْضِيل ہے۔زیادہ یا سب سے زیادہ رسوائی والا۔﴿ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى ﴾ (41/السجدہ:16) ''اور یقیناً آخرت کا عذاب سب سے زیادہ رسوائی والا ہے۔''
	خِزْيٌ	اسم ذات ہے۔رسوائی۔بدنامی۔﴿ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ﴾ (2/البقرہ:114) ''ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے۔''
(افعال)	اِخْزَاءً	رسوا کرنا۔﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ ﴾ (16/النحل:27) ''پھر قیامت کے دن وہ رسوا کرے گا ان کو۔''
	مُخْزِيْ	اسم الفاعل ہے۔رسوا کرنے والا۔﴿ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (9/التوبہ:2) ''اور یہ کہ اللہ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو۔''

ر د د

(ن)	رَدًّا	کسی چیز کو واپس کر دینا۔لوٹانا۔پھیرنا۔﴿ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ ﴾ (28/القصص:13) ''تو ہم نے لوٹایا ان کو یعنی موسیٰؑ کو ان کی والدہ کی طرف۔''
	رُدُّ	فعل امر ہے۔تو لوٹا۔﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ (4/النساء:59) ''پس اگر تم لوگ تنازع کرو کسی چیز میں تو تم لوگ لوٹاؤ اس کو اللہ اور ان رسولؐ کی طرف۔''

256

	رَادٌّ	فَاعِلٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔ لوٹانے والا۔ ﴿وَ اِنۡ یُّرِدۡكَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ﴾ (10/یونس:107) ''اور اگر وہ یعنی اللہ ارادہ کرے تیرے لیے کسی خیر کا تو کوئی لوٹانے والا نہیں ہے اس کے فضل کو۔''
	مَرۡدُوۡدٌ	اسم المفعول ہے۔ لوٹایا ہوا۔ واپس کیا ہوا۔ ﴿ءَاِنَّا لَمَرۡدُوۡدُوۡنَ فِی الۡحَافِرَةِ﴾ (79/النّٰزعٰت:10) ''کیا ہم لوگ لوٹائے جانے والے ہیں قبر میں سے۔''
	مَرَدٌّ	اسم الظرف ہے۔ لوٹانے کی جگہ۔ ﴿وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ﴾ (13/الرعد:11) ''اور جب کبھی اللہ ارادہ کرے کسی قوم کے لیے کسی برائی یعنی عذاب کا تو لوٹانے کی کوئی جگہ یعنی امکان نہیں ہے اس کو۔''
(تفعّل)	تَرَدُّدًا	لوٹنے کی کوشش کرنا مگر ناکام رہنا۔ کسی معاملہ میں شک وشبہ میں پڑنا۔ ڈانواں ڈول ہونا۔ ﴿فَهُمۡ فِیۡ رَیۡبِهِمۡ یَتَرَدَّدُوۡنَ﴾ (9/التوبہ:45) ''تو وہ لوگ اپنے شک میں ڈانواں ڈول رہتے ہیں۔''
(افتعال)	اِرۡتِدَادًا	اہتمام سے واپس ہونا۔ لوٹنا۔ پھرنا۔ ﴿فَارۡتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِهِمَا﴾ (18/الکہف:64) ''تو وہ دونوں لوٹے اپنے نقشِ قدم پر۔''

ش د د

(ن)	شَدًّا	سخت کرنا۔ مضبوط کرنا۔ ﴿وَشَدَدۡنَا مُلۡكَهٗ﴾ (38/صٓ:20) ''اور ہم نے مضبوط کیا اس کے ملک کو یعنی سلطنت کو۔''
	شُدَّ اور اُشۡدُدۡ	دونوں فعل امر ہیں۔ تو سخت کر۔ تو مضبوط کر۔ ﴿فَشُدُّوا الۡوَثَاقَ﴾ (47/محمد:4) ''تو تم لوگ مضبوط کرو جکڑنے کو۔'' ﴿وَاشۡدُدۡ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ﴾ (10/یونس:88) ''اور تو سخت کردے ان کے دلوں کو۔''
	اَشَدُّ	اَفۡعَلُ التّفضیل ہے۔ زیادہ سخت۔ ﴿وَالۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ﴾ (2/البقرہ:191) ''اور فتنہ زیادہ سخت ہے قتل سے۔''
	اَشُدٌّ	اسم ذات ہے۔ مضبوطی۔ سختی۔ ﴿حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً﴾ (46/الاحقاف:15) ''یہاں تک کہ جب وہ پہنچے اپنی پختگی کو اور پہنچے چالیس سال کو۔''
	شَدِیۡدٌ	ج اَشِدَّآءُ اور شِدَادٌ۔ فَعِیۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ہمیشہ اور ہر حال میں سخت۔ ﴿وَ فِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ وَّ مَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ (57/الحدید:20) ''اور آخرت میں ایک شدید عذاب ہے اور ایک مغفرت ہے اللہ کی طرف سے۔'' ﴿اَشِدَّآءُ عَلَی الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ﴾ (48/الفتح:29) ''سخت ہیں کافروں پر اور نرم ہیں آپس میں۔'' ﴿ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ سَبۡعٌ شِدَادٌ﴾ (12/یوسف:48) ''پھر آئیں گے اس کے بعد سات شدید یعنی سات سختی والے سال۔''
(افتعال)	اِشۡتِدَادًا	اہتمام سے سخت ہونا۔ مضبوط ہونا۔ ﴿اَعۡمَالُهُمۡ كَرَمَادِ ِۣاشۡتَدَّتۡ بِهِ الرِّیۡحُ فِیۡ یَوۡمٍ عَاصِفٍ﴾ (14/ابراہیم:18) ''ان کے اعمال راکھ کی مانند ہیں، سخت ہوئی جس پر ہوا آندھی کے دن میں۔''

ترکیب

اَنْتُمْ مبتداء اور هٰٓؤُلَاۗءِ اس کی خبر ہے جبکہ تَقْتُلُوْنَ[256]، تُخْرِجُوْنَ اور تَظٰهَرُوْنَ سے شروع ہونے والے تینوں جملہ فعلیہ متعلق خبر ہیں اور اَنْتُمْ کا حال ہیں۔ تَظٰهَرُوْنَ باب تفاعل ہے اور اصل میں تَتَظٰهَرُوْنَ تھا۔ وَالْعُدْوَانِ میں حرف جارہ بِ محذوف ہے اس لیے یہ حالتِ جرّ میں ہے۔ یَاْتُوْا کا فاعل اس میں شامل هُمْ کی ضمیر ہے۔ اور کُمْ مفعول ہے جبکہ اُسٰرٰی ضمیر فاعلی هُمْ کا حال ہے۔ یَاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی شرط ہے اور تُفٰدُوْهُمْ جواب شرط ہے۔ وَهُوَ مُحَرَّمٌ میں هُوَ ضمیر الشّان ہے، مُحَرَّمٌ اسم المفعول اور خبر مقدم ہے، عَلَیْکُمْ متعلق خبر ہے اور اِخْرَاجُهُمْ مبتداء مؤخر ہے۔ فَمَا جَزَاۗءُ مَنْ میں مَا کو نافیہ بھی مانا جا سکتا ہے اور استفہامیہ بھی۔ ترجمے میں فرق پڑے گا۔ مَا کو نافیہ مانیں تو ترجمہ ہوگا "نہیں ہے بدلہ اس کا جو......" اگر استفہامیہ مانیں تو ترجمہ ہوگا "کیا ہی بدلہ اس کا جو......" دونوں ترجمے درست ہیں لیکن اس سے اصل مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ میں یَوْمَ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اَشَدِّ الْعَذَابِ مرکب اضافی ہے اس لیے اَشَدِّ یہاں پر تفضیل کل SUPERLATIVE DEGREE ہے۔

ترجمہ

ثُمَّ اَنْتُمْ	هٰٓؤُلَاۗءِ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْفُسَكُمْ	وَتُخْرِجُوْنَ	فَرِيْقًا
پھر تم	وہ لوگ ہو	کہ قتل کرتے ہو	اپنوں کو	اور نکالتے ہو	ایک فریق کو

مِّنْكُمْ	مِّنْ دِيَارِهِمْ	تَظٰهَرُوْنَ	عَلَيْهِمْ	بِالْاِثْمِ
اپنوں میں سے	ان کے گھروں سے	باہم مل کر چڑھائی کرتے ہو	ان پر	گناہ سے

وَالْعُدْوَانِ	وَاِنْ	يَّاْتُوْكُمْ	اُسٰرٰى
اور دشمنی سے	اور اگر	وہ لوگ آتے ہیں تمہارے پاس	قیدی ہو کر

تُفٰدُوْھُمْ	وَھُوَ	مُحَرَّمٌ	عَلَيْكُمْ
تو تم لوگ بدلہ دے کر چھڑاتے ہو ان کو	اور بات یہ ہے کہ	حرام کیا گیا ہے	تم لوگوں پر

اِخْرَاجُهُمْ	اَفَتُؤْمِنُوْنَ	بِبَعْضِ الْكِتٰبِ	وَتَكْفُرُوْنَ
ان کا نکالنا	تو کیا تم لوگ ایمان لاتے ہو	کتاب کے ایک حصے پر	اور انکار کرتے ہو

بِبَعْضٍ	فَمَا جَزَاۗءُ مَنْ	يَّفْعَلُ ذٰلِكَ	مِنْكُمْ	اِلَّا
ایک حصے کا	تو کیا ہے بدلہ اس کا جو	کرتا ہے یہ	تم میں سے	سوائے اس کے کہ

خِزْيٌ	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	يُرَدُّوْنَ
رسوائی ہے	دنیوی زندگی میں	اور قیامت کے دن	وہ لوگ لوٹائے جائیں گے

اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ	وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ
سخت ترین عذاب کی طرف	اور اللہ غافل نہیں ہے	اس سے جو	تم لوگ کرتے ہو

256

نوٹ۔1

اوپر ترکیب میں ضمیر الشّان کا ذکر آیا ہے۔ یہاں اسے سمجھ لیں۔ بعض اوقات جملہ کے شروع میں ایک ضمیر لائی جاتی ہے جس کا کوئی مَرْجع نہیں ہوتا۔ یعنی اس سے پیشتر کوئی ایسا لفظ مذکور نہیں ہوتا جس کی طرف یہ ضمیر اشارہ کرے۔ اس ضمن میں خاص بات یہ نوٹ کرلیں کہ یہ صرف واحد مذکر یا واحد مؤنث کی ضمیر ہوتی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے ''حقیقت تو یہ ہے کہ''۔ ''سچی بات تو یہ ہے کہ''۔ جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (آپؐ کہیے! حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ یکتا ہے)۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ (پس بے شک سچی بات تو یہی ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔'' ضمیر الشّان کا اُردو مفہوم ذرا طویل ہے اس لیے قرآن مجید کے ترجموں میں اکثر اسے نظر انداز کردیا جاتا ہے۔

نوٹ۔2

اس آیت میں تورات کے بجائے کتاب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ تورات پر جزوی عمل کرنا جیسا جُرم تھا، قرآن پر جزوی عمل کرنا بھی ویسا ہی جرم ہے۔

نوٹ۔3

اس آیت میں تورات پر جس جزوی عمل کی طرف اشارہ ہے اسے سمجھ لیں۔ تورات میں حکم تھا کہ بنواسرائیل کا کوئی فرد اگر کسی مشکل میں پھنس جائے تو اسے اس مصیبت سے نکالنا پوری قوم کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ چنانچہ کوئی یہودی جب کسی دوسری قوم کا قیدی ہو جاتا تھا تو تورات کے اس حکم کا حوالہ دے کر چندہ کرتے اور فدیہ دے کر اسے چھڑاتے تھے۔ یعنی تورات کے اس حکم پر عمل کرتے تھے۔ لیکن تورات میں ہی یہ حکم بھی تھا کہ آپس میں خون خرابہ نہ کریں اور ایک دوسرے کو جلاوطن نہ کریں۔ وہ لوگ اس حکم پر عمل نہیں کرتے تھے۔

آیت نمبر (2/البقرہ:86)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾ ع﴾

خ ف ف

(ض)	خَفًّا	(۱) ہلکا ہونا۔ ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ (7/الاعراف:9) ''پس وہ، ہلکے ہوئے جن کے ترازو۔'' (۲) کم عقل ہونا۔ قرآن مجید میں اس معنی میں ثلاثی مجرد سے فعل استعمال نہیں ہوا۔''
	خَفِيْفٌ	ج خِفَافٌ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ہلکا ﴿حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ج﴾ (7/الاعراف:189) ''اس نے اٹھایا ایک ہلکا بوجھ تو وہ چلی اس کے ساتھ۔'' ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا﴾ (9/التوبہ:41) ''تو لوگ کوچ کرو ہلکے ہوتے ہوئے یا بھاری ہوتے ہوئے۔''
(تفعیل)	تَخْفِيْفًا	ہلکا کرنا۔ ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾﴾ (40/مومن:49) ''تم لوگ پکارو اپنے رب کو کہ وہ کم کرے ہم سے کسی دن عذاب کو۔''
(استفعال)	اِسْتِخْفَافًا	(۱) کسی کو ہلکا سمجھنا۔ ﴿وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع﴾ (30/الروم:60) ''اور ہرگز ہلکا نہ سمجھیں تم کو وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے۔'' (۲) کسی کو کم عقل کرنا۔ مت مار دینا۔ ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ط﴾ (43/الزخرف:54) ''پس اس نے مت ماردی اپنی قوم کی تو انہوں نے اطاعت کی اس کی۔''

ترکیب

اِشۡتَرَوُا دراصل اِشۡتَرَوۡا تھا۔ اسے آگے ملانے کے لیے واؤ پر ضمہّ دی گئی ہے۔ اَلۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا بنفسہٖ 256 ہے۔ اس لیے یہ وہ چیز ہے جو خریدی گئی۔ اَلۡاٰخِرَۃِ پر بِ کا صلہ آیا ہے اس لیے یہ وہ قیمت ہے جو ادا کی گئی۔ یُخَفَّفُ باب تفعیل کا مضارع مجہول ہے اور اَلۡعَذَابُ اس کا نائب الفاعل ہونے کی وجہ سے رفع میں ہے۔ لَا یُنۡصَرُوۡنَ بھی مضارع مجہول ہے اور یہ ھُمۡ کی خبر ہے۔

ترجمہ

بِالۡاٰخِرَۃِ	الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا	اشۡتَرَوُا	الَّذِیۡنَ	اُولٰٓئِکَ
آخرت کے بدلے	دنیوی زندگی کو	خریدا	جنہوں نے	یہ وہ لوگ ہیں

یُنۡصَرُوۡنَ	وَلَا ھُمۡ	الۡعَذَابُ	عَنۡھُمُ	فَلَا یُخَفَّفُ
مدد دیئے جائیں گے	اور نہ ہی وہ لوگ	عذاب کو	ان سے	تو کم نہیں کیا جائے گا

آیت نمبر (2/البقرہ:87)

﴿وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَقَفَّیۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ بِالرُّسُلِ ؗ وَاٰتَیۡنَا عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ الۡبَیِّنٰتِ وَاَیَّدۡنٰہُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ؕ اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَہۡوٰۤی اَنۡفُسُکُمُ اسۡتَکۡبَرۡتُمۡ ۚ فَفَرِیۡقًا کَذَّبۡتُمۡ ۫ وَفَرِیۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ ﴿۸۷﴾﴾

ق ف و

(ن) قَفۡوًا: کسی کا پیچھا کرنا۔ پیچھے پڑنا۔

لَا تَقۡفُ: فعل نہی ہے۔ تو پیچھے مت پڑ۔ ﴿وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ﴾ (17/بنی اسرائیل:36) ''اور تو پیچھے مت پڑ اس کے جس کا تجھ کو کوئی علم نہیں ہے۔''

(تفعیل) تَقۡفِیَۃً: کسی کو کسی کے پیچھے لگانا۔ کسی کے پیچھے بھیجنا۔ ﴿ثُمَّ قَفَّیۡنَا عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ بِرُسُلِنَا﴾ (57/الحدید:27) ''پھر ہم نے بھیجا ان کے پیچھے اپنے رسولوں کو۔''

ر س ل

(س) رَسَلًا: نرمی سے چلنا۔ کسی کام کے لیے، زیادہ تر پیغام دینے کے لیے روانہ ہونا۔

رَسُوۡلٌ: ج رُسُلٌ۔ فَعُوۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ روانہ ہونے والا۔ پیغامبر۔ (یہ لفظ عام ہے۔ انبیاء کرام، فرشتوں اور عام انسانوں، سب کے لیے قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے)۔ ﴿وَلَمَّا جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَہُمۡ﴾ (2/البقرہ:101) ''اور جب آیا ان کے پاس کوئی تصدیق کرنے والا پیغامبر اللہ کے پاس سے اس کی جو ان کے پاس ہے۔'' ﴿وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰہِیۡمَ بِالۡبُشۡرٰی﴾ (11/ھود:69) ''اور یقینا آئے ہمارے پیغامبر یعنی فرشتے ابراہیمؑ کے پاس بشارت کے ساتھ۔'' ﴿فَلَمَّا جَآءَہُ الرَّسُوۡلُ قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰی رَبِّکَ﴾ (12/یوسف:50) ''تو جب آیا ان کے یعنی یوسفؑ کے پاس وہ پیغامبر، تو انہوںؑ نے کہا تو واپس جا اپنے رب یعنی فرعون کی طرف۔''

	رِسَالَةٌ	ج رِسَلَاتٌ۔ اسم ذات ہے۔ پیغام۔ ﴿يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ﴾ (7/ الاعراف:79) ’’اے میری قوم! میں نے پہنچا دیا ہے تم لوگوں کو اپنے رب کا پیغام۔‘‘ ﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ﴾ (7/ الاعراف:68) ’’میں پہنچاتا ہوں تم لوگوں کو اپنے رب کے پیغامات۔‘‘
(افعال)	اِرْسَالًا	کسی کام کے لیے یا پیغام پہنچانے کے لیے کسی کو روانہ کرنا۔ بھیجنا۔ ﴿فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ﴾ (26/ الشعراء:56) ’’تو بھیجا فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والوں کو۔‘‘ ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا﴾ (2/ البقرہ:151) ’’جیسا کہ ہم نے بھیجا تم میں ایک رسول تم میں سے، وہ پڑھ کر سناتا ہے تم کو ہماری آیات۔‘‘
	اَرْسِلْ	فعل امر ہے۔ تو روانہ کر۔ تو بھیج۔ ﴿فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ (20/ طٰہٰ:47) ’’پس تو روانہ کر ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو۔‘‘
	مُرْسِلٌ	اسم الفاعل ہے۔ روانہ کرنے والا۔ بھیجنے والا۔ ﴿وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ﴾ (27/ النمل:35) ’’اور میں بھیجنے والی ہوں ان کی طرف ایک تحفہ۔‘‘
	مُرْسَلٌ	اسم المفعول ہے۔ روانہ کیا ہوا۔ بھیجا ہوا۔ ﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ (36/ یٰسٓ:52) ’’یہ ہے وہ جو وعدہ کیا رحمٰن نے اور سچ کہا بھیجے ہوؤں نے۔‘‘

ء ی د

(ض)	اَيْدًا	مضبوط ہونا۔ قوی ہونا۔
	اَيْدٌ	اسم ذات ہے۔ مضبوطی۔ قوت۔ ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ﴾ (51/ الذّٰرِيٰت:47) ’’اور آسمان! ہم نے بنایا اس کو قوت سے۔‘‘
(تفعیل)	تَاْيِيْدًا	مضبوط کرنا۔ تقویت دینا۔ ﴿وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (3/ آل عمران:13) ’’اور اللہ تقویت دیتا ہے اپنی مدد سے جسے وہ چاہتا ہے۔‘‘

ر و ح

(ن)	رَوَاحًا	شام کے وقت واپس آنا۔ ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ (34/ سبا:12) ’’اور سلیمانؑ کے لیے ہوا، جس کی صبح ایک مہینہ ہے اور جس کا شام کو واپس ہونا ایک مہینہ ہے۔‘‘
(ف۔س)	(۱) رِيْحًا	کسی جگہ کا ہوادار رہنا۔ سُبک ہونا۔
	(۲) رَاحَةً	نیکی کی طرف خوشی سے جلدی کرنا۔
(ض)	رِيْحًا	کسی چیز کی خوشبو پانا۔
	رَوْحٌ	بادِ نسیم۔ پھر زیادہ تر آرام و آسودگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو مطلب ہوتا ہے رحمت۔ ﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾ (56/ الواقعہ:88۔89) ’’پھر اگر وہ ہے مقرب لوگوں میں تو راحت ہے اور خوشبودار پودا ہے اور ہمیشگی والی نعمت کا باغ ہے۔‘‘

256
﴿ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ (12/ یوسف:87) ''اور مایوس نہیں ہوتی اللہ کی رحمت سے مگر کافر قوم۔''

رُوْحٌ — سانس۔ چونکہ ہر جاندار کی زندگی کا دارومدار سانس پر ہوتا ہے اس لیے یہ مطلق جان یعنی روح کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ﴿ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ﴾ (15/ الحجر:29) ''اور جب میں نوک پلک درست کر دوں اس کی اور میں پھونک دوں اس میں اپنی سانس میں سے۔'' ﴿ وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ (17/ بنی اسرائیل:85) ''اور وہ لوگ پوچھتے ہیں آپؐ سے روح کے بارے میں۔ آپؐ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم میں سے ہے اور نہیں دیا گیا تم کو اس علم میں سے مگر تھوڑا سا۔''

اَلرُّوْحُ — قرآن مجید میں یہ حضرت جبریلؑ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ کہیں روح الامین اور روح القدس بھی آیا ہے۔ کہیں یہ لفظ دین وایمان کی روح یعنی وحی کے لیے بھی آیا ہے۔ ﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ صَفًّا ﴾ (78/ النبا:38) ''جس دن کھڑے ہوں گے جبریلؑ اور فرشتے قطار باندھے ہوئے۔'' ﴿ يُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ ﴾ (16/ النحل:2) ''وہ اتارتا ہے فرشتوں کو روح کے ساتھ یعنی دین یا ایمان کی روح کے ساتھ اپنے حکم سے۔''

رِيْحٌ — ج رِيَاحٌ۔ ہوا۔ خوشبو۔ ﴿ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ ﴾ (38/ صٓ:36) ''تو ہم نے مسخر کیا ان کے یعنی سلیمانؑ کے لیے ہوا کو، وہ چلتی ان کے حکم سے۔'' ﴿ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ ﴾ (12/ یوسف:94) ''بے شک میں پاتا ہوں یوسفؑ کی خوشبو کو۔'' ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ ﴾ (3/ آل عمران:46) ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبریاں ہوتے ہوئے۔''

رَيْحَانٌ — ہر خوشبودار پودا۔ اوپر آیت نمبر۔ (56/ الواقعہ:89) دیکھیں۔

ہ	و	ی

(ض) هَوِيًّا — اوپر سے نیچے اترنا۔ گرنا۔ ﴿ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴾ (20/ طٰہٰ:81) ''اور جس پر حلال ہوتا ہے میرا غضب تو بے شک وہ گرا۔'' ﴿ فَاجْعَلْ اَفْـــِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ ﴾ (14/ ابراہیم:37) ''پس تو کر دے کچھ دلوں کو لوگوں میں سے، وہ گرتے ہوں یعنی مائل ہوتے ہوں ان کی طرف۔''

(س) هَوًى — کسی چیز کی طرف جھکنا۔ چاہنا۔ پسند کرنا۔ ﴿ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ﴾ (53/ النجم:23) ''وہ لوگ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور اس کی جو پسند کرتا ہے نفس۔''

هَاوِيَةٌ — فَاعِلَةٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔ نیچے اترنے والی۔ یہ استعارہ ہے جہنم کے لیے۔ ﴿ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۭ ﴾ (101/ القارعۃ:8-9) ''اور جس کے ہلکے ہوں پلڑے تو اس کی گود نیچے اترنے والی ہے۔ یعنی جہنم ہے۔''

هَوَاءٌ ج اَهْوَاءٌ۔ اس کے اصل معنی ہیں فضا۔ چونکہ فضا میں ہوا ہوتی ہے اس لیے مطلق ہوا کے لیے بھی آتا ہے۔ ہوا کو قرار نہیں ہوتا اس لیے ڈانواں ڈول ہونے کی کیفیت کے لیے بھی آتا ہے۔ خواہشات آدمی کو ڈانواں ڈول اور بے قرار کرتی ہیں اس لیے مطلق خواہش کے لیے بھی آتا ہے۔ ﴿مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝﴾ (14/ابراہیم: 43) ''دوڑتے ہوئے، اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے، نہیں جھپکے گی ان کی طرف ان کی پلک اور ان کے دل ڈولتے ہوں گے۔'' ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ﴾ (28/القصص: 50) ''اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے پیروی کی اپنی خواہش کی اللہ کی ہدایت کے بغیر'' ﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ (6/الانعام: 150) ''اور پیروی مت کرو ان کی خواہشات کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو۔''

(افعال) **اِهْوَاءٌ** اوپر سے نیچے اتارنا۔ پٹخ دینا۔ ﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۝﴾ (53/النجم: 53) ''اور الٹنے والی بستی کو اس نے پٹخا۔''

(استفعال) **اِسْتِهْوَاءٌ** خواہشات کو مزین کر کے دکھانا۔ پھسلا دینا۔ بہکا دینا۔ ﴿كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۠﴾ (6/الانعام: 71) ''اس کی مانند جس کو بہکا دیا شیطانوں نے زمین میں متردد کرتے ہوئے۔''

ترکیب

اٰتَيْنَا کا مفعول اوّل مُوْسٰی اور مفعول ثانی اَلْكِتٰبَ ہے۔ اسی طرح آگے اٰتَيْنَا کا مفعول اوّل عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ہے اور مفعول ثانی اَلْبَيِّنٰتِ ہے۔ اَيَّدْنٰهُ میں ضمیر مفعولی عیسیٰؑ کے لیے ہے۔ اَفَكُلَّمَا حرف شرط ہے۔ جَآءَكُمْ سے اَنْفُسُكُمْ تک شرط ہے اور اِسْتَكْبَرْتُمْ سے تَقْتُلُوْنَ تک جواب شرط ہے۔ دونوں جگہ پر فَرِيْقًا مفعول مقدم ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔

ترجمہ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	وَقَفَّيْنَا	مِنْ بَعْدِهٖ
اور بے شک ہم نے دیا	موسیٰؑ کو	کتاب یعنی تورات	اور ہم نے بھیجا	انؑ کے بعد

بِالرُّسُلِ ؗ	وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ	الْبَيِّنٰتِ
رسولوں کو	اور ہم نے دیا عیسیٰؑ بن مریم کو	روشن دلیلیں یعنی معجزات

وَاَيَّدْنٰهُ	بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ	اَفَكُلَّمَا
اور ہم نے تقویت دی انؑ کو	پاکیزگی کی روح یعنی جبریلؑ سے	تو کیا (ایسا نہیں ہوا کہ) جب بھی

جَآءَكُمْ	رَسُوْلٌ	بِمَا	لَا تَهْوٰٓى	اَنْفُسُكُمُ
آیا تمہارے پاس	کوئی رسول	اس کے ساتھ جو	نہیں چاہتے	تمہارے جی

اسْتَكْبَرْتُمْ ج	فَفَرِيْقًا	كَذَّبْتُمْ ز	وَفَرِيْقًا	256 تَقْتُلُوْنَ
توتم لوگوں نے گھمنڈ کیا	پس ایک فریق کو	تم نے جھٹلایا	اور ایک فریق کو	قتل کرتے ہو

نوٹ۔1

نوٹ۔2

معجزات کے متعلق ایک بات یہ سمجھ لیں کہ انبیاء کرام کو معجزات ان کے زمانے کے لحاظ سے دیے جاتے تھے۔ موسیٰؑ کے زمانے میں جادو کا فن اپنے عروج پر تھا اور اس وقت جادوگر لوگ معاشرہ میں معزز مانے جاتے تھے۔ اس لیے موسیٰؑ کو ایسے معجزے دیے گئے جس نے جادوگروں کو عاجز کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں طِب کو بہت عروج حاصل ہوا تھا اور طبیب لوگوں کو معاشرہ میں بلند مقام حاصل ہوتا تھا۔ اس لیے ان کو ایسے معجزے دیے گئے جس نے طبیب لوگوں کو عاجز کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں ادب اور شعر و شاعری اپنے عروج پر تھی اور شاعری لوگوں کا معاشرے میں بڑا مقام تھا۔ اس لیے آپؐ کو قرآن مجید کا معجزہ دیا گیا جس نے عرب کے بڑے سے بڑے شاعر کو عاجز کر دیا۔

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ جس نبی کو جو معجزہ دیا گیا اسے وہ اپنی مرضی سے نہیں دکھا سکتے تھے۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت دکھاتے تھے۔ ایس انہیں تھا کہ حضرت موسیٰؑ کہیں بیٹھنے کے لیے یا سونے کے لیے جب بھی لاٹھی زمین پر رکھتے تھے تو وہ سانپ بن جاتی تھی۔ عام حالات میں وہ لاٹھی ہی رہتی تھی۔ صرف مخصوص مواقع پر اللہ کے حکم سے جب انہوںؑ نے لاٹھی کو زمین پر ڈالا تو وہ سانپ بنی۔ ایسا نہیں تھا کہ عیسیٰؑ جب چاہیں قبر سے کسی مردے کو نکال کر زندہ کر دیں۔ بلکہ مخصوص مواقع پر اللہ کے حکم سے انہوںؑ نے ایسا کیا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وحی کا انتظار رہتا تھا۔ لیکن جبریلؑ صرف اللہ کے حکم سے تشریف لاتے تھے۔ البتہ دیگر انبیاء کرام کے معجزے دکھانے کے بعد ختم ہو جاتے تھے۔ لیکن قرآن مجید ایک واحد معجزہ ہے جو محفوظ ہوتا چلا گیا، آج تک محفوظ ہے اور انشاء اللہ قیامت تک محفوظ رہے گا۔ اس لحاظ سے قرآن مجید کو زندہ معجزہ کہتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

آیت نمبر (88)

256

﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ

غ ل ف

(ن) غَلْفًا ڈھانکنا۔ غلاف میں ڈالنا۔

(س) غَلَفًا ڈھکا ہوا ہونا۔ غلاف میں ہونا۔

اَغْلَفُ ج غُلْفٌ۔ افعل الوان وعیوب ہے۔ غلاف میں بند چیز۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ل ع ن

(ف) لَعْنًا دھتکارنا۔ دور کرنا۔ لعنت اگر اللہ کی طرف سے ہو تو مطلب ہوتا ہے اپنی رحمت اور شفقت سے دور کرنا۔ اگر انسان کی طرف سے ہو تو بددعا ہوتی ہے کہ اللہ اسے رحمت سے دور کرے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (33/الاحزاب:64) ''بے شک اللہ نے لعنت کی کافروں پر۔'' ﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ﴾ (7/الاعراف:38) ''جب بھی داخل ہوتی ہے کوئی جماعت، تو وہ لعنت کرتی ہے اپنی بہن پر یعنی دوسری جماعت پر۔''

اِلْعَنْ فعل امر ہے۔ تو لعنت کر۔ ﴿رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾﴾ (33/الاحزاب:68) ''اے ہمارے رب! تو دے ان کو دوگنا عذاب اور تو لعنت کر ان پر بڑی لعنت۔''

لَاعِنٌ اسم الفاعل ہے۔ لعنت کرنے والا۔ ﴿اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾﴾ (2/البقرہ:159) ''یہ لوگ ہیں لعنت کرتا ہے ان پر اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے۔''

مَلْعُوْنٌ اسم المفعول ہے۔ لعنت کیا ہوا۔ ﴿مَلْعُوْنِيْنَ ۛۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾﴾ (33/الاحزاب:61) ''لعنت کیے ہوئے ہیں جہاں کہیں پائے جائیں پکڑے جائیں اور خوب قتل کیے جائیں جیسے قتل کرنے کا حق ہے۔''

لَعْنَةٌ اسم ذات ہے۔ لعنت۔ ﴿فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾﴾ (7/الاعراف:44) ''تو پکارا ایک پکارنے والے نے کہ اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔''

ترکیب

قُلُوْبُنَا مرکب اضافی ہے اور مبتداء ہے۔ غُلْفٌ اس کی خبر ہے۔ قَلِيْلًا مَّا میں مَا زائدہ ہے اور اس کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ قَلِيْلًا صفت ہے۔ اس کا موصوف اِيْمَانًا محذوف ہے اور یہ مرکب توصیفی مفعول مقدم ہے يُؤْمِنُوْنَ کا سادہ جملہ اس طرح ہوتا يُؤْمِنُوْنَ اِيْمَانًا قَلِيْلًا۔

ترجمہ

وَقَالُوْا	قُلُوْبُنَا	غُلْفٌ ؕ	بَلْ	لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ

اور انہوں نے کہا	ہمارے دل	غلاف میں بند ہیں	(ہرگز نہیں) بلکہ	اللہ نے رحمت سے دور کیا ان کو

256

بِكُفْرِهِمْ	فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ
ان کے کفر کے سبب سے	تو وہ لوگ تھوڑا سا ایمان لاتے ہیں

نوٹ۔1

کلمہ بَلْ کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔ایک صورت یہ ہے کہ بَلْ سے پہلے جو بات کہی گئی ہے وہ غلط ہے اور بَلْ کہہ کر اس کی تردید کرنا مقصود ہے۔ایسی صورت میں اس سے پہلے لفظ كَلَّا (ہرگز نہیں) محذوف ہوتا ہے، جیسا کہ آیتِ زیرِ مطالعہ میں ہے، اور ایسی صورت میں بَلْ کا پورا مفہوم یہ ہوتا ہے۔''ہرگز نہیں! بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ'' کبھی بَلْ کے ساتھ كَلَّا لکھ بھی دیتے ہیں لیکن مفہوم یہی رہتا ہے۔ جیسے ﴿قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۴﴾ (83/المطففین:13۔14)''انہوں نے کہا پرانے زمانے کے قصے ہیں۔ ہرگز نہیں! بلکہ سچی بات یہ ہے کہ زنگ چڑھایا ان کے دلوں پر اس نے جو یہ لوگ کمائی کیا کرتے تھے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بَلْ سے پہلے جو بات کہی گئی ہے وہ درست ہے اور بَلْ کہہ کر اس کی تردید کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ البتہ اس کے بعد بَلْ کہہ کر اس سچائی کو تسلیم نہ کرنے یا اس سے استفادہ نہ کرنے کی وجہ بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ایسی صورت میں بَلْ سے پہلے لفظ كَلَّا محذوف نہیں ہوتا۔نیز ایسی صورت میں بَلْ کا مفہوم اردو محاورہ میں ''بلکہ'' کے بجائے ''لیکن'' سے ادا ہوتا ہے اور اس کا پورا مفہوم یہ ہوتا ہے۔''لیکن حقیقت یہ ہے کہ''۔ جیسے ﴿وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ۝۲﴾ (38/ص:1۔2)''قسم ہے قرآن کی جو نصیحت والا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہٹ دھرمی اور مخالفت میں ہیں۔''

نوٹ۔2

اس آیت کی ترکیب میں ہم نے لکھا ہے کہ قَلِيْلًا مَّا میں مَا زائدہ ہے۔کیونکہ تفسیر حقانی میں بھی یہی ہے اور ہمارے استاذ محترم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مرحوم کی رائے بھی یہی ہے۔لیکن بہر حال اسے مَا موصولہ ماننے کی بھی گنجائش ہے۔ایسی صورت میں (اِيْمَانًا) قَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ کا مطلب ہوگا کہ تھوڑا ایمان ہے وہ، جو یہ لوگ ایمان لاتے ہیں۔اس طرح مفہوم تبدیل نہیں ہوتا اور مَا کو زائدہ ماننے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔البتہ قَلِيْلًا سے پہلے رِجَالًا محذوف ماننا ممکن نہیں ہے۔کیونکہ رِجَالًا عاقل کی جمع مکسر ہے۔اس لیے اس کی صفت یا تو واحد مؤنث آسکتی ہے یا جمع مذکر آئے گی۔ جبکہ قَلِيْلًا واحد مذکر ہے۔اس لیے اس آیت کا یہ مفہوم لینا درست نہیں ہوگا کہ ان میں تھوڑے سے لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔

نوٹ۔3

تھوڑے ایمان یا کم ایمان سے مراد یہ ہے کہ آدمی اللہ، آخرت، انبیاء و رُسل، کتب، وحی وغیرہ کو تو مانے لیکن اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور اس کے رسول کی شریعت پر عمل نہ کرے۔یا کچھ پر عمل کرے اور کچھ میں اپنی من مانی کرے۔

آیت نمبر(89)

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

256

ج	ی	ء

(ض) **جِيْئَةً**: (۱) آنا (لازم)۔ (۲) جَاءَ بِهٖ کسی کے ساتھ آنا یعنی لانا (متعدی)۔ (۳) کوئی کام کرنا۔ ﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ ﴾ (17/بنی اسرائیل:81) ''اور آپؐ کہیے حق آیا اور باطل مٹا۔'' ﴿ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى ﴾ (6/الانعام:91) ''کس نے اتارا کتاب کو جو لائے موسیٰؑ۔'' ﴿ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ ﴾ (19/مریم:27) ''بے شک آپ نے کیا ہے ایک حیران کن چیز یعنی کام۔''

جِيْٓءَ: فِيْلَ کے وزن پر ماضی مجہول ہے۔ لایا گیا۔ ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ﴾ (39/الزمر:69) ''اور رکھی جائے گی کتاب اور لائے جائیں گے انبیاء اور گواہ۔''

(افعال) **اِجَاءَةً**: کسی کو لانا۔ ﴿ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ ﴾ (19/مریم:23) ''تو لایا اس کو دردِ زہ کھجور کے تنے کی طرف۔''

ع	ر	ف

(ض) **عِرْفَانًا**: کسی کو پہچاننا۔ کسی کی مہک پانا (مہک بھی پہچان کا ذریعہ ہے)۔ ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ ﴾ (2/البقرہ:146) ''وہ لوگ ہمیں نے دیا جن کو کتاب، وہ لوگ پہچانتے ہیں اس کو جیسے وہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔''

مَعْرُوْفٌ: اسم المفعول ہے۔ پہچانا ہوا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ پھر دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) دستور اور رواج کے مطابق کام کیونکہ عام لوگ اس سے واقف ہوتے ہیں۔ (۲) نیکی کیونکہ انسانی فطرت اسے پہچانتی ہے۔ ﴿ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ﴾ (4/النساء:6) ''اور جو فقیر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کھائے دستور کے مطابق۔'' ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ (3/آل عمران:104) ''اور چاہیے کہ ہو تم میں ایک جماعت، وہ بلاتی ہو بھلائی کی طرف اور ترغیب دیتی ہو نیکی کی۔''

عُرْفٌ: اسم ذات ہے۔ پہچان۔ خوشبو۔ پھر ثابت شدہ باتوں یعنی نیکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ﴿ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ ﴾ (7/الاعراف:199) ''اور ترغیب دو نیکی کی اور اعراض کرو جاہلوں سے۔''

اَلْاَعْرَافُ: دوزخ اور جنت کے درمیان ایک مقام ہے۔ ﴿ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ ﴾ (7/الاعراف:46) ''اور اعراف پر لوگ ہوں گے، وہ پہچانیں گے سب کو ان کی نشانی سے۔''

عَرَفَاتٌ: میدانِ عرفات جہاں حج کے دن قیام ہوتا ہے۔ ﴿ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ ﴾ (2/البقرہ:198) ''تو جب تم لوگ پلٹو عرفات سے۔''

(تفعیل) **تَعْرِيْفًا**: (۱) کسی کو کسی کی پہچان کرانا۔ تعارف کرانا۔ (۲) کسی کو خوشبودار بنانا۔ خوشبو میں بسانا۔ ﴿ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ ﴾ (66/التحریم:3) ''انہوںؐ نے تعارف کرایا اس کے بعض کا اور اعراض کیا بعض سے۔''

﴿ وَيُدۡخِلُهُمُ الۡجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمۡ ۝﴾ (47/محمد:6)''اور وہ داخل کرے گا ان کو اس جنت میں، اس نے خوشبو میں بسایا جس کو ان کے لیے''۔
256

(تفاعل) — تَعَارُفًا — باہم ایک دوسرے کو پہچاننا۔﴿ يَتَعَارَفُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ ط ﴾ (10/یونس:45)''ایک دوسرے کو پہچانیں گے آپس میں۔''

(افتعال) — اِعۡتِرَافًا — اہتمام سے پہچاننا۔ پھر زیادہ تر کسی بات کا اقرار کرنے کے معنی میں آتا ہے۔﴿ فَاعۡتَرَفۡنَا بِذُنُوۡبِنَا ﴾ (40/مومن:11)''تو ہم نے اقرار کیا اپنے گناہوں کا۔''

ترکیب

لَمَّا حرف شرط ہے۔ جَآءَ سے مَعَهُمۡ تک جملۂ شرطیہ ہے۔اس کا جواب شرط اَنۡکَرُوۡهُ محذوف ہے۔جَآءَ فعل اور هُمۡ اس کا مفعول ہے۔کِتٰبٌ موصوف اور مُصَدِّقٌ اسم الفاعل اس کی صفت ہے۔کِتٰبٌ مُصَدِّقٌ مرکب توصیفی بن کر جَآءَ کا فاعل ہے۔مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ اور لِمَا مَعَهُمۡ متعلقات ہیں۔وَكَانُوۡا کا واوٗ حالیہ ہے۔كَانُوۡا يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ ماضی استمراری ہے۔ فَلَمَّا حرف شرط ہے۔جَآءَ هُمۡ مَّا عَرَفُوۡا جملۂ شرط ہے اور كَفَرُوۡا بِهٖ جواب شرط ہے۔

ترجمہ

وَلَمَّا	جَآءَهُمۡ	كِتٰبٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ	لِّمَا
اور جب	آئی ان کے پاس	اللہ کے پاس سے ایک تصدیق کرنے والی کتاب	اس کی جو

مَعَهُمۡ	وَ	كَانُوۡا	مِنۡ قَبۡلُ	يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ	عَلَى الَّذِيۡنَ
ان کے ساتھ ہے	اس حال میں کہ	وہ لوگ	اس سے پہلے	فتح مانگا کرتے تھے	ان پر جنہوں نے

كَفَرُوۡا	فَلَمَّا	جَآءَهُمۡ	مَّا	عَرَفُوۡا	كَفَرُوۡا بِهٖ
کفر کیا	تو جب	آیا ان کے پاس	وہ جس کو	انہوں نے پہچانا	تو انہوں نے انکار کیا اس کا

فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ	عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ
تو اللہ کی رحمت سے دوری ہے	انکار کرنے والوں پر

نوٹ۔1

تورات اور انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی جہاں اور نشانیاں درج تھیں وہیں ان کی فتح و نصرت کی خبر بھی تھی۔اس بنا پر مدینہ میں آباد یہودی قبائل دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! اب تو اپنے آخری نبیؐ کو بھیج دے تاکہ ہم کو کافروں پر فتح حاصل ہو۔

نوٹ۔2

مدینہ میں آباد یہودی قبائل کے علم اور دانائی کی داد دینی پڑتی ہے کہ تورات میں دی گئی نشانیوں کی مدد سے وہ ٹھیک اس جگہ آ کر بیٹھ گئے تھے جہاں اللہ کے آخری نبی ﷺ نے تشریف فرما ہونا تھا۔ایسے لوگوں کے لیے یہ خیال کرنا کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کو پہچاننے میں کوئی مشکل پیش آئی، ایک بے معنی بات ہے۔سیرت میں درج متعدد واقعات سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ انہیں پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔اس ضمن میں بی بی صفیہؓ کے والد اور ان کے چچا کے درمیان مکالمہ، میرے علم کی حد تک، حرفِ آخر ہے۔اب سوال یہ ہے کہ انہوں نے انکار کیوں کیا؟ اس کا جواب اگلی آیت میں آ رہا ہے۔

256

آیت نمبر (90)

﴿ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ ﴾

ب	ء	س

(س۔ک) — **بَأْسًا**: کسی چیز کا مضبوط ہونا۔ سخت ہونا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں زیادہ تر دو معانی میں آیا ہے۔ (۱) فقر و فاقہ کی حالت کا سخت ہونا۔ (۲) جنگ کا سخت ہونا۔ ثلاثی مجرد سے فعل قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔

بَأْسٌ: ج بَأْسَاءُ۔ اسم ذات ہے۔ سختی۔ ﴿ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ ﴾ (2/البقرہ:177) ''اور ڈٹے رہنے والے فقر و فاقہ کی سختیوں میں اور جسمانی تکالیف میں اور گھمسان کی جنگ کے وقت۔''

بَائِسٌ: فَاعِلٌ کا وزن ہے۔ سخت ہونے والا۔ صفت کے طور پر آتا ہے۔ سخت۔ شدید۔ ﴿ وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ﴾ (22/الحج:28) ''اور تم لوگ کھلاؤ انتہائی محتاج کو۔''

بَئِيْسٌ: فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ہمیشہ اور ہر حال میں سخت۔ شدید ﴿ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ ﴾ (7/الاعراف:165) ''اور ہم نے پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا، ایک شدید عذاب میں۔''

بِئْسَ: ذم یعنی مذمت کرنے کا لفظ ہے۔ کیا ہی برا۔ کتنا برا۔ ﴿ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ ﴾ (2/البقرہ:206) ''تو کافی ہے اس کو جہنم اور یقیناً وہ بہت برا بچھونا ہے۔''

(افتعال) — **اِبْتِئَاسًا**: سخت غمگین ہونا۔ دل برداشتہ ہونا۔

لَا تَبْتَئِسْ: فعل نہی ہے۔ تو دل برداشتہ مت ہو۔ ﴿ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿ۚۖ۳۶﴾ ﴾ (11/ھود:36) ''پس آپؐ دل برداشتہ نہ ہوا اس سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

ب	غ	ی

(ض) — **بَغْيًا**: کسی چیز کی چاہت یا طلب میں حد سے بڑھ جانا۔ اس طرح یہ دو معانی میں آتا ہے۔ (۱) چاہنا۔ طلب کرنا۔ (۲) زیادتی کرنا۔ سرکشی کرنا۔ ﴿ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ ﴾ (49/الحجرات:9) ''پس اگر زیادتی کرے دو میں کی ایک جماعت دوسری پر تو تم لوگ جنگ کرو اس سے جو زیادتی کرتی ہے۔'' ﴿ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ ﴾ (6/الانعام:164) ''آپؐ کہئے کیا اللہ کے سوا کسی کو میں چاہوں بطور رب کے حالانکہ وہ ہر ایک چیز کا رب ہے۔''

بَاغٍ: فَاعِلٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔ سرکشی کرنے والا۔ چاہنے والا۔ ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ

لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (16/النحل:115) ''پس جو لاچار ہوا، نہ خواہش کرنے والا اور نہ حد سے بڑھنے والا، تو یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے۔''

256

	بَغْيٌ	اسم ذات ہے۔ چاہت۔ زیادتی۔ ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ﴾ (10/یونس:23) ''اے لوگو! کچھ نہیں سوائے اس کے کہ تم لوگ کی زیادتی تمہارے اپنے آپ پر ہے۔''
	بَغِيٌّ	اسم نسبت ہے۔ چاہت والا۔ زیادتی والا۔ ﴿ وَمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴾ (19/مریم:28) ''اور نہ تھیں آپ کی والدہ زیادتی والی۔''
(افتعال)	اِبْتِغَاءً	اہتمام سے چاہنا۔ جستجو کرنا۔ ﴿ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴾ (23/المؤمنون:7) ''پس جس نے چاہا اس سے آگے تو وہ لوگ ہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔'' ﴿ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ﴾ (73/المزمل:20) ''اور دوسرے ہیں، وہ لوگ پھرتے ہیں زمین میں، تلاش کرتے ہیں اللہ کے فضل میں سے یعنی روزی تلاش کرتے ہیں۔''
	اِبْتَغِ	فعل امر ہے۔ تو طلب کر۔ تو تلاش کر۔ ﴿ وَابْتَغِ فِيْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ﴾ (28/القصص:77) ''اور تو جستجو کر، اس میں سے جو دیا تجھ کو اللہ نے، آخرت کے گھر کی اور تو مت بھول اپنا حصہ دنیا میں سے۔''
(انفعال)	اِنْبِغَاءً	نرم و آسان ہونا۔ مقام و رتبہ میں شایانِ شان ہو۔ ﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ ﴾ (36/یٰسٓ:69) ''اور ہم نے نہیں سکھایا ان کو شعر کہنا اور وہ شایانِ شان نہیں ہوتا ان کے لیے۔''

ھ و ن

(ن)	هَوْنًا	(۱) نرم و آسان ہونا۔ (۲) ذلیل و رسوا ہونا۔
	هَوْنٌ	اسم ذات ہے۔ نرمی۔ ﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ﴾ (25/الفرقان:63) ''اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نرمی سے۔''
	هُوْنٌ	اسم ذات ہے۔ ذلت۔ رسوائی۔ ﴿ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ﴾ (6/الانعام:93) ''آج تم لوگوں کو بدلہ دیا جائے گا ذلت کے عذاب سے۔''
	هَيِّنٌ	صفت ہے۔ ہلکا۔ آسان۔ ﴿ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ ﴾ (19/مریم:21) ''کہا آپ کے رب نے یہ مجھ پر آسان ہے۔''
	اَهْوَنُ	اَفْعَلُ التَّفْضِيل ہے۔ زیادہ آسان۔ سب سے آسان۔ ﴿ وَهُوَ الَّذِىْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ (30/الروم:27) ''اور وہ ہے جس نے ایجاد کیا پیدائش کو پھر وہ لوٹائے گا اس کو اور یہ زیادہ آسان ہے اس پر۔''
(افعال)	اِهَانَةً	ذلیل کرنا۔ رسوا کرنا۔ ﴿ فَيَقُوْلُ رَبِّىْۤ اَهَانَنِ ﴾ (89/الفجر:16) ''تو وہ کہتا ہے میرے رب نے رسوا کیا مجھ کو۔''
	مُهِيْنٌ	اسم الفاعل ہے۔ ذلیل کرنے والا۔ رسوا کرنے والا۔ ﴿ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾ (4/النساء:37) ''اور ہم نے تیار کیا کافروں کی لیے ایک ذلیل کرنے والا عذاب۔''

مُّهَانٌ اسم المفعول ہے۔ ذلیل کیا ہوا۔ ﴿وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾ (25/الفرقان:69) ''اور وہ ہمیشہ رہے گا اس میں ذلیل کیا ہوا۔''
256

ترکیب

بِئْسَ لفظ ذم ہے اور اس کے ساتھ مَا موصولہ ہے۔ اَنْفُسَهُمْ مفعول بنفسہ ہے یعنی جو خریدا۔ جس کے بدلے خریدا، اس کے لیے بِهٖ آیا ہے۔ اس میں ہ کی ضمیر مَا کے لیے ہے اور اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ پورا جملہ مَا کا صلہ ہے بَغْيًا حال ہے۔ اَنْ يُّنَزِّلَ سے مِنْ عِبَادِهٖ تک پورا جملہ بَغْيًا کا سبب ہے اور فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ اس کا نتیجہ ہے۔ لِلْكٰفِرِيْنَ قائم مقام خبر مقدم ہے اور مرکب توصیفی عَذَابٌ مُّهِيْنٌ مبتداء مؤخر نکرہ ہے۔

ترجمہ

اَنْ يَّكْفُرُوْا	اَنْفُسَهُمْ	بِهٖ	اشْتَرَوْا	بِئْسَمَا
کہ وہ لوگ انکار کرتے ہیں	اپنے نفس کو	جس کے بدلے	انہوں نے خریدا	کتنا برا ہے وہ

مِنْ فَضْلِهٖ	اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ	بَغْيًا	اَنْزَلَ اللّٰهُ	بِمَآ
اپنے فضل میں سے	کہ اللہ اتارتا ہے	سرکشی کرتے ہوئے	اللہ نے اتارا	اس کا جسے

بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ط	فَبَآءُوْ	مِنْ عِبَادِهٖ ج	يَّشَآءُ	عَلٰى مَنْ
غضب پر غضب کے ساتھ	پس وہ لوگ لوٹے	اپنے بندوں میں سے	وہ چاہتا ہے	جس پر

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ	وَلِلْكٰفِرِيْنَ
ایک ذلیل کرنے والا عذاب ہے	اور کافروں کے لیے

نوٹ۔1

استادِ محترم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مرحوم کے جو لیکچر کیسٹ میں ریکارڈ کیے گئے ہیں اس میں حافظ صاحب نے اس آیت کے لفظ ''بَاءُوْ'' کے املا پر کوئی بات نہیں کی ہے۔ اس لیے اس کے املا کو چیک کرنے کے لیے متعدد نسخے دیکھے۔ تدبر قرآن اور معارف القرآن میں اسے واوالجمع کے الف کے ساتھ یعنی بَاءُوا لکھا گیا ہے۔ جبکہ ابن کثیرؒ، احمد رضا خان صاحب، شیخ الہندؒ، مولانا فتح محمد جالندھری اور پکتھال کے نسخوں میں یہ الف کے بغیر یعنی بَاءُوْ لکھا ہے۔ فیصلہ کرنے کے لیے سعودی عرب سے شائع شدہ نسخہ دیکھا۔ اس میں بھی یہ الف کے بغیر ہے۔ چنانچہ اس سند پر ہم نے بھی بَاءُوْ لکھا ہے۔

نوٹ۔2

اس آیتِ میں مذکور جس جرم کی بناء پر بنو اسرائیل اللہ تعالیٰ کے غضب کے سزاوار ہوئے، اس کی نوعیت کو صحیح طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ لفظ فضل کا پورا مفہوم ہمارے ذہن میں واضح ہو۔

آیت نمبر (2/البقرہ:47) کی لغت میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ جو چیز حق سے زیادہ ہو اسے فضل کہتے ہیں۔ مثلاً

ہوٹل میں کھانے کے بعد ہم جو بل ادا کرتے ہیں وہ کھانے کی اجرت یعنی اجر ہے۔ پھر بیرے کو جو ٹپ دیتے ہیں وہ فضل ہے۔ بل

ہم حساب کتاب سے ادا کرتے ہیں اورٹپ بغیر حساب دیتے ہیں۔اس ضمن میں اہم تر بات یہ ہے کہ ٹپ بیرے کا حق نہیں ہوتا بلکہ یہ کلیتہً دینے والے کی مرضی پر منحصر ہے۔یہ اور بات ہے کہ اس علیم اور حکیم ہستی کی مرضی بھی علم اور حکمت کے ساتھ ہوتی ہے۔ 256

اب نوٹ کریں کہ آیت زیر مطالعہ میں یہی بتایا گیا ہے کہ فضل اللہ کا تھا۔دینے والا بھی اللہ تھا۔اس نے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہا دیا۔اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔اور اگر کوئی اعتراض کرے گا تو وہ اللہ کے غضب کو دعوت دے گا۔لیکن بنو اسرائیل نے یہ اعتراض کیا کہ نبوت ورسالت تو ان کا خاندانی ورثہ ہے،یہ نعمت بنو اسمٰعیل کو کیوں دی گئی؟اس لیے انہوں نے جانتے بوجھتے قرآن مجید کو کلام اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رسول اللہ ماننے سے انکار کیا اور اللہ کے غضب کو دعوت دی۔

یہودیوں کو بحیثیت مجموعی اس بات کا رنج تو تھا کہ یہ نعمت ان کی نسل سے چھن گئی۔لیکن مدینہ میں آباد یہودیوں کے لیے صدمے کا ایک اضافی پہلو بھی تھا۔غور طلب بات یہ ہے کہ تورات میں دی گئی نشانیوں کی مدد سے یہودی وہ جگہ کیوں تلاش کر رہے تھے جہاں اللہ کے آخری نبیؐ کا ظہور ہونا تھا۔وہ جانتے تھے کہ وہ نبی آسمان سے نہیں اترے گا بلکہ اس جگہ پر آباد لوگوں میں سے کسی شخص کے سر پر یہ تاج رکھا جائے گا۔اس لیے ان کی کوشش تھی کہ وہ اس جگہ پر جا کر آباد ہو جائیں تاکہ ان کے علماء میں سے یا ان کی اولاد میں سے کسی کو یہ سعادت حاصل ہو جائے۔مدینہ کے یہودی علماء کو جب پتہ چلا کہ وہ بالکل ٹھیک جگہ پر آ کر آباد ہوئے تھے لیکن پھر بھی محروم رہے تو اس صدمہ نے نہ صرف انہیں بے حال کر دیا بلکہ وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے۔الا ماشاء اللہ۔

نوٹ۔3

اب سوال یہ ہے کہ آج کے دور میں ہمارے لیے اس آیت میں کیا راہنمائی ہے؟اس ضمن میں یہ نوٹ کریں کہ نبوت ورسالت کا دروازہ تو یقیناً بند ہو چکا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔شائد اسی حقیقت کو اجاگر کرنے کے لیے اس آیت میں جب یہودیوں کے انکار کا ذکر کیا گیا تو بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ کے الفاظ آئے ہیں۔اس میں نَزَلَ کے لیے ماضی کا صیغہ آیا ہے اور وہ بھی باب افعال میں،جس میں کام کو ایک مرتبہ کرنے کا مفہوم ہوتا ہے۔لیکن جب ان کے انکار کی وجہ بیان کی گئی تو اَنۡ یُّنَزِّلَ اللّٰہُ کے الفاظ آئے ہیں۔اس میں نَزَلَ کے لیے مضارع کا صیغہ آیا ہے اور وہ بھی باب تفعیل میں،جس میں کام کے تسلسل کا مفہوم ہوتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو اللہ کی سنت ہے جس کا سلسلہ جاری رہے گا۔

اس حوالہ سے اب یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ آج بھی جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو اپنے فضل میں سے کچھ دیتا ہے تو اس بندے سے یا اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرنا تو دور کی بات ہے،اگر ہم نے دل میں یہ رنجش اور کدورت بھی رکھی کہ یہ اللہ نے کیا کیا؟یہ چیز اسے کیوں دی؟مجھے کیوں نہیں دی یا فلاں کو کیوں نہیں دی؟تو یہ اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔اس بات کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طرح سمجھایا ہے کہ حسد کرنے والے کی نیکیوں کو حسد اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

آیت نمبر (2/ البقرہ: 91)

256

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَ هُوَ الْحَقُّ
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۹۱﴾

و ر ی

(ض) وَرْيًا: کسی چیز کا کسی چیز کے پیچھے چھپا ہوا ہونا۔ چقماق سے چنگاری نکلنا۔ آگ جلنا۔

وَرَاءُ: ظرف ہے اور زیادہ تر مضاف بن کر آتا ہے۔ جیسے فَوْقَ، تَحْتَ، عِنْدَ وغیرہ ہیں۔ (۱) پیچھے۔ بعد۔ (۲) سوا۔ علاوہ۔ ﴿فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ﴾ (33/ الاحزاب: 53) ''تو تم لوگ مانگو ان سے پردے کے پیچھے سے۔'' ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝۷۱﴾ (11/ ھود: 71) ''تو ہم نے خوشخبری دی انہیں اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی۔'' ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ۚ﴾ (23/ المؤمنون: 7) ''پس جو چاہے اس کے سوا تو وہ لوگ ہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔''

(افعال) اِيْرَاءً: آگ کو جلانا۔ ﴿اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝۷۱ؕ﴾ (56/ الواقعہ: 71) ''تو کیا تم لوگوں نے دیکھا اس آگ کو جو تم لوگ جلاتے ہو۔''

(مفاعلہ) مُوَارَاةً: کسی سے کسی چیز کو چھپانا۔ ﴿قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ﴾ (7/ الاعراف: 26) ''ہم نے اتارا ہے تم پر لباس، وہ چھپاتا ہے تمہاری ستر کو۔''

(تفاعل) تَوَارٍ: باہم ایک دوسرے سے چھپنا۔ ﴿يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ﴾ (16/ النحل: 59) ''وہ چھپتا ہے لوگوں سے۔''

ترکیب

قَالُوْا کے بعد نُؤْمِنُ جمع متکلم کا صیغہ بتا رہا ہے کہ ان کے قول کو DIRECT TENSE میں نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد وَيَكْفُرُوْنَ میں غائب کا صیغہ بتا رہا ہے کہ یہ ان کے قول پر تبصرہ ہے اور اس کا واو حالیہ ہے۔ وَهُوَ الْحَقُّ بھی تبصرہ ہے اور اس کا واو بھی حالیہ ہے۔ اَلْحَقُّ پر لام جنس ہے۔ مُصَدِّقًا اسم الفاعل ہے اور حال ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ مضارع ہے لیکن اس کے آگے مِنْ قَبْلُ آیا ہے۔ اس لیے اس کا ترجمہ ماضی استمراری میں ہوگا۔

ترجمہ

وَاِذَا	قِيْلَ لَهُمْ	اٰمِنُوْا	بِمَآ	اَنْزَلَ اللّٰهُ	قَالُوْا
اور جب بھی	کہا جاتا ہے ان سے	تم لوگ ایمان لاؤ	اس پر جو	اتارا اللہ نے	تو وہ لوگ کہتے ہیں

نُؤْمِنُ	بِمَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْنَا	وَ	يَكْفُرُوْنَ
ہم ایمان لاتے ہیں	اس پر جو	اتارا گیا	ہم پر	درآں حالیکہ	وہ لوگ انکار کرتے ہیں

بِمَا	وَرَآءَهٗ	وَ	هُوَ	الْحَقُّ	مُصَدِّقًا
اس کا جو	اس کے بعد ہے	حالانکہ	وہ	کل کا کل حق ہے	تصدیق کرنے والا ہوتے ہوئے

لِمَا	مَعَهُمْ	قُلْ	فَلِمَ	تَقْتُلُوْنَ	اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ
اس کی جو	ان کے ساتھ ہے	آپؐ پوچھئے	تو پھر کیوں	تم لوگ قتل کیا کرتے تھے	اللہ کے نبیوں کو

256

مِنْ قَبْلُ	اِنْ كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ
اس سے پہلے	اگر تم لوگ ہو	ایمان لانے والے

نوٹ۔1

وَرَاءُ کے معنی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ المنجد نے اسے مادہ ''و ر ء'' کے تحت دیا ہے۔ جبکہ مفردات اور معجم میں اسے مادہ ''و ر ی'' کے تحت دیا ہے۔

نوٹ۔2

اس آیت میں اہم بات یہ ہے کہ اہل کتاب کے قول کو نقل کیا گیا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر اتارا گیا یعنی تورات اور انجیل۔ جبکہ ان کی حالت یعنی ان کا عمل یہ ہے کہ وہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں جو اس کے بعد ہے یعنی جو تورات اور انجیل کے بعد اتارا گیا ہے یعنی قرآن مجید۔ بات کہنے کا یہ جو انداز ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی تورات یا انجیل پر واقعی ایمان رکھتا تھا تو اس کے لیے قرآن مجید کا انکار کرنا ممکن نہیں تھا۔ اور اگر کوئی قرآن مجید کا انکار کرنے والا تورات یا انجیل پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید دراصل تورات اور انجیل کا تسلسل اور تتمہ ہے۔ نیز یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک تورات اور انجیل میں جو نشانیاں موجود تھیں ان پر ایمان رکھنے والوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور قرآن مجید کو پہچاننا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انکار کرنے والے یہود ونصاریٰ کے علماء نے پہچاننے کے بعد انکار کیا۔ اس طرح تورات اور انجیل پر اپنے زبانی دعوے کی انہوں نے اپنے عمل سے تکذیب کی۔ بی بی صفیہؓ کے والد اور چچا کا مکالمہ، نجران کے عیسائی وفد کا مباہلہ سے کنی کترانا، ہرقل کا ایمان لانے کی خواہش کے باوجود محروم رہنا اور اس طرح کے متعدد واقعات اس بات کا واضح ثبوت ہیں۔ ضمنی طور پر نوٹ کر لیں کہ سلطنت روما کی بادشاہت قبول کرنے سے پہلے ہرقل کا شمار عیسائیوں کے چوٹی کے عالمِ دین میں ہوتا تھا۔

دوسری طرف تورات اور انجیل پر حقیقی ایمان رکھنے والے یہود ونصاریٰ کے علماء نے اسلام قبول کیا۔ یہودیوں میں اس کی واضح مثال حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ پہنچتے ہی اسلام قبول کیا۔ عیسائیوں میں اس کی مثال حبشہ کے شاہ نجاشی کی ہے جن کے انتقال پر مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔

آیت نمبر (2/البقرہ:92)

﴿وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾﴾

ترکیب

جَآءَ کا فاعل موسیٰ ہے۔ اَلْبَيِّنٰتِ صفت ہے اور اس کا موصوف اَلْاٰيَات محذوف ہے۔ پورا مرکب توصیفی اس طرح ہوتا۔ بِالْاٰيَاتِ الْبَيِّنٰتِ۔ فعل اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول اوّل اَلْعِجْلَ ہے جبکہ اس کا مفعول ثانی اِلٰهًا محذوف ہے۔

مِنۢ بَعۡدِهٖ میں ہٖ کی ضمیر موسیٰؑ کے لیے ہے۔

ترجمہ

ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ	بِالۡبَيِّنٰتِ	مُّوۡسٰی	كُمۡ	وَلَقَدۡ جَآءَ
پھر تم لوگوں نے بنایا	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	موسیٰؑ	تمہارے پاس	اور آ چکے ہیں

ظٰلِمُوۡنَ	وَاَنۡتُمۡ	مِنۢ بَعۡدِهٖ	الۡعِجۡلَ
ہو (ہی) ظلم کرنے والے	اور تم لوگ	انؑ کے بعد	بچھڑے کو (الٰہ)

السلام وعلیکم رحمۃ اللہ وبرکاۃ

اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ جس جس نے بھی اس کار خیر میں مال، جان اور صلاحیتوں کو لگایا اللہ قبول ومنظور فرمائے

انجمن خدام القرآن فیصل آباد میں اس کے فوٹو کاپی بھی دستیاب ہیں اور محترم ڈاکٹر جہاں زیب صاحب کے اس کتاب میں اضافہ جات کے ساتھ مطالعہ قرآن حکیم کے نام سے دستیاب ہیں

رابطہ کے لئے: info@khuddam-ul-quran.com ,www.khuddam-ul-quran.com

03217805614,0412437618,0412437781

قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 کینال روڈ فیصل آباد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

آیت نمبر (93)

﴿ وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ وَ رَفَعۡنَا فَوۡقَکُمُ الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَیۡنٰکُمۡ بِقُوَّۃٍ وَّ اسۡمَعُوۡا ؕ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا ٭ وَ اُشۡرِبُوۡا فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡعِجۡلَ بِکُفۡرِہِمۡ ؕ قُلۡ بِئۡسَمَا یَاۡمُرُکُمۡ بِہٖۤ اِیۡمَانُکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۹۳﴾ ﴾

ط	و	ر

(ن) طَوۡرًا: قریب ہونا۔ نزدیک ہونا۔

طَوۡرٌ: ج۔ اَطۡوَارٌ۔ اسم ذات ہے۔ مختلف لیکن قریب قریب ملتے جلتے ہونے کی کیفیت۔ حالت۔ ہیئت۔ ﴿ وَقَدۡ خَلَقَکُمۡ اَطۡوَارًا ﴿۱۴﴾ ﴾ (71/نوح:14) ''اور اس نے پیدا کیا ہے تم لوگوں کو مختلف اور ملتی جلتی حالتوں میں۔''

اَلطُّوۡرُ: ایک پہاڑ کا نام ہے۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ترکیب

اَخَذۡنَا کا مفعول مرکب اضافی مِیۡثَاقَکُمۡ ہے اور رَفَعۡنَا کا مفعول الطُّوۡرَ ہے جبکہ مرکب اضافی فَوۡقَکُمۡ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ فعل امر خُذُوۡا کا مفعول مَا موصولہ ہے اور اس کا صلہ جملہ فعلیہ اٰتَیۡنٰکُمۡ ہے۔ جبکہ بِقُوَّۃٍ دراصل حال ہے لیکن حرف جار بِ کی وجہ سے مجرور ہے۔ اس طرح یہ مرکب جاری محلاً منصوب ہے۔ اُشۡرِبُوۡا ماضی مجہول ہے۔ اس میں شامل ھُمۡ کی ضمیر مفعول اوّل اور نائب فاعل ہے اس لیے مرفوع ہے۔ جبکہ الۡعِجۡلَ مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یَاۡمُرُ کا فاعل اِیۡمَانُکُمۡ ہے۔

ترجمہ

وَاِذۡ	اَخَذۡنَا	مِیۡثَاقَکُمۡ	وَرَفَعۡنَا	فَوۡقَکُمُ	الطُّوۡرَ ؕ
اور جب	ہم نے لیا	تم سے پختہ عہد	اور ہم نے بلند کیا	تمہارے اوپر	کوہِ طور کو

خُذُوۡا	مَاۤ	اٰتَیۡنٰکُمۡ	بِقُوَّۃٍ	وَّاسۡمَعُوۡا ؕ
(کہ) تم لوگ پکڑو	اس کو جو	ہم نے دیا تم کو	عمل کی قدرت سے	اور تم لوگ سنو

قَالُوۡا	سَمِعۡنَا	وَعَصَیۡنَا ٭	وَاُشۡرِبُوۡا	فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ	الۡعِجۡلَ
انہوں نے کہا	ہم نے سنا	اور ہم نے نافرمانی کی	اور پلادی گئی	ان کے دلوں میں	بچھڑے (کی محبت)

بِکُفۡرِہِمۡ ؕ	قُلۡ	بِئۡسَمَا	یَاۡمُرُکُمۡ بِہٖۤ	اِیۡمَانُکُمۡ
ان کے کفر کے سبب سے	آپ کہہ دیجئے	کتنا برا ہے وہ	تم کو حکم دیتا ہے جو	تمہارا ایمان

مُّؤْمِنِيْنَ 273	اِنْ كُنْتُمْ
ایمان لانے والے ہو	اگر تم لوگ

آیت نمبر(94)

﴿ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾ ﴾

خ ل ص

(ن) **خُلُوْصًا** کسی سے الگ ہونا۔ ملاوٹ سے پاک ہونا۔ ﴿ فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ﴾ (12/یوسف:80) ’’پھر جب وہ لوگ مایوس ہوئے اس سے تو وہ الگ ہوئے سرگوشی والا ہوتے ہوئے۔‘‘

خَالِصٌ فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ملاوٹ سے پاک ہونے والا یعنی ملاوٹ سے پاک۔ خالص۔ ﴿ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا ﴾ (16/النحل:66) ’’ہم پلاتے ہیں تم لوگوں کو اس میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہے، گوبر اور خون کے درمیان سے، ملاوٹ سے پاک دودھ۔‘‘

(افعال) **اِخْلَاصًا** دوسروں سے الگ کرنا۔ ملاوٹ سے پاک کرنا۔ ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ ﴾ (4/النساء:146) ’’سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور چمٹے اللہ سے اور ملاوٹ سے پاک کیا اپنے دین کو اللہ کے لیے۔‘‘

مُخْلِصٌ اسم الفاعل ہے۔ ملاوٹ سے پاک کرنے والا۔ ﴿ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿١١﴾ ﴾ (39/الزمر:11) ’’آپؐ کہیے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں بندگی کروں اللہ کی، ملاوٹ سے پاک کرنے والا ہوتے ہوئے اس کے لیے نظامِ حیات کو۔‘‘

مُخْلَصٌ اسم المفعول ہے۔ ملاوٹ سے پاک کیا ہوا۔ دوسروں سے الگ کیا ہوا۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ ﴾ (19/مریم:51) ’’بے شک وہ یعنی موسیٰؑ تھے الگ کیے ہوئے یعنی چنے ہوئے اور وہ تھے رسول نبی۔‘‘

(استفعال) **اِسْتِخْلَاصًا** دوسروں سے الگ کر کے چن لینا۔ منتخب کرنا۔ ﴿ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ﴾ (12/یوسف:54) ’’بادشاہ نے کہا تم لوگ لاؤ میرے پاس انؑ کو، میں منتخب کرتا ہوں انؑ کو اپنے لیے۔‘‘

ترکیب

كَانَتْ کا اسم اَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ ہے جبکہ خَالِصَةً اس کی خبر ہے۔ لَكُمْ۔ عِنْدَ اللّٰهِ اور مِنْ دُوْنِ النَّاسِ متعلق خبر ہیں۔ یہ پورا جملہ شرط ہے جبکہ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ جواب شرط ہے۔

ترجمہ

خَالِصَةً	عِنْدَ اللّٰهِ	الدَّارُ الْاٰخِرَةُ	لَكُمْ	اِنْ كَانَتْ	قُلْ
الگ کرنے والا	اللہ کے پاس	آخری گھر	تمہارے لیے	اگر ہے	آپؐ کہیے

مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ	فَتَمَنَّوُا	الْمَوْتَ	اِنْ كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ 273
دوسرے لوگوں سے	تو تم لوگ تمنا کرو	موت کی	اگر تم لوگ ہو	سچ کہنے والے

آیت نمبر(95)

﴿وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝95﴾

ق د م

(ن) **قَدْمًا** — کسی کے آگے ہونا۔ ﴿يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (11/ھود:98) ''وہ آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن۔''

اَقْدَمُ — افعل التفضیل ہے۔ زیادہ آگے۔ ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝75 اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝76﴾ (26/الشعراء:75۔76) ''تو کیا تم لوگ نے غور کیا اس پر جس کی تم عبادت کرتے ہو، تم لوگ اور تمہارے اگلے آباء یعنی آباء و اجداد۔''

قَدَمٌ — ج اَقْدَامٌ۔ اسم ذات ہے۔ پاؤں۔ قدم۔ ﴿بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا﴾ (16/النحل: 94) ''تو پھسلے کوئی قدم اس کے جمنے کے بعد۔'' ﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا﴾ (2/البقرہ:250) ''اے ہمارے رب! تو انڈیل دے ہم پر صبر کو اور تو جمادے ہمارے قدموں کو۔''

(س) **قُدُوْمًا** — کسی کام کا ارادہ کرنا۔ ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاۗءً مَّنْثُوْرًا ۝23﴾ (25/الفرقان:23) ''اور ہم نے ارادہ کیا اس کی طرف جو انہوں نے عمل کیے کسی عمل میں سے، تو ہم نے بنایا اس کو بکھرے ہوئے ذرے۔''

(ک) **قَدَامَةً** — پرانا ہونا۔

قَدِيْمٌ — فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ پرانا ہونے والا یعنی پرانا۔ ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝11﴾ (46/الاحقاف:11) ''تو وہ لوگ کہیں گے یہ پرانا بہتان ہے۔''

(تفعیل) **تَقْدِيْمًا** — آگے کرنا۔ آگے بھیجنا۔ ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝13ۭ﴾ (75/القیامہ:13) ''جتا دیا جائے گا انسان کو اس دن جو اس نے آگے کیا اور جو پیچھے کیا۔''

قَدِّمْ — فعل امر ہے۔ تو آگے کر۔ تو آگے بھیج۔ ﴿اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ﴾ (58/المجادلہ:12) ''جب بھی تم لوگ سرگوشی کرو ان رسولؐ سے تو آگے کرو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ۔''

(تفعّل) **تَقَدُّمًا** — بتکلف خود کو آگے کرنا۔ پیش پیش ہونا۔ آگے ہونا۔ ﴿لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝37ۭ﴾ (74/المدثر:37) ''اس کے لیے جو چاہے تم میں سے کہ وہ آگے ہو یا پیچھے رہے۔''

(استفعال) **اِسْتِقْدَامًا** — پہلے ہونا۔ قبل از وقت ہونا۔ آگے ہونا۔ ﴿اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝49﴾ (10/یونس:49) ''اور جب بھی آتی ہے ان کی اجل تو وہ لوگ پیچھے نہیں ہوتے ایک گھڑی اور نہ آگے ہوتے ہیں۔''

مُسْتَقْدِمٌ — اسم الفاعل ہے۔ پہلے یا آگے ہونے والا۔ ﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ﴾ (15/الحجر:24) ''اور ہم نے جان لیا ہے آگے ہونے والوں کو تم میں سے۔''

ترکیب

یَتَمَنَّوْا کا مفعول ہٗ کی ضمیر ہے جو گذشتہ آیت کے لفظ اَلْمَوْتَ کے لیے ہے۔ اَبَدًا ظرف زمان ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ قَدَّمَتْ کا فاعل اَیْدِیْھِمْ ہے۔ اَللّٰہُ مبتداء، عَلِیْمٌ خبر اور بِالظّٰلِمِیْنَ متعلق خبر ہے۔

ترجمہ

وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ	اَبَدًا	بِمَا	قَدَّمَتْ
اور وہ لوگ ہرگز تمنا نہیں کریں گے اس کی	کبھی بھی	بسبب اس کے جو	آگے بھیجا

اَیْدِیْھِمْ ط	وَاللّٰہُ	عَلِیْمٌ	بِالظّٰلِمِیْنَ
ان کے ہاتھوں نے	اور اللہ	جاننے والا ہے	ظلم کرنے والوں کو

نوٹ۔1

لفظ اَبَدًا کا مادہ ''ء ب د'' ہے لیکن اسے لغت میں اس لیے نہیں دیا کہ اس کے علاوہ اس مادہ سے کوئی اور فعل یا اسم قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔ جیسا کہ اوپر ترکیب میں بتایا گیا ہے کہ اَبَدًا ظرف زمان ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس میں مسلسل اور لامتناہی زمانہ کا مفہوم ہے۔ اس وجہ سے مثبت اور منفی جملوں میں اس کا اردو ترجمہ مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً ﴿ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا﴾ (4/النساء:122) ''(ایک حالت میں رہنے والے ہیں اس میں ہمیشہ ہمیشہ)﴿ لَنْ نَّدْخُلَھَا اَبَدًا﴾ (5/المآئدہ:24) ''ہم ہرگز داخل نہیں ہوں گے اس میں کبھی بھی۔''

آیت نمبر (96)

﴿ وَلَتَجِدَنَّھُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوۃٍ ۚۛ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ۚۛ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ ۚ وَمَا ھُوَ بِمُزَحْزِحِہٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ ط وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ ع ﴾

و ج د

(ض) وُجُوْدًا: کسی چیز کو پانا۔ ﴿ اِنَّا وَجَدْنٰہُ صَابِرًا ط ﴾ (38/ص:44) ''ہم نے پایا اس کو یعنی ایوبؑ کو صبر کرنے والا۔''

وُجْدٌ: پائی ہوئی صلاحیت۔ اہلیت۔ طاقت۔ ﴿ اَسْکِنُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِکُمْ ﴾ (65/الطلاق:6) ''تم لوگ سکونت دو خواتین کو جہاں تم سکونت رکھتے ہو، اپنے مقدور بھر۔''

ح ر ص

(ض) حَرْصًا: کسی چیز کی شدت سے خواہش کرنا۔ لالچ کرنا۔ ﴿ وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ﴾ (4/النساء:129) ''اور تم لوگ ہرگز استطاعت نہیں رکھتے کہ عدل کرو عورتوں کے مابین اور اگرچہ شدید خواہش کرو۔''

حَرِیْصٌ: فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ شدید خواہش کرنے والا۔ لالچی۔ ﴿ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ ﴾ (9/التوبہ:128) ''آ چکے ہیں تمہارے پاس

ایک رسول تم میں سے، گراں ہے انؐ پر وہ جو تم کو تکلیف دے، شدید خواہش رکھنے والے ہیں تم پر یعنی بھلائی کی۔'' 273

اَحْرَصُ　افعل التفضیل ہے۔ زیادہ لالچی یا سب سے زیادہ لالچی۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

و	د	د

(س)

وُدًّا　محبت کرنا۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ ﴿وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ﴾ (3/آل عمران:69) ''چاہتی ہے ایک جماعت اہلِ کتاب میں سے کہ کاش وہ لوگ گمراہ کر دیں تم لوگوں کو۔''

وَدُوْدٌ　فَعُوْلٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ انتہائی محبت کرنے والا۔ انتہائی خیر خواہ۔ ﴿اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝۹۰﴾ (11/ہود:90) ''بے شک میرا رب ہمیشہ رحم کرنے والا، انتہائی خیر خواہ ہے۔''

مَوَدَّةٌ　اسم ذات ہے۔ محبت۔ خیر خواہی۔ ﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ﴾ (30/الروم:21) ''اور اس نے بنایا تمہارے مابین محبت اور رحمت۔''

وُدٌّ　اسم ذات ہے۔ محبت۔ ﴿سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝۹۶﴾ (19/مریم:96) ''رحمٰن بنا دے گا ان کے لیے محبت کو۔''

وَدٌّ　ایک بت کا نام ہے۔ ﴿وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ﴾ (71/نوح:23) ''اور تم لوگ ہرگز نہ چھوڑنا ودّ کو اور نہ ہی سواع کو۔''

(مفاعلہ)

مُوَادَّةٌ　باہم محبت کرنا۔ خیر خواہی کرنا۔ ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ (58/المجادلہ:22) ''تو نہیں پائے گا کسی قوم کو جو ایمان لاتی ہے اللہ پر اور آخری دن پر کہ وہ خیر خواہی کریں اس کی جس نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی۔''

ع	م	ر

(ن)

عَمْرًا　کسی زمین یا جگہ کو آباد کرنا۔ ﴿كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ﴾ (30/الروم:9) ''وہ لوگ زیادہ شدید تھے ان سے بلحاظ قوت کے اور انہوں نے زمین کو جوتا اور اسے آباد کیا۔''

مَعْمُوْرٌ　مَفْعُوْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ آباد کیا ہوا یعنی آباد۔ ﴿وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ ۙ﴾ (52/الطور:4) ''قسم ہے آباد گھر کی۔''

عُمُرٌ　بدن کا زندگی سے آباد رہنے کا عرصہ۔ عمر۔ ﴿وَلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝۱۸ ۙ﴾ (26/الشعراء:18) ''اور تو نے قیام کیا ہم میں اپنی عمر میں سے کئی سال۔''

عَمْرٌ　اس کے معنی بھی عمر کے ہیں لیکن اس کا زیادہ تر استعمال قسم کھاتے وقت یا دعا کے وقت ہوتا ہے۔ ﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۷۲﴾ (15/الحجر:72) ''آپؐ کی عمر کی قسم یقیناً یہ لوگ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔''

عِمَارَةٌ　اسم ذات ہے۔ آبادی۔ ﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ﴾ (9/التوبہ:19) ''کیا تم لوگوں نے بنایا حاجیوں کی سبیل کو اور مسجدِ حرام کی آبادی کو اس کے جیسا جو ایمان لایا اللہ پر اور آخری دن پر اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں، یہ برابر نہیں ہوتے اللہ کے پاس۔''

273

عُمْرَۃٌ — حج کے علاوہ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔عمرہ۔(کیونکہ اس سے بیت اللہ آباد ہوتا ہے)۔﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ ؕ﴾ (2/البقرہ:196)''اور تم لوگ پورا کرو حج کو اور عمرہ کو اللہ کے لیے۔''

(تفعیل) تَعْمِیْرًا — کسی کو عمر دینا یعنی زندگی دینا۔﴿اَوَ لَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَ جَآءَکُمُ النَّذِیْرُ ؕ﴾ (35/فاطر:37)''تو کیا ہم نے عمر نہیں دی تم کو اتنی جس میں وہ سمجھ لیتا جس نے سمجھنا ہوتا اس حال میں کہ تمہارے پاس آیا خبردار کرنے والا۔''

مُعَمَّرٌ — اسم المفعول ہے۔عمر دیا ہوا۔زیادہ تر طویل عمر کے لیے آتا ہے۔﴿وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ﴾ (35/فاطر:11)''اور جو عمر دی جاتی ہے طویل العمر کو۔''

(افتعال) اِعْتِمَارًا — کسی جگہ کو آباد کرنے کا اہتمام کرنا۔زیارت کرنا۔عمرہ کرنا۔﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ﴾ (2/البقرہ:158)''تو جو حج کرے اس گھر کا یا عمرہ کرے۔''

(استفعال) اِسْتِعْمَارًا — کسی کو کسی جگہ بسانا۔﴿ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا﴾ (11/ھود:61)''اس نے پیدا کیا تم کو زمین سے اور اس نے بسایا تم کو اس میں۔''

س ن و

(ن) سَنَوًا — کسی چیز کا چمکنا۔نمایاں ہونا۔

سَنًا — اسم ذات ہے۔چمک۔﴿یَکَادُ سَنَا بَرْقِہٖ یَذْھَبُ بِالْاَبْصَارِ ؕ﴾ (24/النور:43)''قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک لے جائے آنکھوں کو۔''

سَنَۃٌ — ج سِنُوْنَ۔زمانے کے نمایاں ہونے کا معین عرصہ۔ایک سال﴿فَلَبِثَ فِیْھِمْ اَلْفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ؕ﴾ (29/العنکبوت:14)''تو انہوں نے یعنی حضرت نوحؑ نے بسر کیے ان میں ہزار سال سوائے پچاس برس کے یعنی 950 سال۔''﴿وَقَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ﴾ (10/یونس:5)''اور اس نے مقدر کیا اس کے لیے یعنی چاند، سورج وغیرہ کے لیے منزلیں تاکہ تم لوگ جان لو سالوں کی گنتی اور حساب یعنی مہینوں، دنوں وغیرہ کا حساب۔''

ز ح ز ح

(رباعی) زَحْزَحَۃً — دور کرنا۔ہٹانا۔بچانا۔﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ ؕ﴾ (3/آل عمران:185) ''پس جو دور کیا گیا آگ سے اور داخل کیا گیا جنت میں تو اس نے مراد پالی۔''

مُزَحْزِحٌ — اسم الفاعل ہے۔دور کرنے والا۔آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب

لَتَجِدَنَّ کا مفعول اوّل ھُمْ کی ضمیر ہے۔مرکب اضافی اَحْرَصَ النَّاسِ مفعول ثانی ہے اس لیے اس کا مضاف اَحْرَصَ منصوب ہے۔عَلٰی حَیٰوۃٍ متعلق فعل ہے۔وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا کے دو امکانات ہیں۔ایک امکان یہ ہے کہ اسے لَتَجِدَنَّ کا دوسرا مفعول اوّل مانا جائے۔ایسی صورت میں مطلب ہوگا کہ تو لازماً پائے گا ان کو یعنی یہودیوں کو اور ان میں سے جنہوں نے شرک کیا، لوگوں میں سب سے زیادہ حریص زندگی پر۔دوسرا امکان یہ ہے کہ اسے اَلنَّاسِ پر عطف مانا جائے۔ایسی صورت میں مطلب ہوگا لوگوں میں سب سے زیادہ حریص اور ان سے بھی زیادہ حریص جنہوں نے شرک کیا۔ترجمہ میں ہم دوسرے امکان کو ترجیح دیں گے۔

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ میں مَا نافیہ ہے۔ هُوَ مبتداء اور مرکب بِمُزَحْزِحِهٖ خبر ہے مَا کی۔ هُوَ کی ضمیر کے 273 لیے ہماری ترجیح یہ ہے کہ اسے یَوَدُّ کے اسم شدید خواہش کے لیے مانا جائے یعنی یہ خواہش اسے بچانے والی نہیں ہے عذاب سے کہ اسے لمبی عمر دے دی جائے۔

ترجمہ

وَلَتَجِدَنَّهُمْ	اَحْرَصَ النَّاسِ	عَلٰى حَيٰوةٍ	وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا
اور تو لازماً پائے گا ان کو	لوگوں میں سب سے زیادہ حریص	زندگی پر	اور ان سے (بھی زیادہ حریص) جنہوں نے شرک کیا

يَوَدُّ	اَحَدُهُمْ	لَوْ يُعَمَّرُ	اَلْفَ سَنَةٍ	وَمَا هُوَ	بِمُزَحْزِحِهٖ
چاہتا ہے	ان کا ہر ایک	کاش وہ عمر دیا جائے	ہزار سال کی	اور یہ (آرزو)	اس کو بچانے والی نہیں ہے

مِنَ الْعَذَابِ	اَنْ يُّعَمَّرَ	وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ
عذاب سے	کہ وہ عمر دیا جائے (لمبی)	اور اللہ دیکھنے والا ہے	اس کو جو	یہ لوگ کرتے ہیں

نوٹ۔1

المنجد میں ہے کہ حَرَصَ باب نصر اور سمع سے آتا ہے لیکن قرآن مجید میں یہ ضرب سے آیا ہے۔ کیونکہ اس کا مضارع مکسور العین یعنی ''ر'' کے زیر کے ساتھ اِنْ تَحْرِصْ آیا ہے (16/ النحل: 37) اس لیے لغت میں ہم نے اسے باب ضرب سے لکھا ہے۔

نوٹ۔2

عَلٰى حَيٰوةٍ میں حَيٰوةٍ نکرہ آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ زندگی کے حریص ہیں، چاہے وہ کیسی بھی ہو۔ خواہ عزت کی ہو یا ذلت کی ہو۔

آیت نمبر (97)

﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّ
بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ ﴾

ترکیب

مَنْ شرطیہ ہے۔ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ شرط ہے اور اس کا جواب شرط محذوف ہے۔ تفسیر حقانی میں یہاں پر فَهُوَ عَدُوُّ اللّٰهِ (تو وہ اللہ کا دشمن ہے) کو محذوف مانا گیا ہے۔ جبکہ ہمارے استادِ محترم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب یہ محذوف مانتے تھے کہ ''دشمن ہے تو ہوا کرے۔'' فَاِنَّهٗ میں ہٗ کی ضمیر جبریلؑ کے لیے ہے۔ نَزَّلَهٗ میں ہٗ کی ضمیر قرآن مجید کے لیے ہے۔ اس آیت میں یا اس سے پہلے قرآن مجید کا ذکر نہیں ہے لیکن عبارت بتا رہی ہے کہ قرآن کے علاوہ اس ضمیر کا کوئی اور مرجع ماننا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح بَيْنَ يَدَيْهِ میں بھی ہِ کی ضمیر قرآن مجید کے لیے ہے۔ مُصَدِّقًا حال ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے اور یہ نَزَّلَهٗ کی ضمیر ہٗ یعنی قرآن مجید کا حال ہے۔ اسی طرح سے هُدًى اور بُشْرٰى بھی قرآن کا حال ہیں۔

ترجمہ

273

قُلْ	مَنْ كَانَ	عَدُوًّا	لِّجِبْرِيْلَ	فَاِنَّهٗ	نَزَّلَهٗ	عَلٰى قَلْبِكَ
آپؐ کہہ دیجئے	جو ہے	دشمن	جبریلؑ کا	تو انہوں نے تو	اتارا اس کو	آپؐ کے دل پر

بِاِذْنِ اللّٰهِ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيْهِ
اللہ کی اجازت سے	تصدیق کرنے والا ہوتے ہوئے	اس کی جو	اس کے پہلے ہے

وَهُدًى	وَّبُشْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ
اور ہدایت ہوتے ہوئے	اور بشارت ہوتے ہوئے	ایمان لانے والوں کے لیے

آیت نمبر (98_99)

﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ
اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ ﴾

ترجمہ

مَنْ كَانَ	عَدُوًّا	لِّلّٰهِ	وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	وَرُسُلِهٖ	وَجِبْرِيْلَ
جو ہے	دشمن	اللہ کا	اور اس کے فرشتوں کا	اور اس کے رسولوں کا	اور جبریل علیہ السلام کا

وَمِيْكٰلَ	فَاِنَّ اللّٰهَ	عَدُوٌّ	لِّلْكٰفِرِيْنَ	وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ
اور میکائیل علیہ السلام کا	تو بیشک اللہ	دشمن ہے	انکار کرنے والوں کا	اور بیشک ہم نے اتارا ہے

اِلَيْكَ	اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ	وَمَا يَكْفُرُ	بِهَآ	اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ
آپؐ کی طرف	کھلی نشانیوں کو	اور انکار نہیں کرتے	اس کا	مگر نافرمانی کرنے والے

نوٹ۔1

علماء یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرتے تھے کہ اگر جواب درست ہوا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اسی طرح ایمان لائے تھے۔ جبکہ دوسرے علماء جوابات تو درست تسلیم کرتے تھے لیکن یہ کہہ کر انکار کر دیتے تھے کہ آپؐ پر جبریلؑ وحی لاتے ہیں جن سے ہماری دشمنی ہے کیونکہ وہ سختی اور خونریزی کے احکام لاتے ہیں۔ اگر کوئی اور فرشتہ وحی لاتا تو ہم ایمان لے آتے۔ اس کے جواب میں مذکورہ آیات نازل ہوئیں کہ فرشتے اور رسول تو اللہ کی اجازت سے اس کے احکام لاتے ہیں۔ ان سے دشمنی دراصل اللہ سے دشمنی ہے۔ اس لیے اللہ ایسے لوگوں کا دشمن ہے۔

273

آیت نمبر (100)

﴿ اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾

ن ب ذ

(ض) نَبْذًا: کسی چیز کو الگ کرنا۔ پھینک دینا۔ ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ﴾ (28/القصص: 40) ''پس ہم نے پکڑا اس کو اور اس کے لشکر کو پھر ہم نے پھینکا ان کو پانی میں۔''

اِنْبِذْ: فعل امر ہے۔ تو الگ کر۔ تو پھینک ﴿ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ ﴾ (8/الانفال: 58) ''اور اگر تم کو خوف ہو کسی قوم سے خیانت کا یعنی معاہدہ کی خلاف ورزی کا تو تم پھینکو ان کی طرف یعنی معاہدہ کو۔''

(افتعال) اِنْتِبَاذًا: الگ ہونا۔ خود کو پھینکنا یعنی گوشہ نشین ہونا۔ ﴿ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴾ (19/مریم: 22) ''تو وہ گوشہ نشین ہوئیں اس کے ساتھ ایک دور دراز جگہ میں۔''

ترکیب

اَوَ کا ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ بنتا ہے ''اور کیا نہیں'' لیکن اس کا پورا مفہوم ہے ''اور کیا ایسا نہیں ہے۔'' كُلَّمَا شرطیہ ہے۔ عٰهَدُوْا عَهْدًا شرط ہے، عَهْدًا مفعول مطلق ہے اور نَبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ اس کا جواب ہے۔

ترجمہ

اَوَ	كُلَّمَا	عٰهَدُوْا	عَهْدًا
اور کیا (ایسا نہیں ہے کہ)	جب کبھی	ان لوگوں نے معاہدہ کیا	جیسا عہد کرنے کا حق ہے

نَبَذَهٗ	فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ ؕ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ
تو پھینکا اس کو	ایک فریق نے	ان میں سے	بلکہ	ان کے اکثر

لَا يُؤْمِنُوْنَ
ایمان نہیں لاتے

نوٹ۔1

مفعول مطلق کا استعمال آپ آیت نمبر (2/البقرہ: 48) میں پڑھ چکے ہیں۔ اب یہ بات سمجھ لیں کہ مزید فیہ کے افعال کے ساتھ اسی باب کا مصدر بھی بطور مفعول مطلق آتا ہے اور ثلاثی مجرد کا مصدر لانا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ آیت زیرِ مطالعہ میں عٰهَدُوْا باب مفاعلہ سے ماضی مذکر غائب کا صیغہ ہے جبکہ اس کا مفعول مطلق ثلاثی مجرد کا مصدر عَهْدًا آیا ہے۔

آیت نمبر (101)

﴿ وَ لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

ترکیب

لَمَّا شرطیہ ہے۔ جَاءَ هُمْ سے مَعَهُمْ تک شرط ہے۔ نَبَذَ فَرِيْقٌ سے وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ تک جواب شرط ہے۔ جبکہ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ حال ہے فَرِيْقٌ کا۔

جَاءَ کا مفعول هُمْ ہے، اس کا فاعل رَسُوْلٌ ہے جو کہ موصوف ہے، اس کی صفت مُصَدِّقٌ ہے اور درمیان میں مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ متعلق فعل ہے۔ مرکب توصیفی رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ نکرہ مخصوصہ ہے اور لِمَا مَعَهُمْ اس کی خصوصیت ہے۔ نَبَذَ کا فاعل فَرِيْقٌ ہے اور یہ بھی نکرہ مخصوصہ ہے۔ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اس کی خصوصیت ہے۔ اُوْتُوْا دراصل اٰتٰی (باب افعال) کا ماضی مجہول ہے۔ اس کا نائب فاعل اَلَّذِيْنَ ہے اس لیے محلاً رفع میں ہے جبکہ اَلْكِتٰبَ اس کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔ كِتٰبَ اللّٰهِ دراصل نَبَذَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور وَرَاءَ ظرف ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔

ترجمہ

وَلَمَّا	جَاءَهُمْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	مُصَدِّقٌ	لِّمَا
اور جب	آیا ان کے پاس	ایک رسول	اللہ کے پاس سے	تصدیق کرنے والا	اس کی جو

مَعَهُمْ	نَبَذَ	فَرِيْقٌ	مِّنَ الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	كِتٰبَ اللّٰهِ
ان کے ساتھ ہے	تو پھینکا	ایک فریق نے	ان میں سے جن کو	دی گئی	کتاب	اللہ کی کتاب کو

وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ	كَاَنَّهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ
اپنی پیٹھوں کے پیچھے	جیسے کہ وہ لوگ	جانتے نہیں ہیں

نوٹ۔1

اُوْتُوا الْكِتٰبَ میں کتاب سے مراد سابقہ کتابیں یعنی تورات اور انجیل ہیں۔ جبکہ كِتٰبَ اللّٰهِ میں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ آیت کے آخر میں "جیسے کہ وہ لوگ جانتے نہیں ہیں" کا فقرہ بتا رہا ہے کہ تورات اور انجیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن مجید اور صحابۂ کرامؓ کے متعلق اتنی واضح نشانیاں موجود تھیں کہ انہیں ان کو پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آسکتی تھی۔ لیکن ان لوگوں نے رویہ وہ اختیار کیا کہ جیسے ان کے پاس یہ علم نہیں ہے۔

آیت نمبر (102)

﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۣ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝١٠٢﴾

س	ح	ر

273

(ف) **سِحْرًا** چاندی پر سونے کا ملمع کرنا۔ دھوکا دینا۔ جادو کرنا۔ ﴿سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ﴾ (7/الاعراف:116) ''انہوں نے ملمع کیا یعنی جادو کیا لوگوں کی آنکھوں پر۔''

سِحْرٌ اسم ذات بھی ہے۔ ملمع۔ جادو۔ ﴿اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ﴾ (20/طٰہٰ:71) ''یقیناً یہ تمہارا بڑا ہے جس نے سکھایا تم لوگوں کو جادو۔''

سَحَرٌ ج اَسْحَارٌ۔ ایسی صبح جس پر رات کا ملمع ہو۔ صبح صادق۔ صبح تڑکے۔ ﴿نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴾ (54/القمر:34) ''ہم نے نجات دی ان کو صبح تڑکے۔'' ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴾ (3/آل عمران:17) ''اور مغفرت طلب کرنے والے سویرے سویرے۔''

سَاحِرٌ ج سَحَرَةٌ اور سَاحِرُوْنَ۔ اسم الفاعل ہے۔ ملمع کرنے والا۔ جادو کرنے والا۔ جادوگر۔ ﴿وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ﴾ (20/طٰہٰ:69) ''اور مراد کو نہیں پہنچتا جادوگر۔'' ﴿وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ﴾ (7/الاعراف:113) ''اور آئے جادوگر لوگ فرعون کے پاس۔'' ﴿وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴾ (10/یونس:77) ''اور مراد کو نہیں پہنچتے جادوگر لوگ۔''

سَحَّارٌ فَعَّالٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔ بڑا جادوگر۔ ﴿يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴾ (26/الشعراء:37) ''وہ لوگ لے آئیں تیرے پاس ہر ایک جاننے والے بڑے جادوگر کو۔''

مَسْحُوْرٌ اسم المفعول ہے۔ جادو کیا ہوا۔ ﴿اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴾ (17/بنی اسرائیل:101) ''کہ میں گمان کرتا ہوں تم کو اے موسیٰؑ جادو کیا ہوا۔''

مُسَحَّرٌ باب تفعیل سے اسم المفعول ہے۔ بار بار یعنی کثرت سے جادو کیا ہوا۔ ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴾ (26/الشعراء:153) ''کچھ نہیں سوائے اس کے کہ تو جادو کئے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔''

ف	ت	ن

(ض) **فُتُوْنًا** سونے کو آگ میں ڈال کر کھرا کھوٹا معلوم کرنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ پھر متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو مطلب ہوتا ہے (۱) کھرا کھوٹا الگ الگ کرنے کے لیے آزمائش میں ڈالنا۔ (۲) عذاب دینا۔ اگر غیر اللہ کی طرف نسبت ہو تو مطلب ہوتا ہے۔ (۳) ایسی مشکل یا آفت میں ڈالنا جس میں گمراہی کا امکان غالب ہو۔ (۴) لغزش دینا۔ پھسلا دینا۔ (۵) تکلیف دینا۔ ﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴾ (29/العنکبوت:2) ''کیا لوگوں نے گمان کیا کہ وہ چھوڑ دیے جائیں گے کہ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور وہ لوگ آزمائش میں نہ ڈالے جائیں گے۔'' ﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴾ (51/الذاریات:13) ''اس دن وہ لوگ آگ پر عذاب دیے جائیں گے۔'' ﴿وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ (57/الحدید:14) اور لیکن یعنی مگر تم لوگوں نے مشکل میں ڈالا اپنے آپ کو۔'' ﴿وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾ (5/المآئدہ:49) ''اور آپ محتاط رہیں ان سے کہ وہ لوگ پھسلا دیں آپؐ کو اس کے بعض سے جو نازل کیا اللہ نے آپ کی طرف۔''

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ﴾ (85/البروج:10) ''بیشک جن لوگوں نے ایذا دی مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو پھر انہوں نے توبہ نہیں کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔''

فَاتِنٌ اسم الفاعل ہے۔ لغزش دینے والا۔ ﴿ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴾ (37/الصافات:162) ''اور تم لوگ اس سے یعنی ایمان سے لغزش دینے والے نہیں ہو یعنی نہیں دے سکتے۔''

فِتْنَةٌ اسم ذات ہے۔ (۱) آزمائش۔ (۲) عذاب۔ (۳) مشکل۔ آفت۔ (۴) لغزش۔ گمراہی۔ (۵) تکلیف۔ ﴿ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ (8/الانفال:28) ''تم لوگ جان لو کہ دراصل تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔'' ﴿ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ﴾ (51/الذریات:14) ''تم لوگ چکھو اپنے عذاب کو۔'' ﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ﴾ (8/الانفال:25) ''اور تم لوگ بچو ایسی آفت سے جو خاص ان لوگوں کو نہیں پہنچے گی جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے۔'' ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ (8/الانفال:39) ''اور تم لوگ قتال کرو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے کوئی گمراہی اور ہو جائے نظام حیات، اس کا کل، اللہ کے لیے۔'' ﴿ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ﴾ (22/الحج:11) ''اور اگر پہنچتی ہے اس کو کوئی تکلیف تو وہ پلٹ جاتا ہے اپنے چہرے پر۔''

ض	ر	ر

(ن)

ضَرًّا کسی کو نقصان پہنچانا۔ تکلیف دینا۔ ﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ﴾ (10/یونس:106) ''اور تو مت پکار اللہ کے سوا اس کو جو تجھ کو نفع نہیں دیتا اور نقصان نہیں پہنچاتا۔''

ضَرٌّ ج ضَرَّاءُ۔ اسم ذات ہے۔ نقصان۔ تکلیف۔ ﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ﴾ (7/الاعراف:188) ''آپؐ کہیے میں اختیار نہیں رکھتا اپنی جان کے لیے کسی نفع کا اور نہ ہی کسی نقصان کا۔'' ﴿ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ ﴾ (3/آل عمران:134) ''وہ لوگ جو انفاق کرتے ہیں آسانیوں میں اور تکالیف میں۔''

ضَرَرٌ اسم ذات ہے۔ مجبوری۔ عذر۔ ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ ﴾ (4/النساء:95) ''برابر نہیں ہیں بیٹھنے والے مومنوں میں سے، بغیر عذر والے، اور جہاد کرنے والے۔''

ضَارٌّ فَاعِلٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔ تکلیف دینے والا۔ ﴿ وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا ﴾ (58/المجادلہ:10) ''اور وہ نقصان پہنچانے والا نہیں ہے ان کو کچھ بھی۔''

(مفاعلہ)

ضِرَارًا باہم نقصان پہنچانا، تکلیف دینا۔ ﴿ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ﴾ (65/الطلاق:6) ''اور تم لوگ تکلیف مت دو ان خواتین کو تاکہ تم لوگ تنگی کرو ان پر۔''

مُضَارٌّ اس باب میں مضاعف کا اسم الفاعل اور اسم المفعول دونوں ہم شکل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس کے دو معانی ہیں۔ (۱) نقصان پہنچانے والا۔ (۲) نقصان پہنچایا ہوا۔ ﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ﴾ (4/النساء:12) ''وصیت کے بعد، اس نے وصیت کی جس کی یا قرض کے بعد، بغیر نقصان پہنچانے والا ہوتے ہوئے۔''

(افتعال) **اِضْطِرَارًا**: مجبور کرنا۔ ﴿ ثُمَّ اَضْطَرُّہٗۤ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ﴾ (2/البقرہ:126) ''پھر میں مجبور کروں گا اس کو آگ کے عذاب کی طرف۔''

مُضْطَرٌّ: اس میں بھی دو امکان ہیں۔ (۱) مجبور کرنے والا۔ جابر۔ (۲) مجبور کیا ہوا۔ مجبور۔ لاچار۔ ﴿ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ ﴾ (27/النمل:62) ''یا کون جواب دیتا ہے یعنی قبول کرتا ہے لاچار کی جب بھی وہ پکارے اس کو۔''

ن ف ع

(ف) **نَفْعًا**: فائدہ دینا۔ ﴿ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَ لَا یَضُرُّنَا ﴾ (6/الانعام:71) ''کیا ہم پکارے اللہ کے سوا اس کو جو ہم کو نفع نہیں دیتا اور نہ ہم کو نقصان پہنچاتا ہے۔''

نَفْعٌ: اسم ذات ہے۔ فائدہ۔ ﴿ لَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِھِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ﴾ (13/الرعد:16) ''وہ لوگ اختیار نہیں رکھتے اپنے آپ کے لیے کسی فائدے کا اور نہ کسی نقصان کا۔''

مَنْفَعَۃٌ: ج مَنَافِعُ۔ اسم ذات ہے۔ ہر وہ چیز جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ﴿ لَکُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ﴾ (22/الحج:33) ''تمہارے لیے اس میں فائدہ اٹھانے کی چیزیں ہیں ایک مقررہ میعاد تک۔''

ترکیب

تَتْلُوْا مضارع میں واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور اس پر الف کا اضافہ قران مجید کا مخصوص املا ہے۔ اس کا فاعل اسم ظاہر اَلشَّیٰطِیْنَ عاقل کی جمع مکسر ہے اس لیے مؤنث کا صیغہ بھی جائز ہے۔ وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ میں لٰکِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے اَلشَّیٰطِیْنَ نصب میں ہے اور جملہ فعلیہ کَفَرُوْا اس کی خبر ہے۔ یُعَلِّمُوْنَ کا فاعل اس میں شامل ھُمْ کی ضمیر ہے جو الشَّیٰطِیْنَ کے لیے ہے جبکہ اَلنَّاسَ اس کا مفعول اوّل اور اَلسِّحْرَ مفعول ثانی ہے اور یہ پورا جملہ کَفَرُوْا کا حال ہے۔ وَمَآ اُنْزِلَ عطف ہے وَاتَّبَعُوْا پر۔ ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ بدل ہے اَلْمَلَکَیْنِ کا، اس لیے یہ حالت جرّ میں ہے اور غیر منصرف ہونے کی وجہ سے تا پر فتحہ آئی ہے۔ یُعَلِّمٰنِ کا فاعل اس میں شامل ھُمَا کی ضمیر ہے جو ھاروت اور ماروت کے لیے ہے۔ فَیَتَعَلَّمُوْنَ کا مفعول مَا یُفَرِّقُوْنَ بِہٖ ہے۔ بِضَآرِّیْنَ بِہٖ میں ہٖ کی ضمیر مَا یُفَرِّقُوْنَ بِہٖ کے لیے ہے۔

ترجمہ

وَاتَّبَعُوْا	مَا	تَتْلُوا	الشَّیٰطِیْنُ	عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ
اور وہ لوگ پیچھے پڑے	اس کے جو	پڑھتے تھے	شیاطین	سلیمانؑ کے ملک میں

وَمَا کَفَرَ	سُلَیْمٰنُ	وَلٰکِنَّ	الشَّیٰطِیْنَ	کَفَرُوْا	یُعَلِّمُوْنَ
اور کفر نہیں کیا	سلیمانؑ نے	اور لیکن (بلکہ)	شیاطین نے	کفر کیا ہے	وہ سکھاتے تھے

النَّاسَ	السِّحْرَ	وَمَآ	اُنْزِلَ	عَلَی الْمَلَکَیْنِ	بِبَابِلَ
لوگوں کو	جادو	اور اس کے (پیچھے پڑے) جو	اتارا گیا	دو فرشتوں پر	بابل میں

ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ	وَمَا یُعَلِّمٰنِ	مِنْ اَحَدٍ	حَتّٰی
ھاروت اور ماروت پر	اور وہ دونوں نہیں سکھاتے تھے	کسی ایک کو	یہاں تک کہ

يَقُوْلَآ	اِنَّمَا	نَحْنُ	فِتْنَةٌ	فَلَا تَكْفُرْ ؕ
وہ دونوں کہتے	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	ہم	آزمائش ہیں	پس تو کفر مت کر

فَيَتَعَلَّمُوْنَ	مِنْهُمَا	مَا	يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ	بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ
تو (بھی) وہ لوگ سیکھتے	ان دونوں سے	اس کو	وہ لوگ جدائی ڈالتے جس سے	مرد اور اس کی بیوی کے مابین

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ	بِهٖ	مِنْ اَحَدٍ	اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
اور وہ لوگ نقصان پہنچانے والے نہیں ہیں	اس سے	کسی ایک کو	مگر اللہ کی اجازت سے

وَيَتَعَلَّمُوْنَ	مَا	يَضُرُّهُمْ	وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ	وَلَقَدْ عَلِمُوْا
اور وہ سیکھتے	اس کو جو	ان کو نقصان دیتا	اور ان کو نفع نہیں دیتا	اور یقیناً وہ جان چکے تھے

لَمَنِ اشْتَرٰىهُ	مَا لَهٗ	فِي الْاٰخِرَةِ	مِنْ خَلَاقٍ ۫	وَلَبِئْسَ
کہ بیشک جس نے خریدا اس کو	اس کے لیے نہیں ہے	آخرت میں	کوئی حصہ	اور یقیناً کتنا برا ہے

مَا شَرَوْا بِهٖٓ	اَنْفُسَهُمْ ؕ	لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ
وہ، انہوں نے سودا کیا جس سے	اپنے آپ کا	کاش وہ لوگ جانتے ہوتے

نوٹ۔1

اس آیت سے جادو کے متعلق جو راہنمائی حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے۔(۱) جادو کا وجود اور اس کا مؤثر ہونا ثابت ہے۔(۲) جادو کا کفر ہونا ثابت ہے۔(۳) جادو کا اثر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لیے جادو کا توڑ جادو سے کرنا غلط ہے بلکہ اس کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ''جادو کو دور کرنے (یعنی دور رکھنے) اور اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے سب سے اعلیٰ چیز قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کی سورتیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ان جیسا کوئی تعویذ نہیں ہے۔ اسی طرح آیت الکرسی بھی شیطان کو دفع کرنے میں اعلیٰ درجے کی چیز ہے'' (ابن کثیر)۔

آیت نمبر(103)

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۱۰۳ ؑ ﴾

ث و ب

(ن) ثَوْبًا: کسی چیز کا اپنی اصل کی طرف لوٹنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) منزل مقصود تک پہنچا۔(۲) بدلہ پانا (عمل کا عمل کرنے والے یعنی اپنے اصل کی طرف لوٹ آنا)۔

مَثَابَةٌ: مَفْعَلٌ کے وزن پر اسم الظرف ہے۔ (مَثَابٌ کے ساتھ تائے وحدت ہے۔ جیسے بَقَرٌ سے بَقَرَةٌ)۔ لوٹنے کی ایک جگہ۔ ﴿ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ ﴾ (2/البقرہ:125) ''اور جب ہم نے بنایا اس گھر کو لوٹنے کا ایک ٹھکانہ لوگوں کے لیے۔''

ثَوَابٌ: اسم ذات ہے۔ کسی عمل کی جزا۔ بدلہ۔ ﴿ فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ ﴾ (4/النساء:134) ''تو اللہ ہی کے پاس آخرت اور دنیا کی جزا ہے۔''

مَثُوْبَةٌ: اسم ذات ہے۔ جزا۔ بدلہ۔ ﴿ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً ﴾ (5/المآئدہ:60) ''کیا میں خبر دوں تم لوگوں کو اس سے زیادہ شر کی بطور بدلے کے۔''

ثَوْبٌ: ج ثِيَابٌ۔ اسم ذات ہے۔ کپڑا (کپاس کی منزلِ مقصود)۔ ﴿ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا ﴾ (18/الکھف:31) ''اور وہ پہنیں گے سبز کپڑے۔''

ثَيِّبَاتٌ: فَيْعِلٌ کے وزن پر صفت ثَيِّبٌ کی جمع مؤنث سالم ہے۔ بیوہ یا طلاق شدہ خواتین (کیونکہ وہ شادی سے پہلے کی حالت پر لوٹ آتی ہیں)۔ ﴿ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ۝ ﴾ (66/التحریم:5) ''شوہر آشنا خواتین اور کنواریاں۔''

(افعال) **اِثَابَةٌ**: بدلے میں کچھ دینا۔ ﴿ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ ﴾ (3/آل عمران:153) ''تو اس نے بدلے میں دیا تم لوگوں کو غم پر غم۔'' ﴿ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ ﴾ (5/المآئدہ:85) ''تو بدلے میں دیا ان کو اللہ نے، بسبب اس کے جو انہوں نے کہا، باغات۔''

(تفعیل) **تَثْوِيْبًا**: بدلہ دینا۔ ﴿ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ ع ﴾ (83/المطففین:36) ''کیا بدلہ دیے گئے کافر لوگ، وہ جو وہ لوگ کیا کرتے تھے۔''

خ ی ر

(ض) **خَيْرًا**: فائدہ مند ہونا۔ صاحب خیر ہونا (لازم)۔

خِيَرًا: پسند کرنا (متعدی)۔

خَيْرٌ: اسم ذات ہے۔ (۱) جس کا انجام پسندیدہ ہو۔ بھلائی۔ خیر۔ (۲) پسندیدہ چیز۔ مال۔ دولت۔ ﴿ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ ﴾ (2/البقرہ:110) ''اور جو تم لوگ آگے بھیجتے ہو اپنے آپ کے لیے کوئی بھی بھلائی، تم لوگ پاؤ گے اس کو اللہ کے پاس۔'' ﴿ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ ؕ ﴾ (100/العٰدیٰت:8) ''اور یقیناً وہ مال کی محبت میں شدید ہے۔''

خَيْرٌ: اس مادہ کا افعل التفضیل اَخْيَرُ بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ اس کے بجائے زیادہ تر خَيْرٌ استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی خَيْرٌ استعمال ہوا ہے۔ اَخْيَرُ کہیں نہیں آیا۔ بہتر یا سب سے بہتر۔ ﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ ﴾ (7/الاعراف:12) ''میں بہتر ہوں اس سے۔'' ﴿ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۝ ﴾ (3/آل عمران:150) ''بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہی اور وہ سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔''

خَيْرَاتٌ: یہ خَيْرٌ کی جمع مؤنث سالم ہے۔ بھلائیاں۔ نیکیاں۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ﴾ (21/الانبیاء:90) ''بیشک وہ لوگ جلدی کیا کرتے تھے نیکیوں میں۔''

اَخْيَارٌ: اَفْعَالٌ کے وزن پر جمع مکسر ہے۔ بہت خیر والا۔ ﴿ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ ؕ ﴾ (38/ص:48) ''اور یاد کرو اسمٰعیلؑ کو اور یسعؑ علیہ السلام کو اور ذوالکفل کو، وہ سب بہت خیر والوں میں سے ہیں۔''

خِيَرَةٌ: پسند کرنے کی قدرت۔ اختیار۔ ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

273

﴿ اَمۡرًا اَنۡ یَّکُوۡنَ لَہُمُ الۡخِیَرَۃُ مِنۡ اَمۡرِہِمۡ ؕ﴾ (33/ الاحزاب: 36) ’’نہیں ہے کسی مومن مرد کے لیے اور نہ ہی کسی مومن عورت کے لیے، جب فیصلہ کرے اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا، کہ ہو ان کے لیے پسند کرنے کا اختیار اپنے کام میں۔‘‘

(تفعّل) تَخَیُّرًا　کسی چیز کو اپنے لیے پسند کرنا۔ ﴿ وَ فَاکِہَۃٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوۡنَ ﴾ (56/ الواقعہ: 20) ’’اور پھل، اس میں سے جو وہ لوگ پسند کریں۔‘‘

(افتعال) اِخۡتِیَارًا　پسندیدہ چیز کو حاصل کر لینا۔ چن لینا۔ منتخب کرنا۔ ﴿ وَ اخۡتَارَ مُوۡسٰی قَوۡمَہٗ سَبۡعِیۡنَ رَجُلًا ﴾ (7/ الاعراف: 155) ’’اور چن لیا موسیٰؑ نے اپنی قوم سے ستر مرد۔‘‘

ترکیب

لَوۡ شرطیہ ہے۔ اَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا وَ اتَّقَوۡا شرط ہے اور لَمَثُوۡبَۃٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ خَیۡرٌ جواب شرط ہے۔ لَمَثُوۡبَۃٌ پر لام جواب شرط کا ہے اور مَثُوۡبَۃٌ مبتداء نکرہ ہے، خَیۡرٌ اس کی خبر ہے اور مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ متعلق خبر ہے۔ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ کا لَوۡ تمنّی ہے۔

ترجمہ

وَلَوۡ	اَنَّہُمۡ	اٰمَنُوۡا	وَاتَّقَوۡا	لَمَثُوۡبَۃٌ	مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ
اور اگر	یہ کہ وہ لوگ	ایمان لاتے	اور پرہیزگاری کرتے	تو بدلہ	اللہ کے پاس سے

خَیۡرٌ ؕ	لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ
بہتر ہوتا	کاش وہ لوگ جانتے ہوتے

نوٹ۔1

ترکیب میں بتایا گیا کہ مَثُوۡبَۃٌ نکرہ ہے لیکن مبتداء ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی عام قاعدہ بیان کرنا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں مبتداء کو معرفہ اور نکرہ، دونوں طرح سے لانا جائز ہے۔

نوٹ۔2

آیت زیرِ مطالعہ کی لغت میں مادہ ’’ث و ب‘‘ کے ایک لفظ مَثَابَۃٌ کے معنی بتاتے ہوئے ہم نے بتایا ہے کہ اس کے ساتھ تاءِ وحدت لگی ہوئی ہے۔ اس کا مطلب سمجھ لیں۔

بعض اسماء کسی چیز کی قسم یا جنس کے لیے آتے ہیں۔ وہ بذاتِ خود بھی واحد ہوتے ہیں اور ان کی جمع بھی آتی ہے لیکن جب اس قسم کی کسی ایک چیز کا ذکر کرنا ہوتا ہے تو اسم جنس کے واحد لفظ کے آخر میں گول تے (ۃ) کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسے عِنَبٌ (انگور) ایک خاص قسم کے پھل کا اسم جنس ہے، اس کی جمع اَعۡنَابٌ ہے، لیکن انگور کے ایک دانے کو عِنَبَۃٌ کہتے ہیں۔ اسی طرح سے شَجَرٌ (درخت) کی جمع اَشۡجَارٌ اور واحد شَجَرَۃٌ ہے۔ حَبٌّ (دلنہ) کی جمع حُبُوۡبٌ اور واحد حَبَّۃٌ ہے۔ نَمۡلٌ (چیونٹی) کی جمع نِمَالٌ اور واحد نَمۡلَۃٌ ہے۔

اب یہ نوٹ کر لیں کہ اسم جنس میں دراصل جمع کا مفہوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا واحد گول تے (ۃ) کا اضافہ کر کے بناتے ہیں۔ البتہ اس کی جمع اس وقت استعمال ہوتی ہے جب اس جنس کی مختلف اقسام کا ذکر ہو۔ مثلاً ایک باغ میں صرف آم کے درخت ہیں۔ تو ان درختوں کو اَشۡجَارٌ نہیں بلکہ شَجَرٌ کہیں گے۔ دوسرے باغ میں کچھ آم کے، کچھ کھجور کے، کچھ بیری کے اور مختلف چیزوں کے درخت ہیں۔ اب ان درختوں کو شَجَرٌ نہیں بلکہ اَشۡجَارٌ کہیں گے۔

السلام و علیکم رحمۃ اللہ و برکاۃ

اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ جس جس نے بھی اس کارِ خیر میں مال، جان اور صلاحیتوں کو لگایا

اللہ قبول ومنظور فرمائے

انجمن خدام القرآن فیصل آباد میں اس کے فوٹو کاپی بھی دستیاب ہیں اور محترم ڈاکٹر جہاں زیب صاحب
کے اس کتاب میں اضافہ جات کے ساتھ مطالعہ قرآن حکیم کے نام سے دستیاب ہیں

رابطہ کے لئے: info@khuddam-ul-quran.com ,www.khuddam-ul-quran.com

03217805614,0412437618,0412437781

قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 کینال روڈ فیصل آباد

290

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

آیت نمبر (104)

﴿ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَ قُوۡلُوا انۡظُرۡنَا وَ اسۡمَعُوۡا ؕ وَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۰۴﴾ ﴾

ر ع ی

(ف) **رِعَایَۃٌ** (۱) حفاظت کرنا۔ (۲) نظر رکھنا یا نگرانی کرنا۔ (۳) مویشی چرانا۔ (۴) کسی کے حق کی حفاظت کرنا یعنی رعایت کرنا۔ ﴿ فَمَا رَعَوۡہَا حَقَّ رِعَایَتِہَا ۚ ﴾ (57/الحدید:27) ''تو انہوں نے حفاظت نہیں کی اس کی جیسا کہ اس کی حفاظت کرنے کا حق ہے۔''

اِرۡعَ فعل امر ہے۔ تو حفاظت کر۔ ﴿ کُلُوۡا وَ ارۡعَوۡا اَنۡعَامَکُمۡ ؕ ﴾ (20/طٰہٰ:54) ''تم لوگ کھاؤ اور چراؤ اپنے مویشیوں کو۔''

رَاعٍ ج رِعَآءٌ اور رَاعُوۡنَ۔ حفاظت کرنے والا۔ چرواہا۔ ﴿ وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَ عَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ ۙ﴿۸﴾ ﴾ (23/المؤمنون:8) ''اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' ﴿ لَا نَسۡقِیۡ حَتّٰی یُصۡدِرَ الرِّعَآءُ ٜ ﴾ (28/القصص:23) ''ہم نہیں پلاتے یہاں تک کہ واپس لے جائیں چرواہے۔''

مَرۡعٰی مَفۡعَلٌ کے وزن پر اسم الظرف ہے۔ چراگاہ۔ پھر چارے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ﴿ وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ۪ۙ﴿۴﴾ ﴾ (87/الاعلیٰ:4) ''اور جس نے نکالا چارے کو۔''

(مفاعلہ) **مُرَاعَاۃٌ** کسی کے حق پر نگاہ رکھنا۔ رعایت کرنا۔

رَاعِ فعل امر ہے۔ تو رعایت کر۔ ﴿ وَ یَقُوۡلُوۡنَ سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا وَ اسۡمَعۡ غَیۡرَ مُسۡمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلۡسِنَتِہِمۡ ﴾ (4/النساء:46) ''اور وہ لوگ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے نہ مانا اور آپؐ سنیئے، سنایا ہوا ہونے کے بغیر اور (کہتے ہیں) راعنا اپنی زبانوں کو پھیرتے ہوئے۔''

ترجمہ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا	لَا تَقُوۡلُوۡا	رَاعِنَا	وَ قُوۡلُوا	انۡظُرۡنَا
اے لوگو! جو ایمان لائے ہو	تم لوگ مت کہو	راعنا	اور کہو	آپ مہلت دیں ہم کو

وَ اسۡمَعُوۡا ؕ	وَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ	عَذَابٌ اَلِیۡمٌ
اور تم لوگ سنو	اور انکار کرنے والوں کے لیے	ایک دردناک عذاب ہے

نوٹ۔1

کسی مجلس میں جب کوئی بات کر رہا ہو اور اس کی بات سمجھ میں نہ آئے یا درمیان میں ہم کچھ کہنا چاہیں تو اردو میں ''قطع کلامی معاف'' کہنے کا رواج ہے انگریزی میں EXCUSE ME یا BEG YOUR PARDON کہنے کا رواج

ہے۔ ایسے ہی عربی میں رَاعِنَا یا اُنْظُرْ نَا کہنے کا رواج تھا۔ رَاعِنَا کہنے سے کیوں منع کیا گیا اس کی وجہ سمجھ لیں۔ 290

مادہ "ر ع ی" سے باب مفاعلہ میں فعل امر رَاعِ بنتا ہے۔ اس پر جب ضمیر مفعولی نَا داخل ہوتی ہے تو لفظ رَاعِنَا بنتا ہے جس کے معنی ہیں ہماری رعایت کریں۔ لیکن اسی مادے سے ثلاثی مجرد میں اسم الفاعل رَاعٍ بنتا ہے۔ یہ جب مضاف بنتا ہے تو تنوین ختم ہو جاتی ہے اور اس پر مضاف الیہ نَا لگائیں تب بھی لفظ رَاعِنَا بنے گا جس کے معنی ہوں گے ہمارا چرواہا۔ اس طرح یہ ایک ذو معنی لفظ ہے۔ یہودی اور منافق اس کا غلط استعمال کرتے تھے اس لیے یہ لفظ ممنوع قرار دیا گیا۔

اس حوالہ سے یہ بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے گفتگو میں ذو معنی الفاظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

آیت نمبر (105)

﴿مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۱۰۵﴾

خ ص ص

(ن) خَصًّا : خاص کرنا (متعدی)۔ خاص ہونا (لازم)۔

خَاصٌّ : مؤنث خَاصَّةٌ فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ خاص۔ ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ﴾ (8/الانفال:25) "اور تم لوگ بچو ایک فتنہ سے جو نہیں پہنچے گا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تم میں سے، خاص ہوتے ہوئے، یعنی صرف ظالموں کو نہیں بلکہ سب کو پہنچے گا۔"

(س) خَصَاصَةً : مفلس ہونا۔ محتاج ہونا۔

خَصَاصَةٌ : اس ذات بھی ہے۔ مفلسی۔ محتاجی۔ ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڜ﴾ (59/الحشر:9) "اور وہ لوگ ترجیح دیتے ہیں اپنے آپ پر اور اگر یعنی خواہ ہو ان کو محتاجی۔"

(افتعال) اِخْتِصَاصًا : اہتمام سے خاص کرنا۔ چن لینا۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب

يَوَدُّ کا فاعل اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ہے جس کی وضاحت کے لیے مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ آیا ہے جو کہ متعلق فعل ہے۔ اَلْمُشْرِكِيْنَ سے پہلے مِنْ اَهْلِ کے الفاظ محذوف ہیں اس لئے یہ حالتِ جر میں ہے۔ اَنْ يُّنَزَّلَ سے مِنْ رَّبِّكُمْ تک پورا جملہ يَوَدُّ کا مفعول ہے۔ يَخْتَصُّ کا فاعل اَللّٰهُ ہے۔ يَخْتَصُّ اور يَشَاءُ دونوں کا مفعول مَنْ ہے۔

ترجمہ

مَا يَوَدُّ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ
نہیں چاہتے	وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا	اہل کتاب میں سے	اور نہ ہی شرک کرنے والوں میں سے

اَنْ يُّنَزَّلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْ خَيْرٍ	مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ	وَاللّٰهُ
کہ نازل کی جائے	تم لوگوں پر	کوئی بھلائی	تمہارے رب کی طرف سے	اور اللہ

يَخْتَصُّ	بِرَحْمَتِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ 290
مخصوص کرتا ہے	اپنی رحمت سے	ان کو جن کو	وہ چاہتا ہے	اور اللہ	بڑے فضل والا ہے

آیت نمبر (106)

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ١٠٦﴾

ن س خ

(ف) نَسْخًا: کسی چیز کا دوسری چیز کو زائل کر کے اس کی جگہ لینا۔ جیسے دھوپ کا سایہ یا سایہ کا دھوپ کی جگہ لینا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) کتاب کو حرف بہ حرف نقل کرنا۔ (کیونکہ کتاب کے حروف تختی یا کاغذ کی سادہ جگہ کو لے لیتے ہیں)۔ (۲) کسی چیز کو زائل کر دینا۔ ﴿فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ﴾ (22/ الحج:52) ''تو اللہ زائل کرتا ہے اس کو جو ڈالتا ہے شیطان۔''

نُسْخَةٌ: اسم ذات ہے۔ نقل کیے ہوئے حروف۔ تحریر ﴿وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ﴾ (7/ الاعراف:154) ''اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی۔''

(استفعال) اِسْتِنْسَاخًا: لکھنے کے لیے کہنا۔ لکھوانا۔ ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۹﴾ (45/ الجاثیہ:29) ''ہم لکھواتے تھے جو تم لوگ عمل کرتے تھے۔''

ترکیب

مَا شرطیہ ہے نَنْسَخْ اور نُنْسِ شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہیں۔ جبکہ نَاْتِ جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ نُنْسِهَا مِثْلِهَا اور مِنْهَا میں هَا کی ضمیریں اٰيَةٍ کے لیے ہیں۔ لفظ اَللّٰهَ، اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، قَدِيْرٌ اس کی خبر ہے اور عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ متعلق خبر ہے۔

ترجمہ

مَا نَنْسَخْ	مِنْ اٰيَةٍ	اَوْ نُنْسِهَا	نَاْتِ
جو ہم زائل کرتے ہیں	کوئی بھی آیت	یا ہم بھلا دیتے ہیں اس کو	تو ہم لاتے ہیں

بِخَيْرٍ مِّنْهَآ	اَوْ مِثْلِهَا	اَلَمْ تَعْلَمْ	اَنَّ اللّٰهَ	عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
اس سے زیادہ بہتر کو	یا اس کی مانند	کیا تو نے جانا نہیں	کہ اللہ	ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے

نوٹ۔1

یہودی نسخ احکام کے قائل نہیں ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس طرح نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا نقص ثابت ہوتا ہے۔ اس دلیل کی بنیاد پر وہ کسی نئی شریعت کے قائل نہیں ہیں، نہ شریعتِ عیسویؑ کے اور نہ ہی شریعتِ محمدیؐ کے۔ ان کی اس دلیل کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور جواب دیا گیا کہ اگر وہ کوئی آیت زائل کرتا ہے تو اس کی جگہ کوئی دوسری آیت نازل کر دیتا ہے۔ اس میں نسلِ انسانی کے عبوری دور کی طرف اشارہ ہے۔ اسے سمجھ لیں۔

احکام کی تبدیلی کی ضرورت اس لیے نہیں تھی کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں تھا کہ کون سا حکم انسانوں کے لیے مفید ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسانی ذہن اور انسانی معاشرہ نے ارتقائی مراحل طے کیے ہیں۔ اسلیے نسل انسانی کے عبوری دور میں عبوری احکام ہی اس کے حق میں مفید تھے۔ جیسے نوزائیدہ بچے کے لیے ٹھوس غذا نقصان دہ ہوتی ہے لیکن بعد میں وہی ٹھوس غذا اس کے لیے ضروری ہوجاتی ہے۔ ڈاکٹر اپنے مریضوں کی دوا بھی تبدیل کرتا ہے اور ان کی خوراک بھی تبدیل کرتا ہے۔ والدین اور ڈاکٹر یہ کام لاعلمی کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے علم کی وجہ سے کرتے ہیں۔

اب نوٹ کرلیں کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے نسل انسانی کا عبوری دور تھا اور خود آپؐ کا ۲۳ سالہ دور بھی اسی عبوری دور کا آخری حصہ تھا۔ نسلِ انسانی کا یہ عبوری دور اس دن ختم ہوگیا جس دن اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ والی آیت نازل ہوئی۔ یہ آیت حیات طیبہ کے آخری ایام میں نازل ہوئی۔ اس کے بعد چند مزید آیات تو نازل ہوئیں لیکن کوئی نیا حکم نہیں آیا۔

یہی وجہ ہے کہ امت کے تقریباً تمام مکاتبِ فکر نسخ آیات کے امکان اور وقوع، دونوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ صرف معتزلہ ایک ایسا فرقہ گزرا ہے جو اس کے امکان کو تسلیم کرتا تھا لیکن وقوع کو نہیں مانتا تھا۔

آیت نمبر (107)

﴿ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ۝۱۰۷ ﴾

ترکیب

اَنَّ کا اسم لفظ اَللّٰهَ ہے اس کی خبر ثَابِتٌ محذوف ہے۔ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ متعلق خبر تھے جواب قائم مقام خبر ہیں۔ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ دراصل مبتداء مؤخر نکرہ وَلِیٌّ اور نَصِیۡرٌ تھے جو مِنۡ تبعیضیہ داخل ہونے کی وجہ سے مجرور ہوئے ہیں۔ ان کی خبر مَوۡجُوۡدًا محذوف ہے۔ مَا نافیہ ہے۔ لَکُمۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ قائم مقام خبر مقدم ہے۔

ترجمہ

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ	اَنَّ اللّٰهَ	لَهٗ	مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ
کیا تو نے جانا نہیں	کہ اللہ	کے لیے ہے	زمین اور آسمانوں کا اقتدار

وَمَا لَكُمۡ	مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ	مِنۡ وَّلِىٍّ	وَّلَا نَصِيۡرٍ
اور تمہارے لیے نہیں ہے	اللہ کے علاوہ	کوئی بھی کارساز	اور نہ ہی کوئی مددگار

نوٹ۔1

جب کسی نکرہ اسم پر مِنۡ لگا کر اسے مزید نکرہ کرتے ہیں تو اسے مِنۡ تبعیضیہ کہتے ہیں۔ جیسے کِتَابٌ کا مطلب ہے کوئی کتاب۔ جبکہ مِنۡ کِتَابٍ کا مطلب ہے کسی قسم کی کوئی بھی کتاب۔ اسی طرح وَلِیٌّ اور نَصِیۡرٌ کا مطلب ہے کوئی کارساز اور کوئی مددگار۔ جبکہ مِنۡ وَّلِیٍّ اور مِنۡ نَصِیۡرٍ کا مطلب ہے کسی قسم کا کوئی بھی کارساز اور مددگار۔

آیت نمبر (108)

﴿ اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَكُمۡ كَمَا سُٮِٕلَ مُوۡسٰى مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ الۡكُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ۝۱۰۸ ﴾

290

س ب ل

(ن) سَبًّا: کسی پر الزام دینے کی راہ نکالنا۔ گالی دینا۔

سَبِیْلٌ: ج سُبُلٌ۔ فَعِیْلٌ کا وزن ہے لیکن اسم الفاعل یا صفت کے بجائے اسم ذات کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (۱) راہ۔ راستہ۔ (۲) الزام۔ اس معنی میں عموماً عَلٰی کے ساتھ آتا ہے۔ ﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ ﴾ (16/النحل:125) ''دعوت دو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت سے۔'' ﴿ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ﴾ (30/الروم:38) ''پس دو قربت والے کو اس کا حق اور ضرورتمند کو اور راستے کے بیٹے یعنی مسافر کو'' ﴿ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴾ (2/البقرہ:41) ''تو یہ لوگ ہیں نہیں ہے ان پر کوئی راہ یعنی کوئی الزام۔'' ﴿ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾ (29/العنکبوت:69) ''اور جن لوگوں نے جدوجہد کی ہمارے لیے تو ہم لازماً ہدایت دیں گے ان کو اپنے راستوں کی۔''

ترکیب

اَنْ تَسْئَلُوْا سے مِنْ قَبْلُ تک پورا جملہ تُرِیْدُوْنَ کا مفعول ہے۔ مَنْ شرطیہ ہے، یَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ شرط ہے اور فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِیْلِ جواب شرط ہے۔ سَوَاءَ السَّبِیْلِ مرکب اضافی ہے اور ضَلَّ کا ظرف ہے۔ اس لیے اس کے مضاف سَوَاءَ پر نصب آئی ہے۔

ترجمہ

اَمْ تُرِیْدُوْنَ	اَنْ تَسْئَلُوْا	رَسُوْلَكُمْ	كَمَا	سُئِلَ
یا تم لوگ چاہتے ہو	کہ تم لوگ پوچھو	اپنے رسولؐ سے	اس کی مانند جو	پوچھا گیا

مُوْسٰی	مِنْ قَبْلُ	وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ	الْكُفْرَ	بِالْاِیْمَانِ	فَقَدْ ضَلَّ
موسیٰؑ سے	اس سے پہلے	اور جو بدلہ میں لیتا ہے	کفر کو	ایمان کے عوض	تو وہ بھٹک گیا ہے

سَوَآءَ السَّبِیْلِ
راہ کے وسط سے

نوٹ۔1

نسخِ احکام کے پس منظر میں یہودی ایسے سوالات اٹھاتے تھے جن کے بین السطور اسلامی احکام پر اعتراض اور ترمیم یا تبدیلی کی تجویز مضمر ہوتی تھی۔ منافقین اور کچھ سادہ لوح صحابی ان سے متاثر ہو کر وہی سوالات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کرتے تھے۔ اس نوعیت کے سوالات کرنے سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع کیا ہے۔ ترجمہ پر ایک مرتبہ پھر غور کر لیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ ممانعت کا انداز نہ صرف تیکھا ہے بلکہ یہ راز بھی فاش کر رہا ہے کہ اس نوعیت کے سوالات کہاں سے امپورٹ ہوتے ہیں اور ان کا COUNTRY OF ORIGIN کیا ہے؟ ساتھ ہی یہ واضح کر دیا کہ یہ روش اختیار کرنا کفر کو دعوت دینا ہے۔

یہ نہ سمجھیں کہ یہ روش صرف حیاتِ طیبہ کے دوران تھی اب ختم ہو چکی ہے۔ یہ سلسلہ آج بھی زیادہ

شد و مد سے جاری ہے، البتہ اس کا تکیہ اب نسخ احکام کے بجائے اجتہاد پر ہوتا ہے، لیکن اس کا COUNTRY OF ORIGIN بھی وہی ہے اور اس کے لیے حکم بھی وہی ہے۔

290

کسی حکم کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی حقیقی منشاء و مرضی معلوم کرنے کی نیت سے سوال کرنا ایک بالکل مختلف روش ہے۔ اس کی ممانعت نہ تو حیاتِ طیبہ کے دوران تھی اور نہ آج ہے اس کے لیے اصحابِ صفّہ کی ایک جماعت اُس وقت مصروفِ کار تھی اور الحمدللہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

آیت نمبر (109)

﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ١٠٩﴾

ح س د

(ن) حَسَدًا: کسی کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا یا کوشش کرنا۔ ﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰي مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ﴾ (4/النساء:54) ''یا وہ لوگ حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے۔''

حَاسِدٌ: اسم الفاعل ہے۔ حسد کرنے والا۔ ﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ۧ ﴾ (113/الفلق:5) ''اور حسد کرنے والے کے شر سے جب بھی وہ حسد کرے۔''

ص ف ح

(ف) صَفْحًا: نظر انداز کرنا۔ درگزر کرنا۔ ﴿ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ﴾ (24/النور:22) ''اور چاہیے کہ وہ لوگ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم لوگ پسند نہیں کرتے کہ اللہ معاف کرے تم کو۔''

اِصْفَحْ: فعل امر ہے۔ تو درگزر کر۔ نظر انداز کر۔ ﴿ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (5/المائدہ:13) ''پس تو معاف کر ان کو اور نظر انداز کر بیشک اللہ محبوب رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔''

ترکیب

وَدَّ کا فاعل كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ ہے اور لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ سے كُفَّارًا تک پورا جملہ اس کا مفعول ہے۔ يَرُدُّوْنَ کا فاعل اس میں شامل هُمْ کی ضمیر ہے اور كُمْ کی ضمیر اس کا مفعول ہے، جبکہ كُفَّارًا ضمیر مفعولی كُمْ کا حال ہے۔ تفسیر حقانی میں حَسَدًا کو مفعول مانا گیا ہے۔ لیکن ہماری ترجیح یہ ہے کہ اسے يَرُدُّوْنَ کی ضمیر فاعلی هُمْ یعنی كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ کا حال مانا جائے۔

ترجمہ

وَدَّ	كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ
چاہا	اہل کتاب کی اکثریت نے	کاش وہ لوگ پھیر دیں تم لوگوں کو

مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ	كُفَّارًا ۚۖ	حَسَدًا	مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ
تمہارے ایمان کے بعد	کفر کرنے والی حالت میں	حسد کرتے ہوئے	اپنے جی ہی جی میں

مِّنْۢ بَعْدِ مَا	تَبَيَّنَ	لَهُمُ	الْحَقُّ ۚ	فَاعْفُوْا	وَاصْفَحُوْا
اس کے بعد (بھی) کہ جو	واضح ہوا	ان کے لیے	حق	پس تم لوگ معاف کرو	اور نظر انداز کرو

حَتّٰى	يَاْتِيَ	اللّٰهُ	بِاَمْرِهٖ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	290 قَدِيْرٌ
یہاں تک کہ	لائے	اللہ	اپنا فیصلہ	بیشک اللہ	ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے

نوٹ۔1

اس آیت میں اللہ نے حاسدوں سے DEAL کرنے کے لیے ہم کو ایک THREE STEP FORMULA دیا ہے۔ (۱) انہیں معاف کرو۔ (۲) ان کی حرکتوں کو نظر انداز کرو۔ (۳) اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ اس فارمولے کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ اللہ ہر چیز پر ہمیشہ اور ہر حال میں قدرت رکھنے والا ہے۔ کسی حاسد کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر ہم کو کچھ بھی نقصان پہنچا سکے۔ اور اللہ تعالیٰ چونکہ ہمارا رب بھی ہے اس لیے وہ اجازت صرف اس وقت دیتا ہے جب ظاہری نقصان میں ہمارا کوئی فائدہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس کی قدرت کا عالم یہ ہے کہ وہ مردہ میں سے زندہ کو اور رات میں سے دن کو نکال لاتا ہے۔ ایسی قدیر ہستی کے لیے کیا مشکل ہے کہ وہ کسی نقصان میں سے فائدہ برآمد کر دے۔ البتہ اس پوشیدہ فائدہ کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب وہ ہمارے لیے مفید ہو۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم مذکورہ فارمولے پر عمل کریں اور اللہ کے فیصلے کا انتظار کریں۔ اس کے خلاف عمل کر کے ہو سکتا ہے کہ پوشیدہ فائدے سے ہم خود کو محروم کر لیں۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان سے حسد کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی کوشش کو کامیاب ہونے کی اجازت دی۔ اس میں جو فائدہ پوشیدہ تھا اس کا اس وقت کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن آج ساری دنیا جانتی ہے کہ اس طرح مصر میں بنو اسرائیل کے اقتدار کی بنیاد رکھی گئی تھی اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس فائدے کا ظہور کتنی طویل مدت کے بعد ہوا۔

آیت نمبر (110)

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

ترکیب

وَاَقِيْمُوا کا واؤ گزشتہ آیت کے فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا پر عطف ہے۔ وَمَا تُقَدِّمُوْا کا مَا موصولہ بھی ہے اور شرطیہ بھی۔ تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ شرط ہے اور تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ جواب شرط ہے۔ مِنْ خَيْرٍ کا مِنْ تبعیضیہ ہے۔ تَجِدُوْهُ میں ہٗ کی ضمیر مَا کے لیے ہے۔

ترجمہ

وَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا	الزَّكٰوةَ ۭ	وَمَا	تُقَدِّمُوْا
اور تم لوگ قائم کرو	نماز کو	اور پہنچاؤ	زکوٰۃ کو	اور جو	تم لوگ آگے بھیجو گے

لِاَنْفُسِكُمْ	مِّنْ خَيْرٍ	تَجِدُوْهُ	عِنْدَ اللّٰهِ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ
اپنے آپ کے لیے	کوئی بھی بھلائی	تو تم لوگ پاؤ گے اس کو	اللہ کے پاس	یقیناً اللہ

بَصِيْرٌ 290	بِمَا تَعْمَلُوْنَ
ہر حال میں دیکھنے والا	اس کو جو تم لوگ کرتے ہو

نوٹ۔1

لفظ اٰتُوا اور اٰتَوْا کے فرق کو سمجھ کر اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ اٰتُوا باب افعال میں فعل امر اٰتِ کا جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ اس کی اصلی شکل اٰتِيُوْا تھی جو ناقص کے قاعدے کے تحت تبدیل ہوکر اٰتُوْا بنتی ہے۔ پھر جب اسے آگے ملاتے ہیں تو واؤ پر علامت سکون کی ضرورت باقی نہیں رہتی اس لیے اٰتُوا الزَّکٰوۃَ لکھا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں تم لوگ زکوٰۃ ادا کرو۔

جبکہ اٰتَوْا باب افعال میں ماضی معروف کا جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس کی اصلی شکل اٰتَيُوْا تھی جو ناقص کے قاعدے کے تحت تبدیل ہوکر اٰتَوْا بنتی ہے۔ پھر آگے ملانے کے لیے واؤ پر ضمہ لگاتے ہیں تو یہ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لکھا جاتا ہے اس کے معنی ہیں ان لوگوں نے زکوٰۃ ادا کی۔

نوٹ۔2

گذشتہ آیت میں حسد کے علاج کے لیے جو فارمولا دیا گیا ہے س پر عمل کرنے اور خاص طور سے اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرنے کے لیے انسان کو جس ٹانک کی ضرورت ہے، اس آیت میں اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس ٹانک کی تاثیر کے دو پہلو ہیں۔ اولاً یہ کہ نماز، زکوٰۃ اور دیگر اعمالِ صالحہ کا اہتمام کرنے سے اللہ کے فیصلے کا انتظار کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ثانیاً یہ کہ حاسد سے الجھ کر اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے وہی وقت بامقصد اور تعمیری کاموں میں صرف کروگے تو ظاہری نقصان میں پوشیدہ فائدے کے مستحق قرار دیے جاؤ گے۔

نوٹ کرلیں کہ آسودگی یا پریشانی، ہر حال میں، ہر مسلمان پر نماز اور زکوٰۃ فرض ہے۔ حسد کے علاج کے طور پر یہاں جس نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ہے، وہ نفلی عبادات اور صدقات ہیں۔

آیت نمبر (111)

﴿وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١١١﴾﴾

ھ ت و

(ن) هَتْوًا — کسی چیز کو توڑ کر روندنا۔

(مفاعلہ) هِتَاءً — دوسرے کی بات کو روندنا۔ اپنی رائے دینا۔

هَاتِ — ج هَاتُوْا۔ فعل امر ہے۔ تو دے۔ تو لا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ب ر ھ

(س) بَرَهًا — جسم کا صحت مند ہونا۔ صحت مند جلد کی طرح چمکدار رہنا۔

بُرْهَانٌ — فُعْلَانٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ انتہائی چمکدار۔ انتہائی روشن۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ یہ لفظ زیادہ تر فیصلہ کن دلیل کے لیے آتا ہے۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (4/النساء:174) ”اے لوگو! آ چکی ہے تمہارے پاس ایک انتہائی روشن دلیل تمہارے رب کی طرف سے۔“

ترجمہ

كَانَ هُوْدًا	اِلَّا مَنْ	الْجَنَّةَ	لَنْ يَّدْخُلَ	وَقَالُوْا
یہودی ہو	سوائے اس کے جو	جنت میں	ہرگز داخل نہیں ہوگا	اور انہوں نے کہا

بُرْهَانَكُمْ 290	هَاتُوْا	قُلْ	تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ	اَوْ نَصٰرٰى ؕ
اپنی روشن دلیل	تم لوگ دو	آپ ﷺ کہیے	یہ ان کی آرزوئیں ہیں	یا عیسائی ہو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
اگر تم لوگ سچے ہو

نوٹ۔1 هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى میں اَوْ تفصیل کے لیے ہے۔یعنی یہودی اپنے لیے اور نصاریٰ اپنے لیے یہی بات کہتے تھے۔

نوٹ۔2 اس آیت میں برہان کا مطلب یہ ہے کہ اگر توراۃ یا انجیل میں ایسی کوئی بات موجود ہے تو اسے سامنے لاؤ۔

آیت نمبر(112)

﴿ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۱۱۲ ﴾

و ج ه

(ک) وَجَاهَةٌ: بلند رتبہ ہونا۔ باعزت ہونا۔

وَجِيْهٌ: فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ہمیشہ بلند رتبہ۔ باعزت۔﴿ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ (3/آل عمران:45)''ان کا نام مسیح عیسیٰ ؑ ابن مریم ہے، بلند رتبہ ہوتے ہوئے دنیا اور آخرت میں۔''

وَجْهٌ: ج وُجُوْهٌ۔ اسم ذات ہے اور مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) کسی چیز کا اشرف یا ابتدائی حصہ۔﴿ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ ﴾ (3/آل عمران:72)''تم لوگ ایمان لاؤ اس پر جو نازل کیا گیا ان پر جو ایمان لائے، دن کے اشرف حصہ میں یعنی صبح کو اور انکار کرو اس کے آخر میں یعنی شام کو۔''

(۲) چہرہ (کیونکہ یہ انسان کا اشرف اور ابتدائی حصہ ہے)۔ ﴿ فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ ﴾ (12/یوسف:93)''پس ڈالو اس کو میرے والد کے چہرے پر تو وہ ہو جائیں گے دیکھنے والے۔''﴿ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ ﴾ (3/آل عمران:106)''جس دن سفید یعنی روشن ہو جائیں گے کچھ چہرے اور سیاہ ہو جائیں گے کچھ چہرے۔''

(۳) توجہ۔خوشنودی۔﴿ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ ﴾ (76/الدھر:9)''کچھ نہیں سوائے اس کے کہ ہم کھلاتے ہیں تم لوگوں کو اللہ کی خوشنودی کے لیے۔''﴿ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ ﴾ (12/یوسف:9)''تم لوگ قتل کرو یوسف ؑ کو یا پھینک دو ان کو کسی زمین میں تو خالی یعنی خالص ہو جائے گی تمہارے لیے تمہارے والد کی توجہ۔''

جِهَةٌ: ج وِجْهَةٌ۔ اسم ذات ہے۔توجہ کرنے کی سمت۔﴿ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا ﴾ (2/البقرہ:148) ''اور سب کے لیے توجہ کرنے کی کچھ سمتیں ہیں، وہ پھیرنے والا ہے یعنی اپنے چہرے کو پھیرنے والا ہے اس کی طرف۔''

(تفعیل)	تَوْجِیْهًا	(۱) کسی کا رُخ کسی جانب کرنا۔ (۲) کسی کو کسی جانب بھیجنا۔ ﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ (6/الانعام:79)''میں رُخ کرتا ہوں اپنے چہرے کا اس کی طرف جس نے بنایا آسمانوں اور زمین کو۔'' ﴿اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ ط﴾ (16/النحل:76)''جہاں کہیں وہ بھیجتا ہے اس کو تو وہ نہیں لاتا کوئی بھلائی۔''
(تفعّل)	تَوَجُّهًا	اپنا رُخ کسی جانب کرنا۔ متوجہ ہونا۔ ﴿وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ﴾ (28/القصص:22)''اور جب وہ متوجہ ہوئے مدین کے سامنے۔''

ترکیب

مَنْ شرطیہ ہے۔ اَسْلَمَ سے مُحْسِنٌ تک شرط ہے۔ فَلَهٗ سے یَحْزَنُوْنَ تک جوابِ شرط ہے۔ اَسْلَمَ میں شامل ضمیر هُوَ اس کا فاعل ہے، جو کہ مَنْ کے لیے ہے۔ مرکب اضافی وَجْهَهٗ اس کا مفعول ہے، اس لیے اس کے مضاف وَجْه پر نصب آئی ہے۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ کا واؤ حالیہ ہے۔ مرکب اضافی اَجْرُهٗ مبتداء مؤخر ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے، جو کہ ثَابِتٌ ہو سکتی ہے۔ فَلَهٗ قائم مقام خبر مقدم ہے۔ خَوْفٌ مبتداء نکرہ ہے کیونکہ اصول بیان کیا گیا ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے جو کہ مَوْجُوْدٌ ہو سکتی ہے۔

ترجمہ

هُوَ	وَ	لِلّٰهِ	وَجْهَهٗ	مَنْ اَسْلَمَ	بَلٰی ق
وہ	اس حال میں کہ	اللہ کے لیے	اپنے چہرے کو	جس نے تابعدار کیا	کیوں نہیں

عِنْدَ رَبِّهٖ ص	اَجْرُهٗ	فَلَهٗ	مُحْسِنٌ
اس کے رب کے پاس	اس کا اجر	تو اس کے لیے ہے	محسن ہے

یَحْزَنُوْنَ	وَلَا هُمْ	عَلَیْهِمْ	وَلَا خَوْفٌ
پچھتاتے ہیں	اور نہ ہی وہ لوگ	ان پر	اور کوئی خوف نہیں ہے

نوٹ۔1

قرآن مجید کا یہ ایک خاص انداز ہے کہ اکثر وہ کسی چیز کے کسی جز کا ذکر کر کے اس چیز کے کُل کو مراد لیتا ہے۔ نماز کے ذکر میں یہ انداز نسبتاً زیادہ واضح ہے جیسے ﴿قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۲﴾ لا﴾ (73/المزمل:2)''اس میں نماز کے ایک رکن قیام کا ذکر کر کے نماز مراد لی گئی ہے۔ ﴿وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ﴿۴۳﴾﴾ (2/البقرہ:43)''اس میں نماز کے ایک رکن رکوع کا ذکر کر کے نماز باجماعت مراد لی گئی ہے۔ اسی طرح آیتِ زیرِ مطالعہ میں وَجْهَهٗ سے صرف چہرہ نہیں بلکہ پوری شخصیت مراد ہے۔

آیت نمبر (113)

﴿وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ ص وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ لا وَّ هُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ط کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج فَاللّٰهُ یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾﴾

ترکیب

اَلْیَهُوْدُ اور اَلنَّصٰرٰی عاقل کی جمع مکسر ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ افعال کے مذکر اور مؤنث دونوں صیغے 290 ہیں۔ اس آیت میں قَالَتْ اور لَیْسَتْ مؤنث کے صیغے آئے ہیں۔

لَیْسَتِ النَّصٰرٰی اور لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ میں اَلنَّصٰرٰی اور اَلْیَهُوْدُ دونوں لَیْسَتْ کا اسم ہیں، ان کی خبر محذوف ہے جو کہ قَآئِمًا ہوسکتی ہے، جبکہ عَلٰی شَیْءٍ متعلق خبر ہے۔ وَهُمْ یَتْلُوْنَ کا واو حالیہ ہے۔ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ کا مفعول قَوْلًا، محذوف ہے، مرکب اضافی مِثْلَ قَوْلِهِمْ اس کی صفت ہے اس لیے مضاف مِثْلَ پر نصب آئی ہے۔

ترجمہ

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ	لَیْسَتِ النَّصٰرٰی	عَلٰی شَیْءٍ ص	وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی
اور کہا یہود نے	نہیں ہیں عیسائی	کسی چیز پر	اور کہا عیسائیوں نے

لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ	عَلٰی شَیْءٍ لا	وَّ	هُمْ یَتْلُوْنَ	الْكِتٰبَ ط
نہیں ہیں یہود	کسی چیز پر	اس حال میں کہ	وہ لوگ پڑھتے ہیں	کتاب کو

كَذٰلِكَ	قَالَ	الَّذِیْنَ	لَا یَعْلَمُوْنَ	مِثْلَ قَوْلِهِمْ ج	فَاللّٰهُ
ایسے ہی	کہا	ان لوگوں نے جو	علم نہیں رکھتے	ان کے قول کی مانند	تو اللہ

یَحْكُمُ	بَیْنَهُمْ	یَوْمَ الْقِیٰمَةِ	فِیْمَا	كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ
فیصلہ کرے گا	ان کے مابین	قیامت کے دن	اس میں	وہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے جس میں

نوٹ۔1

اس آیت میں اَلْكِتٰبَ سے مراد ہے توراۃ اور انجیل۔ چنانچہ توراۃ اور انجیل پڑھنے والے علماء یہود اور علماء نصارٰی کے قول کو نقل کرنے کے بعد ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایسی ہی بات وہ یہود اور نصارٰی بھی کہتے ہیں جو علم نہیں رکھتے یعنی جاہل ہیں۔ اس طرح عالم اور جاہل برابر ہوگئے۔ یہاں زندگی کے ایک اہم اصول کی جانب ہماری راہنمائی کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ SUBJECTIVE THINKING یعنی کسی آرزو سے مغلوب سوچ، انسان کو عالم سے جاہل بنا دیتی ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے علماء کرام کے لیے یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

آیت نمبر (114)

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا ط اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ ۵ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾﴾

م ن ع

(ف) مَنْعًا

(۱) کسی کو کسی کام سے روکنا۔ ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ط﴾ (7/الاعراف: 12) ''کس چیز نے روکا تجھ کو کہ تو سجدہ نہ کرے جب میں نے حکم دیا تجھ کو۔''

(۲) کسی چیز کو اپنے پاس روکنا۔ کنجوسی کرنا۔ ﴿وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴿۷﴾ ع﴾ (107/الماعون: 7) ''اور اپنے پاس روکتے ہیں برتنے کی چیز کو۔''

(۳) کسی کو نقصان پہنچانے سے روکنا۔ کسی کو کسی سے بچانا۔ ﴿ اَلَمۡ نَسۡتَحۡوِذۡ عَلَیۡکُمۡ وَ نَمۡنَعۡکُمۡ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ ﴾ (4/النساء:141) ''کیا ہم قابو یافتہ نہ تھے تم پر اور کیا ہم نے نہیں بچایا تم کو مومنوں سے۔''

مَانِعٌ — مؤنث مَانِعَۃٌ۔ اسم الفاعل ہے۔ روکنے والا۔ بچانے والا۔ ﴿ وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ مَّانِعَتُہُمۡ حُصُوۡنُہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ ﴾ (59/الحشر:2) ''اور انہوں نے گمان کیا کہ ان کو بچانے والے ہیں ان کے قلعے اللہ سے۔''

مَمۡنُوۡعٌ — مؤنث مَمۡنُوۡعَۃٌ۔ اسم المفعول ہے۔ روکا ہوا۔ ﴿ وَّ فَاکِہَۃٍ کَثِیۡرَۃٍ ﴿ۙ۳۲﴾ لَّا مَقۡطُوۡعَۃٍ وَّ لَا مَمۡنُوۡعَۃٍ ﴿ۙ۳۳﴾ ﴾ (56/الواقعہ:32۔33) ''اور کثیر پھل، نہ کاٹے ہوئے اور نہ روکے ہوئے۔''

مَنُوۡعٌ — فَعُوۡلٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ بہت روکنے والا۔ ﴿ وَّ اِذَا مَسَّہُ الۡخَیۡرُ مَنُوۡعًا ﴿ۙ۲۱﴾ ﴾ (70/المعارج:21) ''اور جب بھی پہنچے اس کو بھلائی تو بہت کنجوسی کرنے والا ہو۔''

مَنَّاعٌ — فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ بہت روکنے والا۔ ﴿ مَّنَّاعٍ لِّلۡخَیۡرِ ﴾ (50/قٓ:25) ''بہت روکنے والا بھلائی سے۔''

س ع ی

(ف) سَعۡیًا — تیز تیز چلنا۔ کسی کام کے لیے بھاگ دوڑ کرنا۔ کوشش کرنا۔ ﴿ یَوۡمَ تَرَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ یَسۡعٰی نُوۡرُہُمۡ بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ ﴾ (57/الحدید:12) ''جس دن تو دیکھے گا مومنوں اور مومنات کو، چلتا ہو گا ان کا نور ان کے سامنے۔'' ﴿ یَوۡمَ یَتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰی ﴿ۙ۳۵﴾ ﴾ (79/النّٰزعٰت:35) ''جس دن یاد کرے گا انسان جو اس نے بھاگ دوڑ کی۔''

اِسۡعَ — فعل امر ہے۔ تو دوڑ۔ تو کوشش کر۔ ﴿ اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ﴾ (62/الجمعہ:9) ''جب بھی ندا دی جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو تم لوگ لپکو اللہ کے ذکر کی طرف۔''

سَعۡیٌ — اسم ذات ہے۔ بھاگ دوڑ۔ کوشش۔ ﴿ فَلَا کُفۡرَانَ لِسَعۡیِہٖ ۚ ﴾ (21/الانبیاء:94) ''تو کسی قسم کی کوئی ناشکری نہیں ہے اس کی کوشش کی۔''

خ ر ب

(س) خَرَبًا — کسی جگہ کا اجاڑ ہونا۔ ویران ہونا۔

خَرَابٌ — اسم ذات ہے۔ ویرانی۔ آیت زیر مطالعہ۔

(افعال) اِخۡرَابًا — اجاڑنا۔ ویران کرنا۔ ﴿ یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَہُمۡ بِاَیۡدِیۡہِمۡ ﴾ (59/الحشر:2) ''وہ لوگ اجاڑتے ہیں اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے۔''

ترکیب

مَنۡ استفہامیہ مبتداء ہے اور اَظۡلَمُ اس کی خبر ہے۔ مِمَّنۡ اصل میں مِنۡ مَنۡ ہے۔ یہ مَنۡ جمع کے مفہوم میں ہے۔ لفظی رعایت کے تحت فعل مَنَعَ اور سَعٰی واحد آیا ہے۔ پھر معنوی رعایت کے تحت اسم اشارہ اُولٰٓئِکَ اور لَہُمۡ میں ھُمۡ کی ضمیر جمع آئی ہے۔ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مرکب اضافی ہے اور مَنَعَ کا مفعول ہے۔ فِیۡھَا میں ھَا کی ضمیر مساجد کے لیے ہے جبکہ اِسۡمُہٗ میں ہٗ کی ضمیر اللہ کے لیے ہے۔ خَرَابِھَا میں بھی ھَا کی ضمیر مساجد کے لیے ہے، خَآئِفِیۡنَ حال ہے۔ خِزۡیٌ اور عَذَابٌ عَظِیۡمٌ مبتداء مؤخر نکرہ ہیں اور ان کی خبریں محذوف ہیں۔

290

ترجمہ

اَنۡ یُّذۡکَرَ	مَسٰجِدَ اللّٰہِ	مَّنَعَ	مِمَّنۡ	اَظۡلَمُ	وَمَنۡ
کہ یاد کیا جائے	اللہ کی مسجدوں کو	روکیں	ان سے جو	زیادہ ظالم ہے	اور کون

اُولٰٓئِکَ	فِیۡ خَرَابِہَا ؕ	وَسَعٰی	اسۡمُہٗ	فِیۡہَا
یہ لوگ ہیں	ان کی ویرانی میں	اور کوشش کریں	اس کے نام کو	ان میں

اِلَّا خَآئِفِیۡنَ ۬ؕ	اَنۡ یَّدۡخُلُوۡہَاۤ	مَا کَانَ لَہُمۡ
مگر خوف کرنے والے ہوتے ہوئے	کہ وہ داخل ہوں ان میں	نہیں تھا جن کے لیے

عَذَابٌ عَظِیۡمٌ	وَّلَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ	خِزۡیٌ	لَہُمۡ فِی الدُّنۡیَا
ایک عظیم عذاب	اور ان کے لیے آخرت میں ہے	ایک رسوائی	ان کے لیے دنیا میں ہے

نوٹ۔1

مفتی محمد شفیعؒ نے معارف القرآن میں اس آیت سے حاصل ہونے والی راہنمائی پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

۱۔ مسجد میں نماز اور ذکر سے روکنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔

۲۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو مسجد میں جانے سے صراحۃً روکا جائے۔

۳۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں شور کر کے یا اس کے قریب جوار میں شور کر کے لوگوں کی نماز اور ذکر میں خلل ڈالے۔ یہ بھی ذکر اللہ سے روکنے میں داخل ہے۔

۴۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جب لوگ اپنے نوافل یا تسبیح وتلاوت میں مصروف ہوں اس وقت مسجد میں کوئی بلند آواز سے تلاوت یا ذکر کرنے لگے تو یہ بھی نمازیوں کی نماز وتسبیح میں خلل ڈالنے اور ذکر اللہ کو روکنے کی صورت ہے۔ اس لیے یہ بھی ناجائز ہے۔

۵۔ جس وقت لوگ نماز وتسبیح میں مشغول ہوں اس وقت مسجد میں اپنے لیے سوال کرنا یا دینی کام کے لیے چندہ اکٹھا کرنا ممنوع ہے۔

آیت نمبر (115)

﴿وَلِلّٰہِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ٭ فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۱۵﴾﴾

ش ر ق

(ن۔س) شَرۡقًا روشنی کا پھوٹنا۔ کسی چیز کا سرخ ہونا۔

مَشۡرِقٌ ج مَشَارِقُ۔ مَفۡعِلٌ کے وزن پر اسم الظرف ہے۔ روشن یا سرخ ہونے کی جگہ یا سمت۔ اصطلاحاً سورج نکلنے کی سمت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ﴿لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ﴾ (2/ البقرہ:177) ''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم لوگ پھیر دو اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف۔'' ﴿وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ؕ﴾ (37/ الصفات:5) ''اور تمام مشرقوں کا رب۔''

	شَرْقِيٌّ	اسم نسبت ہے۔مشرق والا۔مشرقی۔﴿لَا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ﴾ (24/النور:35)''نہ مشرقی ہے اور نہ مغربی ہے۔'' 290
(افعال)	اِشْرَاقًا	کسی چیز سے کسی چیز کا روشن یا سرخ ہونا۔﴿وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا﴾ (39/الزمر:69) ''اور جگمگا اٹھے گی زمین اپنے رب کے نور سے۔''
	اَلْاِشْرَاقُ	یہ باب افعال کا مصدر ہے۔اصطلاحًا اس کا مطلب ہے سورج سے زمین کا روشن ہونا یا روشن ہونے کا وقت جب سورج سوا نیزے بلند ہوجائے یعنی طلوع آفتاب کے 25۔ 20 منٹ بعد۔﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ (38/ص:18)''وہ سب تسبیح کرتے ہیں عشاء اور اشراق میں۔''
	مُشْرِقٌ	اسم الفاعل ہے۔روشن ہونے والا۔اصطلاحًا اس کا مطلب ہے سورج نکلتے ہی صبح کا وقت۔﴿فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ﴾ (26/الشعراء:60)''تو انہوں نے پیچھا کیا ان کا سورج نکلتے ہی۔''

غ ر ب

(ن)	غَرْبًا	دور چلے جانا۔دوری کی وجہ سے چھپ جانا۔غروب ہونا۔﴿وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ﴾ (18/الکہف:17)''اور جب وہ یعنی سورج غروب ہوتا ہے، کترا جاتا ہے ان سے بائیں جانب۔''
(س)	غَرَبًا	سیاہ رنگ والا ہونا(سیاہی اصل رنگ کو چھپا دیتی ہے)۔
	غُرُوْبٌ	یہ باب نَصَرَ کے مصدر غَرْبٌ کی جمع ہے۔﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ (20/طٰہٰ:130)''اور آپ تسبیح کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے۔''
	مَغْرِبٌ	ج مَغَارِبُ۔ مَفْعِلٌ کے وزن پر اسم الظرف ہے۔غروب ہونے کی سمت یا وقت۔مادہ ''ش ر ق'' میں آیت نمبر(2/البقرہ:177)﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ﴾ (70/المعارج:40)''پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی۔''
	غَرْبِيٌّ	اسم نسبت ہے۔مغرب والا۔مغربی۔مادہ''ش ر ق''میں آیت نمبر۔(24/النور:35)دیکھیں۔
	غُرَابٌ	اسم جنس ہے کوّا۔(کیونکہ وہ سیاہ ہوتا ہے)۔﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا﴾ (5/المائدۃ:5)''تو بھیجا اللہ نے ایک کوّا۔''
	غِرْبِيْبٌ	ج غَرَابِيْبُ۔ صفت ہے۔انتہائی سیاہ بھجنگ۔﴿وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ﴾ (35/سبا:27)''اور پہاڑوں میں سفید راستے ہیں، مختلف سرخی ہے ان کے رنگوں کی، اور کچھ بھجنگ سیاہ ہیں۔''

ث م م

(ن)	ثَمًّا	کسی چیز کو درست کرنا۔
	ثُمَّ	حرف عطف ہے جو کلام کی ترتیب کو درست رکھنے کے لیے آتا ہے۔پھر۔تب۔اس کے بعد۔﴿ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا﴾ (5/المائدہ:93)''پھر انہوں نے تقوٰی اختیار کیا اور ایمان لائے اس کے بعد پھر انہوں نے تقوٰی اختیار کیا اور بلا کم و کاست نیکی کی۔''

	ثَمَّ	اشارہ بعید کے طور پر آتا ہے۔ وہیں۔ اُسی جگہ۔ ﴿ وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا ﴾ (76/الدھر :20) ''جب بھی تو دیکھے گا تو وہیں تو دیکھے گا ہمیشگی والی آسودگی۔''

290

و س ع

(س)	سَعَةً	کشادہ ہونا(لازم)۔ کشادہ کرنا(متعدی)۔ ﴿وَ رَحْمَتِيْ وَ سِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ (7/الاعراف:156) ''اور میری رحمت کشادہ ہوئی ہر چیز پر۔''
	سَعَةٌ	اسم ذات بھی ہے۔ کشادگی۔ وسعت۔ ﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ﴾ (65/الطلاق:7) ''چاہیے کہ خرچ کرے کشادگی والا اپنی کشادگی میں سے۔''
	وُسْعٌ	اسم ذات ہے۔ وسعت۔ اہلیت۔ ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (2/البقرہ:286) ''اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی جان کو مگر اس کی اہلیت کو۔''
	وَاسِعٌ	فَاعِلٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔ کشادہ کرنے والا۔ ﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (5/المآئدہ:54) ''یہ اللہ کا فضل ہے وہ دیتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے اور اللہ کشادہ کرنے والا جاننے والا ہے۔''
	وَاسِعَةٌ	یہ وَاسِعٌ کا مؤنث ہے۔ زیادہ تر صفت کے طور پر آتا ہے۔ کشادہ ہونے والی یعنی کشادہ۔ ﴿ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ﴾ (39/الزمر:10) ''اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔''
(افعال)	اِيْسَاعًا	رزق میں کشادہ ہونا۔ کسی جگہ کو کشادہ کرنا۔
	مُوْسِعٌ	اسم الفاعل ہے۔ رزق میں کشادہ ہونے والا۔ جگہ کو کشادہ کرنے والا۔ ﴿ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ﴾ (2/البقرہ:236) ''رزق میں کشادہ ہونے والے پر ہے اس کے مقدور بھر اور تنگدست پر ہے اس کے مقدور بھر۔'' ﴿ وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴾ (51/الذریات:47) ''اور آسمان، ہم نے بنایا اس کو ہاتھوں سے اور بے شک ہم کشادہ کرنے والے ہیں۔''

ترکیب

اَلْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ مبتداء مؤخر ہیں، خبر محذوف ہے اور قائم مقام خبر کو تاکید کے لیے مقدم کیا گیا ہے۔ اَيْنَمَا کلمہ شرط ہے، تُوَلُّوْا شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اور فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ جواب شرط ہے۔ مضارع مجزوم تُوَلُّوْا کا فاعل اس میں شامل اَنْتُمْ کی ضمیر ہے اور اس کا مفعول وُجُوْهَكُمْ محذوف ہے۔

ترجمہ

وَلِلّٰهِ	الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ	فَاَيْنَمَا	تُوَلُّوْا
اور اللہ کے لیے ہی ہے	مشرق اور مغرب	پس جہاں کہیں بھی	تم لوگ پھیرو گے (اپنے چہروں کو)

فَثَمَّ	وَجْهُ اللّٰهِ	اِنَّ اللّٰهَ	وَاسِعٌ عَلِيْمٌ
تو وہیں	اللہ کی توجہ ہے	بے شک اللہ	وسعت والا جاننے والا ہے

نوٹ۔1

یہ آیت تحویل قبلہ کے حکم سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے اسے تحویل قبلہ کے حکم کی پیش بندی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اس پہلو سے آیت میں مشرق اور مغرب کے الفاظ کی اہمیت کو سمجھ لیں۔

مدینہ میں ہجرت کے بعد سولہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی گئی۔ اُس وقت مدینہ کے نمازیوں کا رُخ شمال کی طرف ہوتا تھا کیونکہ بیت المقدس مدینہ کے شمال میں ہے۔ تحویلِ قبلہ کے بعد اب مدینہ

کے نمازیوں کا رُخ جنوب کی طرف ہوتا ہے کیونکہ خانہ کعبہ مدینہ کے جنوب میں ہے۔ اب نوٹ کریں کہ اس آیت میں شمال اور جنوب کے بجائے مشرق اور مغرب کی بات کی گئی ہے۔ اس طرح گویا چاروں سمتوں کا احاطہ کر کے فرمایا فَاَیْنَمَا۔ جہاں کہیں بھی یعنی جس طرف بھی رُخ کرو، اللہ کی توجہ ہر طرف ہے۔

نوٹ۔2

اس میں یہ حقیقت واضح کر دی کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کسی سمت میں مقید نہیں ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد عمل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شخص کو آزادی دے دی جائے کہ جس طرف اس کا جی چاہے رُخ کر کے نماز پڑھ لے۔ دوسری یہ کہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود کوئی ایک سمت مقرر کی جائے۔ اسلام میں جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ اس لحاظ سے بڑا عجیب ہے کہ نہ تو افراد کو آزادی ہے کہ جدھر جی چاہے رُخ کر کے نماز پڑھیں اور نہ ہی کسی ایک سمت کا تعین ہے۔ البتہ ایک رُخ کا تعین کیا ہے۔

ایک قبلہ مقرر کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت کا ہر فرد پابند ہے کہ وہ اسی طرف رُخ کر کے نماز پڑھے۔ اس طرح امت میں تنظیم اور اتحاد کی عملی تربیت کا اہتمام ہو گیا۔ اب ساری دنیا کے مسلمان جب قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو نہ صرف شمال وجنوب اور مشرق ومغرب بلکہ ان کے درمیان کے تمام زاویہ سمت کا خود بخود احاطہ ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر (116)

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾﴾

و ل د

(ض)

وِلَادًا: بچے کی پیدائش کا باعث ہونا۔ بچہ جنا۔ ﴿وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾﴾ (71/نوح:27) ''اور وہ لوگ نہیں جنیں گے مگر گنہگار ناشکرے کو۔''

وَالِدٌ: مؤنث وَالِدَةٌ۔ اسم الفاعل ہے۔ پیدائش کا باعث ہونے والا۔ والد۔ باپ ﴿وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ز﴾ (31/لقمان:33) ''تم لوگ ڈرو ایک ایسے دن سے جب کام نہیں آئے گا کوئی باپ اپنی اولاد کے۔'' ﴿لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا﴾ (2/البقرہ:233) ''ضرر نہ پہنچایا جائے کسی ماں کو اس کے بچہ سے۔''

وَالِدَانِ: یہ وَالِدٌ کا تثنیہ ہے۔ اصطلاحًا ماں، باپ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ﴾ (31/لقمان:14) ''کہ تو شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا۔''

مَوْلُوْدٌ: اسم المفعول ہے۔ پیدا کیا ہوا یعنی بچہ۔ ﴿وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ﴾ (31/لقمان:33) ''اور نہ کوئی بچہ کام آنے والا ہے اپنے باپ کے۔''

وَلَدٌ: ج اَوْلَادٌ۔ اسم ذات ہے۔ بچہ یا بچی۔ بیٹا (وَلَدٌ کا لفظ واحد، جمع، مزکر، مؤنث، سب کے لیے آتا ہے اور اس کی جمع اَوْلَادٌ بھی آتی ہے۔ اس کے علاوہ منہ بولے بیٹے کے لیے بھی آتا ہے)۔ ﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ﴾ (4/النساء:11) ''پھر اگر نہ ہو اس کے بیٹا، بیٹی۔'' ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ﴾ (6/الانعام:151) ''اور تم لوگ قتل مت کرو اپنی اولاد کو مفلسی سے یعنی مفلسی کے خوف سے۔''

290

﴿اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا﴾ (12/یوسف:21) ''یا ہم بنالیں اس کو بیٹا۔''

وَلِيْدٌ ج وِلْدَانٌ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ کم عمر لڑکا۔ ﴿وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾ (76/الدھر:19) ''اور پھریں گے ان کے گرد ہمیشگی دیے ہوئے کم عمر لڑکے۔''

ق ن ت

(ن) قُنُوْتًا اطاعت کرنا۔ فرمانبرداری کرنا۔ ﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ (33/الاحزاب:31) ''اور جو فرمانبرداری کرے گی تم میں سے اللہ کی اور اس کے رسول کی۔''

اُقْنُتْ فعل امر ہے۔ تو اطاعت کر۔ فرمانبرداری کر۔ ﴿يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ﴾ (3/آل عمران:43) ''اے مریم! آپ فرمانبرداری کریں اپنے رب کی۔''

قَانِتٌ اسم الفاعل ہے۔ فرمانبرداری کرنے والا۔ ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا﴾ (39/الزمر:9) ''یا وہ جو فرمانبرداری کرنے والا ہے رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرنے والا اور قیام کرنے والا ہوتے ہوئے۔''

ترکیب

اِتَّخَذَ فعل، اَللّٰهُ فاعل اور وَلَدًا مفعول، یہ جملہ فعلیہ قَالُوْا کا مقولہ ہے جبکہ سُبْحٰنَهٗ جملہ معترضہ ہے۔ بَلْ مقولہ کی تردید کے لیے آیا ہے۔ مَا مبتداء ہے، اس کی خبر مَوْجُوْدٌ محذوف ہے جبکہ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور لَهٗ متعلق خبر ہیں۔ لَهٗ کا لام، لامِ تملیک ہے۔ كُلٌّ مبتداء نکرہ ہے، قٰنِتُوْنَ خبر اور لَهٗ متعلق خبر ہیں۔

ترجمہ

وَقَالُوا	اتَّخَذَ	اللّٰهُ	وَلَدًا	سُبْحٰنَهٗ	بَلْ لَّهٗ
اور انہوں نے کہا	بنایا	اللہ نے	ایک بیٹا	اس کی پاکیزگی ہے	بلکہ اس کی ملکیت ہے

مَا	فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	كُلٌّ لَّهٗ	قٰنِتُوْنَ
جو کچھ	زمین اور آسمانوں میں ہے	سب اس کی	فرمانبرداری کرنے والے ہیں

نوٹ۔1

فعل اِتَّخَذَ دو مفعول کا تقاضہ کرتا ہے۔ کس کو بنایا اور کیا بنایا؟ اس آیت میں مفعول اوّل (کس کو بنایا) محذوف ہے اور صرف مفعول ثانی (کیا بنایا) مذکور ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس طرح اس نوعیت کے تمام عقائد کی تردید ہوگئی ہے۔ اگر مفعول اوّل مذکور ہوتا تو صرف مذکورہ عقیدے کی تردید ہوتی۔

نوٹ۔2

اولاد کی ضرورت صاحبِ اولاد کی ذات کے کسی نقص کی دلیل ہوتی ہے۔ مثلاً صاحب اولاد کی ذات کا فانی ہونا، تا کہ اولاد کی شکل میں اس کی ذات کا تسلسل برقرار رہے اور کوئی نام لینے والا ہو۔ یا صاحب اولاد کے کسی کام کا نامکمل رہ جانا۔ تا کہ اولاد اس کے کام کو آگے بڑھائے، وغیرہ وغیرہ۔ جملہ معترضہ سُبْحٰنَهٗ سے یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر نوعیت کے نقص سے پاک ہے۔

آیت نمبر(117)

﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾

ب د ع

(ف) **بَدَعًا**: نمونے کے بغیر کوئی چیز بنانا۔ ایجاد کرنا۔ اس لفظ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کا مفہوم ہوتا ہے کہ نمونہ، مادہ یا اوزار وغیرہ کے بغیر ایجاد کرنا۔

بَدِيْعٌ: فَعِيْلٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔ ایجاد کرنے والا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

بِدْعٌ: صفت ہے۔ نیا۔ انوکھا۔ ﴿ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ (46/الاحقاف:9) ''میں کوئی انوکھا نہیں ہوں رسولوں میں سے۔''

(افتعال) **اِبْتِدَاعًا**: اہتمام سے کوئی نئی چیز ایجاد کرنا۔ ﴿ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ ﴾ (57/الحدید:27) ''اور رہبانیت! انہوں نے ایجاد کیا اس کو ہم نے واجب نہیں کیا جسے، ان پر۔''

ق ض ی

(ض) **قَضَاءً**: (۱) کسی چیز کو مضبوطی سے بنانا۔ ﴿ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ﴾ (41/حٰمٓ السجدۃ:12) ''تو اس نے مضبوطی سے بنایا ان کو سات آسمان۔''

(۲) کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہونا۔ ﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ ﴾ (2/البقرہ:200) ''پس جب تم لوگ فارغ ہو جاؤ اپنے عبادت کے طریقوں سے تو یاد کرو اللہ کو۔''

(۳) کسی بات یا کام کا فیصلہ کرنا۔ ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ﴾ (17/بنی اسرائیل:23) ''اور فیصلہ کیا تیرے رب نے کہ تم لوگ عبادت مت کرو مگر اس کی۔''

اِقْضِ: فعل امر ہے۔ تو فیصلہ کر۔ ﴿ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۭ﴾ (20/طٰہٰ:72) ''پس تو فیصلہ کر جو تو فیصلہ کرنے والا ہے۔ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ تو فیصلہ کرے گا اس دنیا کی زندگی کا۔''

قَاضٍ: فَاعِلٌ کے وزن پر اسم الفاعل ہے۔ فیصلہ کرنے والا۔ اوپر آیت نمبر (20/طٰہٰ:72) دیکھیں۔

مَقْضِيٌّ: اسم المفعول ہے۔ فیصلہ کیا ہوا۔ ﴿ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴾ (19/مریم:21) ''اور وہ تھا فیصلہ کیا ہوا کام۔''

ترکیب

مرکب اضافی بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خبر ہے۔ اس کا مبتداء هُوَ محذوف ہے۔ اِذَا کلمہ شرط، قَضٰى اَمْرًا شرط اور فَاِنَّمَا سے فَيَكُوْنُ تک جواب شرط ہے۔

ترجمہ

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ	وَاِذَا	قَضٰى	اَمْرًا
زمین اور آسمانوں کا ایجاد کرنے والا ہے	اور جب بھی	وہ فیصلہ کرتا ہے	کسی کام کا

فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ
تو بس	وہ کہتا ہے	اس کو	تو ہو جا	پس وہ ہو جاتا ہے

السلام وعلیکم رحمۃ اللہ وبرکاۃ

اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ جس جس نے بھی اس کارخیر میں مال، جان اور صلاحیتوں کو لگایا اللہ قبول ومنظور فرمائے

انجمن خدام القرآن فیصل آباد میں اس کے فوٹو کاپی بھی دستیاب ہیں اور محترم ڈاکٹر جہاں زیب صاحب کے اس کتاب میں اضافہ جات کے ساتھ مطالعہ قرآن حکیم کے نام سے دستیاب ہیں

رابطہ کے لئے: www.khuddam-ul-quran.com, info@khuddam-ul-quran.com

03217805614,0412437618,0412437781

قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 کینال روڈ فیصل آباد

آیات

118 تا141

تک کی تفسیر ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے ان

23

آیات کا صرف لفظ بالفظ ترجمہ شامل کر دیا ہے۔

وَ قَالَ	الَّذِيْنَ	لَا يَعْلَمُوْنَ
اور کہا	انہوں نے جو	نہیں علم رکھتے

لَوْ لَا	يُكَلِّمُنَا	اللّٰهُ	اَوْ	تَاْتِيْنَآ	اٰيَةٌ ؕ	كَذٰلِكَ	قَالَ
کیوں نہیں	کلام کرتا ہم سے	اللہ	یا	آتی ہمارے پاس	کوئی نشانی	اسی طرح	کہا تھا

الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّثْلَ	قَوْلِهِمْ ؕ	تَشَابَهَتْ	قُلُوْبُهُمْ ؕ	قَدْ
انہوں نے جو	ان سے پہلے تھے	مثل/ مانند	ان کی بات کے	مشابہ ہو گئے	دل ان کے	تحقیق

بَيَّنَّا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يُّوْقِنُوْنَ (118)	اِنَّآ	اَرْسَلْنٰكَ	بِالْحَقِّ
واضح کر دیں ہم نے	آیات	ان لوگوں کے لیے	جو یقین رکھتے ہیں	بے شک ہم نے	بھیجا ہم نے آپ کو	ساتھ حق کے

بَشِيْرًا	وَّ نَذِيْرًا ۙ	وَّ لَا تُسْئَلُ	عَنْ اَصْحٰبِ	الْجَحِيْمِ (119)
خوش خبری دینے والا	اور ڈرانے والا (بنا کر)	اور نہ آپ سے سوال کیا جائے گا	ساتھیوں کے بارے میں	جہنم کے

وَ لَنْ	تَرْضٰى	عَنْكَ	الْيَهُوْدُ	وَلَا	النَّصٰرٰى	حَتّٰى	تَتَّبِعَ
اور ہرگز نہیں	راضی ہوں گے	آپ سے	یہود	اور نہ	نصاریٰ	یہاں تک کہ	آپ پیروی کریں

مِلَّتَهُمْ ؕ	قُلْ	اِنَّ	هُدَى	اللّٰهِ	هُوَ	الْهُدٰى ؕ	وَ لَئِنِ
ان کے طریقے کی	کہہ دیجیے	بے شک	ہدایت	اللہ کی	وہی	ہدایت ہے	اور البتہ اگر

اتَّبَعْتَ	اَهْوَآءَهُمْ	بَعْدَ	الَّذِيْ	جَآءَكَ	مِنَ الْعِلْمِ ۙ	مَا
پیروی کی آپ نے	ان کی خواہشات کی	بعد اس کے	جو	آ گیا آپ کے پاس	علم میں سے	نہیں

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

وقف منزل

لَكَ	مِنَ اللّٰهِ	مِنْ وَّلِيٍّ	وَّلَا	نَصِيْرٍ (120)	اَلَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ
آپ کے لیے	اللہ سے (بچانے والا)	کوئی حمایتی	اور نہ	کوئی مددگار	وہ لوگ جو	دی ہم نے انہیں

الْكِتٰبَ	يَتْلُوْنَهٗ	حَقَّ	تِلَاوَتِهٖ ؕ	اُولٰٓئِكَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ ؕ
کتاب	وہ تلاوت کرتے ہیں اس کی	(جیسا) حق ہے	اس کی تلاوت کا	یہی لوگ ہیں	جو ایمان لاتے ہیں	اس پر

14 ع 9 14

وَمَنْ	يَّكْفُرْ	بِهٖ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ (121) ع	يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اور جو کوئی	کفر کرے گا	اس کا	تو یہی لوگ ہیں	وہ	جو خسارہ پانے والے ہیں	اے بنی اسرائیل

اذْكُرُوْا	نِعْمَتِيَ	الَّتِيْٓ	اَنْعَمْتُ	عَلَيْكُمْ	وَاَنِّيْ	فَضَّلْتُكُمْ
یاد کرو	میری نعمت کو	وہ جو	انعام کی میں نے	تم پر	اور بے شک میں	فضیلت دی تھی میں نے تمہیں

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (122)	وَاتَّقُوْا	يَوْمًا	لَّا تَجْزِيْ	نَفْسٌ	عَنْ نَّفْسٍ
تمام جہانوں پر	اور ڈرو	اس دن سے	نہیں کام آئے گا	کوئی نفس	کسی نفس کے

شَيْـًٔا	وَّلَا	يُقْبَلُ	مِنْهَا	عَدْلٌ	وَّلَا	تَنْفَعُهَا	شَفَاعَةٌ
کچھ بھی	اور نہ	قبول کیا جائے گا	اس سے	کوئی بدلہ	اور نہ	نفع دے گی اسے	کوئی سفارش

وَّلَا	هُمْ	يُنْصَرُوْنَ (123)	وَاِذِ	ابْتَلٰٓى	اِبْرٰهٖمَ	رَبُّهٗ	بِكَلِمٰتٍ
اور نہ	وہ	وہ مدد کیے جائیں گے	اور جب	آزمایا	ابراہیم کو	اس کے رب نے	چند کلمات سے

فَاَتَمَّهُنَّ ؕ	قَالَ	اِنِّيْ	جَاعِلُكَ	لِلنَّاسِ	اِمَامًا ؕ	قَالَ
تو اس نے پورا کر دیا انہیں	فرمایا	بے شک میں	بنانے والا ہوں تجھے	لوگوں کے لیے	امام	کہا

وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ	قَالَ	لَا يَنَالُ	عَهْدِي	الظّٰلِمِيْنَ (124)	وَاِذْ
اور میری اولاد میں سے	فرمایا	نہیں پہنچے گا	عہد میرا	ظالموں کو	اور جب

جَعَلْنَا	الْبَيْتَ	مَثَابَةً	لِّلنَّاسِ	وَاَمْنًا ؕ	وَاتَّخِذُوْا
بنایا ہم نے	بیت اللہ کو	لوٹنے کی جگہ/مرکز	لوگوں کے لیے	اور امن کی جگہ	اور بنالو

AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ	مُصَلًّى ؕ	وَعَهِدْنَآ	اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ
مقام ابراہیم کو	جائے نماز	اور عہد لیا ہم نے	ابراہیم سے	اور اسماعیل سے

اَنْ	طَهِّرَا	بَيْتِيَ	لِلطَّآئِفِيْنَ	وَالْعٰكِفِيْنَ	وَالرُّكَّعِ
کہ	تم دونوں پاک کرو	میرے گھر کو	واسطے طواف کرنے والوں کے	اور اعتکاف کرنے والوں	اور رکوع کرنے والوں

السُّجُوْدِ ﴿125﴾	وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهٖمُ	رَبِّ	اجْعَلْ	هٰذَا	بَلَدًا
سجدہ کرنے والوں کے	اور جب	کہا	ابراہیم نے	اے میرے رب	بنا دے	اسے	شہر

اٰمِنًا	وَّارْزُقْ	اَهْلَهٗ	مِنَ الثَّمَرٰتِ	مَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ
امن والا	اور رزق دے	اس کے رہنے والوں کو	پھلوں میں سے	جو کوئی	ایمان لائے	ان میں سے

بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ	قَالَ	وَمَنْ	كَفَرَ	فَاُمَتِّعُهٗ	قَلِيْلًا
اللہ پر	اور آخری دن پر	فرمایا	اور جس نے	کفر کیا	تو میں فائدہ دوں گا اسے	تھوڑا سا

ثُمَّ	اَضْطَرُّهٗٓ	اِلٰى	عَذَابِ	النَّارِ ؕ	وَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ ﴿126﴾
پھر	میں مجبور کر دوں گا اسے	طرف	عذاب	آگ کے	اور کتنی بری ہے	لوٹنے کی جگہ

وَاِذْ	يَرْفَعُ	اِبْرٰهٖمُ	الْقَوَاعِدَ	مِنَ الْبَيْتِ	وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ	رَبَّنَا
اور جب	بلند کر رہے تھے	ابراہیم	بنیادیں	بیت اللہ کی	اور اسماعیل	اے ہمارے رب

تَقَبَّلْ	مِنَّا ؕ	اِنَّكَ	اَنْتَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ﴿127﴾	رَبَّنَا
تو قبول فرما	ہم سے	بے شک تو	تو ہی ہے	خوب سننے والا	خوب جاننے والا	اے ہمارے رب

وَاجْعَلْنَا	مُسْلِمَيْنِ	لَكَ	وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ	اُمَّةً	مُّسْلِمَةً
اور بنا ہمیں	فرماں بردار	اپنے لیے	اور ہماری اولاد میں سے	ایک امت	فرماں بردار

لَّكَ ۖ	وَاَرِنَا	مَنَاسِكَنَا	وَتُبْ	عَلَيْنَا ۚ	اِنَّكَ	اَنْتَ
اپنے لیے	اور دکھا ہمیں	ہماری عبادت کے طریقے	اور مہربان ہو	ہم پر	بے شک تو	تو ہی ہے

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

التَّوَّابُ	الرَّحِيْمُ ﴿128﴾	رَبَّنَا	وَابْعَثْ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا
بہت توبہ قبول کرنے والا	نہایت رحم کرنے والا	اے ہمارے رب	اور مبعوث فرما	ان میں	ایک رسول کو

مِّنْهُمْ	يَتْلُوْا	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِكَ	وَيُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ
ان ہی میں سے	وہ تلاوت کرے	ان پر	آیات تیری	اور وہ تعلیم دے انہیں	کتاب

ع 15 8 15

وَالْحِكْمَةَ	وَيُزَكِّيْهِمْ ط	اِنَّكَ	اَنْتَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿129﴾ ع
اور حکمت کی	اور وہ تزکیہ کرے ان کا	بے شک تو	تو ہی ہے	بہت زبردست	خوب حکمت والا

وَمَنْ	يَّرْغَبُ	عَنْ مِّلَّةِ	اِبْرٰهٖمَ	اِلَّا	مَنْ	سَفِهَ
اور کون ہے	جو منہ موڑے	طریقے سے	ابراہیم کے	مگر	وہ جس نے	بے وقوف بنایا

نَفْسَهٗ ط	وَلَقَدِ	اصْطَفَيْنٰهُ	فِي الدُّنْيَا ج	وَاِنَّهٗ	فِي الْاٰخِرَةِ
اپنے نفس کو	اور البتہ تحقیق	چن لیا تھا ہم نے اسے	دنیا میں	اور بے شک وہ	آخرت میں

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿130﴾	اِذْ	قَالَ	لَهٗ	رَبُّهٗٓ	اَسْلِمْ لا	قَالَ
البتہ صالح لوگوں میں سے ہے	جب	کہا	اس کو	اس کے رب نے	فرماں بردار ہوجا	اس نے کہا

اَسْلَمْتُ	لِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿131﴾	وَوَصّٰى	بِهَآ	اِبْرٰهٖمُ	بَنِيْهِ
میں فرماں بردار ہوگیا	رب کے لیے	تمام جہانوں کے	اور وصیت کی	اس کی	ابراہیم نے	اپنے بیٹوں کو

وَيَعْقُوْبُ ط	يٰبَنِيَّ	اِنَّ	اللّٰهَ	اصْطَفٰى	لَكُمُ	الدِّيْنَ
اور یعقوب نے	اے میرے بیٹو	بے شک	اللہ نے	چن لیا	تمہارے لیے	دین کو

فَلَا تَمُوْتُنَّ	اِلَّا	وَاَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ﴿132﴾ ط	اَمْ	كُنْتُمْ	شُهَدَآءَ
پس تم ہرگز نہ مرنا	مگر	اس حال میں کہ تم	مسلمان ہو	کیا	تھے تم	موجود

اِذْ	حَضَرَ	يَعْقُوْبَ	الْمَوْتُ لا	اِذْ	قَالَ	لِبَنِيْهِ	مَا	تَعْبُدُوْنَ
جب	آئی	یعقوب کو	موت	جب	اس نے کہا	اپنے بیٹوں سے	کس کی	تم عبادت کروگے

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

مِنْ بَعْدِیْ ط	قَالُوْا	نَعْبُدُ	اِلٰهَكَ	وَ اِلٰهَ	اٰبَآئِكَ	اِبْرٰهٖمَ
میرے بعد	انہوں نے کہا	ہم عبادت کریں گے	تیرے الٰہ کی	اور الٰہ کی	تیرے آباؤاجداد کے	ابراہیم

وَ اِسْمٰعِیْلَ	وَ اِسْحٰقَ	اِلٰهًا	وَّاحِدًا ۚ صلے	وَّ نَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ (133)
اور اسماعیل	اور اسحاق کے	الٰہ کی	ایک ہی کی	اور ہم	اسی کے لیے	فرماں بردار ہیں

تِلْكَ	اُمَّةٌ	قَدْ	خَلَتْ ج	لَهَا	مَا	كَسَبَتْ	وَلَكُمْ
یہ	ایک امت تھی	تحقیق	وہ گزر گئی	اس کے لیے ہے	جو	اس نے کمایا	اور تمہارے لیے ہے

مَّا	كَسَبْتُمْ ج	وَلَا	تُسْئَلُوْنَ	عَمَّا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ (134)
جو	کمایا تم نے	اور نہ	تم سوال کیے جاؤ گے	اس کے بارے میں جو	تھے وہ	وہ عمل کرتے

وَقَالُوْا	كُوْنُوْا	هُوْدًا	اَوْ	نَصٰرٰى	تَهْتَدُوْا ط	قُلْ	بَلْ
اور انہوں نے کہا	ہو جاؤ	یہودی	یا	نصرانی	تم ہدایت پا لو گے	کہہ دیجیے	بلکہ

مِلَّةَ	اِبْرٰهٖمَ	حَنِيْفًا ط	وَمَا	كَانَ	مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (135)
ملّت	ابراہیم کی	جو یکسو تھا	اور نہیں	تھا وہ	مشرکین میں سے

قُوْلُوْٓا	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَمَآ	اُنْزِلَ
کہو تم	ایمان لائے ہم	اللہ پر	اور (اس پر) جو	نازل کیا گیا	طرف ہمارے	اور جو	نازل کیا گیا

اِلٰٓى	اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ	وَاِسْحٰقَ	وَيَعْقُوْبَ	وَالْاَسْبَاطِ
طرف	ابراہیم کے	اور اسماعیل	اور اسحاق	اور یعقوب	اور اولاد یعقوب کے

وَمَآ	اُوْتِيَ	مُوْسٰى	وَعِيْسٰى	وَمَآ	اُوْتِيَ	النَّبِيُّوْنَ	مِنْ رَّبِّهِمْ ج
اور جو	دیے گئے	موسیٰ	اور عیسیٰ	اور جو	دیے گئے	تمام انبیاء	اپنے رب کی طرف سے

لَا نُفَرِّقُ	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْهُمْ ز صلے	وَنَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ (136)
نہیں ہم فرق کرتے	درمیان	کسی ایک کے	ان میں سے	اور ہم	اسی کے لیے	فرماں بردار ہیں

AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

فَاِنْ	اٰمَنُوْا	بِمِثْلِ مَآ	اٰمَنْتُمْ	بِهٖ	فَقَدِ	اهْتَدَوْا ج	وَاِنْ
پھر اگر	وہ ایمان لے آئیں	جس طرح	ایمان لائے تم	ساتھ اس کے	پس تحقیق	وہ ہدایت پا گئے	اور اگر

تَوَلَّوْا	فَاِنَّمَا	هُمْ	فِیْ شِقَاقٍ ج	فَسَيَكْفِيْكَهُمُ	اللّٰهُ ج	وَهُوَ
وہ منہ پھیر لیں	تو بے شک	وہ	اختلاف میں ہیں	پس عنقریب کافی ہوگا آپ کو ان سے	اللہ	اور وہ

السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ط (137)	صِبْغَةَ	اللّٰهِ ج	وَمَنْ	اَحْسَنُ	مِنَ اللّٰهِ
خوب سننے والا ہے	خوب جاننے والا ہے	رنگ	اللہ کا	اور کون	زیادہ اچھا ہے	اللہ سے

صِبْغَةً ز	وَّنَحْنُ	لَهٗ	عٰبِدُوْنَ (138)	قُلْ	اَتُحَآجُّوْنَنَا
رنگ میں	اور ہم	اسی کی	عبادت کرنے والے ہیں	کہہ دیجیے	کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے

فِی اللّٰهِ	وَهُوَ	رَبُّنَا	وَرَبُّكُمْ ج	وَلَنَآ	اَعْمَالُنَا	وَلَكُمْ
اللہ کے بارے میں	حالانکہ وہ	رب ہے ہمارا	اور رب ہے تمہارا	اور ہمارے لیے ہیں	اعمال ہمارے	اور تمہارے لیے ہیں

اَعْمَالُكُمْ ج	وَنَحْنُ	لَهٗ	مُخْلِصُوْنَ لا (139)	اَمْ	تَقُوْلُوْنَ
اعمال تمہارے	اور ہم	اسی کے لیے	مخلص ہیں	یا	تم کہتے ہو

اِنَّ	اِبْرٰهٖمَ	وَاِسْمٰعِيْلَ	وَاِسْحٰقَ	وَيَعْقُوْبَ	وَالْاَسْبَاطَ
بے شک	ابراہیم	اور اسماعیل	اور اسحاق	اور یعقوب	اور اولاد یعقوب

كَانُوْا	هُوْدًا	اَوْ	نَصٰرٰی ط	قُلْ	ءَاَنْتُمْ	اَعْلَمُ	اَمِ	اللّٰهُ ط
تھے وہ	یہودی	یا	نصرانی	کہہ دیجیے	کیا تم	زیادہ جانتے ہو	یا	اللہ

وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	كَتَمَ	شَهَادَةً	عِنْدَهٗ	مِنَ اللّٰهِ ط
اور کون	بڑا ظالم ہے	اس سے جو	چھپائے	گواہی کو	جو پاس ہے اس کے	اللہ کی طرف سے

وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ (140)	تِلْكَ	اُمَّةٌ
اور نہیں	اللہ	غافل	اس سے جو	تم عمل کرتے ہو	یہ	ایک امت تھی

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

قَدْ	خَلَتْ ج	لَهَا	مَا	كَسَبَتْ	وَلَكُمْ	مَّا	كَسَبْتُمْ ج
تحقیق	وہ گزر گئی	اس کے لیے ہے	جو	اس نے کمایا	اور تمہارے لیے ہے	جو	کمایا تم نے

ع 16/12/16

وَلَا	تُسْـَٔلُوْنَ	عَمَّا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿141﴾ ع
اور نہ	تم سوال کیے جاؤ گے	اس کے بارے میں جو	تھے وہ	وہ عمل کرتے

© AL-HUDA INTERNATIONAL WELFARE FOUNDATION

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

آیت نمبر (142)

﴿ سَیَقُوۡلُ السُّفَہَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىہُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِہِمُ الَّتِیۡ کَانُوۡا عَلَیۡہَا ؕ قُلۡ لِّلّٰہِ الۡمَشۡرِقُ وَ الۡمَغۡرِبُ ؕ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۱۴۲﴾ ﴾

ترکیب

سَیَقُوۡلُ کا فاعل السُّفَہَآءُ ہے اور مِنَ النَّاسِ اس کی وضاحت ہے۔ مَا استفہامیہ ہے اور مبتداء ہے، جب کہ جملہ فعلیہ وَلّٰىہُمۡ اس کی خبر ہے۔ عَنۡ قِبۡلَتِہِمُ متعلق خبر ہے اور یہ پورا فقرہ موصوف ہے جب کہ الَّتِیۡ کَانُوۡا عَلَیۡہَا اس کی صفت ہے۔ اَلۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ مبتداء موخر ہیں ان کی خبر محذوف ہے اور لِلّٰہِ قائم مقام خبر مقدم ہے۔ یَہۡدِیۡ کا فاعل اس میں شامل ھُوَ کی ضمیر ہے جو اللہ کے لئے ہے اور مَنۡ اس کا مفعول ہے یَشَآءُ کا فاعل بھی ھُوَ کی ضمیر ہے جو اللہ کے لئے ہے۔

ترجمہ

سَیَقُوۡلُ	السُّفَہَآءُ	مِنَ النَّاسِ	مَا	وَلّٰىہُمۡ	عَنۡ قِبۡلَتِہِمُ الَّتِیۡ
کہیں گے	بیوقوف لوگ	لوگوں میں سے	کس چیز نے	پھیرا ان کو	ان کے اُس قبلے سے

کَانُوۡا	عَلَیۡہَا ؕ	قُلۡ	لِّلّٰہِ	الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ ؕ	یَہۡدِیۡ
وہ لوگ تھے	جس پر	آپ کہئے	اللہ ہی کے لئے ہے	مشرق اور مغرب	وہ ہدایت دیتا ہے

مَنۡ	یَّشَآءُ	اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ
اس کو جس کو	وہ چاہتا ہے	ایک سیدھے راستے کی طرف

آیت نمبر (143)

﴿ وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا ؕ وَ مَا جَعَلۡنَا الۡقِبۡلَۃَ الَّتِیۡ کُنۡتَ عَلَیۡہَاۤ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ یَّتَّبِعُ الرَّسُوۡلَ مِمَّنۡ یَّنۡقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیۡہِ ؕ وَ اِنۡ کَانَتۡ لَکَبِیۡرَۃً اِلَّا عَلَی الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ ؕ وَ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیۡعَ اِیۡمَانَکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۴۳﴾ ﴾

و س ط

(ض) وَسَطًا کسی کے درمیان میں بیٹھنا۔ درمیان میں ہونا۔ ﴿ فَوَسَطۡنَ بِہٖ جَمۡعًا ۙ﴿۵﴾ ﴾ (100/ العٰدیٰت: 5)
"پھر وہ سب یعنی گھوڑوں کے رسالے اس کے درمیان میں بیٹھے یعنی گھس گئے جم کر۔"

(ک) وَسَاطَۃً — شریف ہونا۔افضل ہونا۔

320

اَوْسَطُ — مؤنث وُسْطٰی۔ افعل التفضیل ہے۔ زیادہ درمیان یعنی ٹھیک یا بالکل درمیان۔﴿ فَکَفَّارَتُہٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَۃِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ ﴾(5/المائدہ:89)''تو اس کا کفارہ ہے کھانا کھلانا دس مسکینوں کو،اس کے اوسط سے جو تم لوگ کھلاتے ہو اپنے گھر والوں کو۔''﴿ حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ﴾(2/البقرہ:238)''تم لوگ نگہبان رہو نمازوں پر اور درمیانی نماز پر۔''

وَسَطٌ — معتدل۔متوازن (یعنی افراط وتفریط سے پاک)۔آیت زیرِ مطالعہ۔یہ مذکر مؤنث، واحد جمع، سب کے لئے آتا ہے۔

ع	ق	ب

(ض۔ن) عَقْبًا — پیر کا پچھلا حصہ مارنا یعنی ایڑی مارنا۔اس بنیادی مفہوم کے ساتھ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے(۱) پیچھے آنا۔(۲) جانشین ہونا۔(۳)ایک چیز جانے کے بعد اس کا دوسرا رُخ سامنے آنا۔جیسے رات کے بعد صبح کا آنا یعنی نتیجہ ظاہر ہونا۔بدلہ سامنے آنا۔

عُقْبٰی — افعل التفضیل کے مؤنث فُعْلٰی کا وزن ہے۔زیادہ یا سب سے پیچھے یعنی آخر میں ظاہر ہونے والا نتیجہ یا بدلہ۔اس بنیادی مفہوم کے ساتھ زیادہ تر دو معانی میں آتا ہے۔(۱) آخری۔(۲) بدلہ۔﴿ وَّ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ ﴾(13/الرعد:22)''اور وہ لوگ دفع کرتے ہیں بھلائی سے برائی کو۔ان لوگوں کے لئے ہے آخری گھر۔''﴿ تِلْکَ عُقْبَی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ عُقْبَی الْکٰفِرِیْنَ النَّارُ ﴾(13/الرعد:35)''یہ بدلہ ہے ان لوگوں کا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور کافروں کا بدلہ ہے آگ۔''

عَقِبٌ — ج اَعْقَابٌ۔ اسم ذات ہے۔کسی چیز کا پچھلا حصہ۔(۱) ایڑی۔(۲) بیٹے۔پوتے وغیرہ۔﴿ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ ﴾(8/الانفال:48)''پھر جب آمنے سامنے ہوئیں دونوں فوجیں تو وہ پسپا ہوا اپنی دونوں ایڑیوں پر۔''﴿ وَ جَعَلَھَا کَلِمَۃًۢ بَاقِیَۃً فِیْ عَقِبِہٖ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴾(43/الزخرف:28)''اور اس نے بنایا اس کو ایک باقی رہنے والا فرمان اپنی اولاد میں، شائد وہ لوگ رجوع کریں۔''﴿ یَرُدُّوْکُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ ﴾(3/آل عمران:149)''تو وہ پھیر دیں گے تم لوگوں کو تمہاری ایڑیوں پر۔''

عُقُبٌ — اسم ذات ہے۔نتیجہ۔انجام۔﴿ ھُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ عُقْبًا ﴾(18/الکہف:44)''وہ بہتر ہے بطور بدلے کے اور بہتر ہے بطور انجام کے۔''

عَاقِبَۃٌ — اسم ذات ہے۔بدلہ (خواہ اچھا ہو یا برا)﴿ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ ﴾(3/آل عمران:137)''پس تم لوگ دیکھو کیسا تھا جھٹلانے والوں کا بدلہ۔''﴿ اِنَّ الْعَاقِبَۃَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴾(11/ھود:49)''بے شک بدلہ ہے تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے۔''﴿ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ﴾(22/الحج:41)''اور اللہ کی ہی ہے یعنی ملکیت ہے تمام کاموں کا بدلہ۔''

عَقَبَۃٌ — دشوار گزار گھاٹی۔﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ ﴾(90/البلد:11)''تو اس نے عبور نہیں کیا گھاٹی کو۔''

(افعال) اِعْقَابًا — کسی چیز کے بدلے میں کچھ دینا۔بدلہ دینا۔﴿ فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِھِمْ ﴾(9/التوبۃ:77)''تو اس نے بدلے میں دیا ان کو ایک نفاق ان کے دلوں میں۔''

(تفعیل) **تَعۡقِيۡبًا** پیچھے ہونا۔ پیچھے ڈالنا۔ ﴿وَّلّٰى مُدۡبِرًا وَّ لَمۡ يُعَقِّبۡ﴾ (27/النمل:10) ’’وہ چل دیا پیٹھ پھیرتے ہوئے اور پیچھے ہوا ہی نہیں یعنی مڑ کر نہ دیکھا۔‘‘

مُعَقِّبٌ اسم الفاعل ہے۔ پیچھے ہونے والا۔ پیچھے ڈالنے والا۔ ﴿وَاللّٰهُ يَحۡكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ﴾ (13/الرعد:41) ’’اور اللہ حکم کرتا ہے، کوئی پیچھے ڈالنے والا نہیں ہے اس کے حکم کو۔‘‘ ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ﴾ (13/الرعد:11) ’’اس کے ہیں یعنی اس کی ملکیت ہیں پیچھے رہنے والے یعنی پہرے دار، اس کے یعنی انسان کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے۔‘‘

(مفاعلہ) **مُعَاقَبَةً** ایک دوسرے کے پیچھے پڑنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ متعدد معانی میں آتا ہے۔ (۱) کسی کے ساتھ زیادتی کرنا۔ (۲) کسی زیادتی کا بدلہ دینا۔ (۳) کسی زیادتی پر گرفت کرنا۔ سزا دینا۔ ﴿وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ﴾ (16/النحل:126) ’’اور اگر تم لوگ بدلہ لو، تو بدلہ لو اس کے جیسا، تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی جتنی۔‘‘ ﴿وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾﴾ (2/البقرہ:196) ’’اور تم لوگ جان لو کہ اللہ سزا دینے کا سخت ہے۔‘‘

عَاقِبۡ فعل امر ہے۔ تو بدلہ دے۔ سزا دے۔ اور آیت نمبر (16/النحل:126) دیکھیں۔

ض ی ع

(ض) **ضِيَاعًا** کسی چیز کا تلف ہونا۔ بیکار ہونا۔

(افعال) **اِضَاعَةً** کسی چیز کو تلف کرنا۔ ضائع کرنا۔ ﴿اَنِّىۡ لَاۤ اُضِيۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡكُمۡ﴾ (3/آل عمران:195) ’’کہ میں ضائع نہیں کرتا کسی عمل کرنے والے کے عمل کو، تم میں سے۔‘‘

ر ء ف

(ف) **رَأۡفَةً** نرم دل ہونا۔ شفیق ہونا۔

رَءُوۡفٌ فَعُوۡلٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ بہت نرمی کرنے والا۔ بہت شفقت کرنے والا۔ ﴿وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾﴾ (2/البقرہ:207) ’’اور اللہ بہت نرمی کرنے والا ہے بندوں سے۔‘‘

رَأۡفَةٌ اسم ذات بھی ہے۔ نرمی۔ شفقت۔ ﴿وَجَعَلۡنَا فِىۡ قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ رَاۡفَةً وَّرَحۡمَةً﴾ (57/الحدید:27) ’’اور ہم نے بنایا یعنی رکھا اُن کے دلوں میں جنہوں نے پیروی کی انؑ کی، نرمی اور رحمت۔‘‘

ترکیب

كَذٰلِكَ میں اشارہ گذشتہ آیت کے مَنۡ يَّشَآءُ کی طرف ہے۔ جَعَلۡنَا کا مفعول اوّل كُمۡ کی ضمیر ہے، جب کہ مرکب توصیفی اُمَّةً وَّسَطًا مفعول ثانی ہے۔ لِتَكُوۡنُوۡا پر لام کَیۡ داخل ہوا ہے اس لئے تَكُوۡنُوۡنَ کا نون اعرابی گرا ہوا ہے۔ اس کا اسم اس میں شامل اَنۡتُمۡ کی ضمیر ہے، شُهَدَآءَ اس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور عَلَى النَّاسِ متعلق خبر ہے۔ يَكُوۡنَ کی نصب لام کَیۡ کی وجہ سے ہے جو لِتَكُوۡنُوۡا پر آچکا ہے اور اس کا اسم اَلرَّسُوۡلُ ہے، جس پر لام تعریف داخل ہوا ہے، شَهِيۡدًا اس کی خبر ہے اور عَلَيۡكُمۡ متعلق خبر ہے۔ وَمَا جَعَلۡنَا کا مفعول اوّل اَلۡقِبۡلَةَ ہے جس پر لام تعریف داخل ہوا ہے جب کہ مفعول ثانی محذوف ہے۔ اَلَّتِىۡ كُنۡتَ عَلَيۡهَا کا پورا فقرہ اَلۡقِبۡلَةَ کی صفت ہے۔

مَا جَعَلْنَا کا مفعول ثانی عَلَيْهَا کے بعد آنا تھا جسے محذوف کیا گیا ہے اور یہ قِبْلَةً ہو سکتا ہے۔ اَلَّتِيْ کے ساتھ كُنْتَ کا اسم اس میں شامل اَنْتَ کی ضمیر ہے، اس کی خبر محذوف ہے جو کہ قَائِمًا ہو سکتی ہے۔ عَقِبَيْهِ دراصل عَقِبٌ کا تثنیہ عَقِبَانِ تھا۔ اس پر عَلٰى داخل ہوا تو حالت جر میں یہ عَقِبَيْنِ ہو گیا پھر مضاف ہونے کی وجہ سے اس کا نون اعرابی گر گیا۔ جبکہ بِهٖ کی ضمیر اس کا مضاف الیہ ہے۔ ان دراصل اِنَّ ہے۔ كَانَتْ کی ضمیر اب هِيَ کے بجائے هَا ہوگی، اِنَّ کا اسم ہے اور یہ اَلتَّحْوِيْلَةَ (تحویل) کے لئے ہے۔ جب کہ لَكَبِيْرَةً كَانَتْ کی خبر ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ میں آفاقی صداقت کا بیان ہے۔ اس لئے كَانَ کا ترجمہ حال میں ہوگا۔

ترجمہ

وَكَذٰلِكَ	جَعَلْنٰكُمْ	اُمَّةً وَّسَطًا	لِّتَكُوْنُوْا	شُهَدَآءَ
اور اس طرح	ہم نے بنایا تم لوگوں کو	ایک معتدل امت	تا کہ تم لوگ ہو جاؤ	گواہ

عَلَى النَّاسِ	وَيَكُوْنَ	الرَّسُوْلُ	عَلَيْكُمْ	شَهِيْدًا ؕ	وَمَا جَعَلْنَا
لوگوں پر	اور تا کہ ہو جائیں	یہ رسولؐ	تم لوگوں پر	گواہ	اور ہم نے نہیں بنایا

الْقِبْلَةَ	الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ	اِلَّا	لِنَعْلَمَ	مَنْ
اُس قبلہ کو	جس پر آپؐ تھے	سوائے اس کے	تا کہ ہم جان لیں کہ	کون

يَّتَّبِعُ	الرَّسُوْلَ	مِمَّنْ	يَّنْقَلِبُ	عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ
پیروی کرتا ہے	ان رسولؐ کی	اس میں سے جو	پلٹ جاتا ہے	اپنی دونوں ایڑیوں پر

وَاِنْ	كَانَتْ	لَكَبِيْرَةً	اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ	هَدَى	اللّٰهُ ؕ
اور یقیناً	وہ تھی	بھاری	سوائے ان لوگوں کے جنہیں	ہدایت دی	اللہ نے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ	لِيُضِيْعَ	اِيْمَانَكُمْ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ
اور اللہ نہیں ہے	کہ وہ ضائع کرے	تم لوگوں کے ایمان کو	یقیناً اللہ

بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ
لوگوں کے حق میں بے انتہا نرمی کرنے والا ہے	ہر حال میں رحم کرنے والا ہے

نوٹ۔1

ترکیب میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ اِنْ كَانَتْ کے ساتھ جو اِنْ ہے یہ دراصل اِنَّ ہے۔ اس کو اِنْ مُخَفَّفَه کہتے ہیں اور اس کو پہچاننے کی کوئی علامت نہیں ہے۔ اس کو جملہ کے مفہوم سے پہچانا جاتا ہے۔ اب اسی آیت میں اگر اس کو اِنْ شرطیہ مان کر ترجمہ کریں تو جملہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور اگر اِنْ نافیہ مان کر ترجمہ کریں تو معنی اُلٹ جاتے ہیں جو کہ خلاف واقع ہے۔ اس طرح معلوم ہوا کہ یہ اِنْ مُخَفَّفَه ہے۔

نوٹ۔2

كَانَ نافیہ (مَا كَانَ) کے بعد مضارع پر اگر لام کَیْ آئے تو اس وقت لام کَیْ ''تا کہ'' کے بجائے ''کہ'' کے معنی دیتا ہے۔

نوٹ۔3

وحی کی ایک قسم وہ ہے جسے قرآن مجید میں لکھ دیا گیا۔ اسے وحی متلو یعنی تلاوت کی ہوئی وحی کہتے ہیں۔ وحی کی دوسری قسم وہ ہے جسے قرآن مجید میں نہیں لکھا گیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے قول وعمل اسی وحی کی بناء پر تھے۔ اسے وحی غیر متلو کہتے ہیں اور اس کا ثبوت ہمیں قرآن مجید سے بھی ملتا ہے۔ آیت زیرِ مطالعہ ایسے ہی مقامات میں سے ایک ہے۔

مدینہ میں تقریباً سولہ مہینے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھائی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس کو قبلہ ہم نے بنایا تھا، لیکن قرآن مجید میں یہ حکم درج نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ آپؐ کا یہ عمل وحی غیر متلو کے تحت تھا۔

آیت نمبر (144)

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٤﴾﴾

ش ط ر

(ن) شَطْرًا کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا۔

شَطْرٌ کسی چیز کا نصف یا وسط۔ پھر کسی چیز کے رُخ یا سمت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ آیت زیر مطالعہ۔

ح ی ث

(x) x اس مادہ سے فعل استعمال ہوتا۔

حَيْثُ یہ ظرف مکان ہے اور ضمہ پر مبنی ہے۔ جہاں۔ کہاں (یہ زیادہ تر مکانِ مبہم کے لئے آتا ہے اس لئے اس کے بعد کسی جملہ یا فقرہ سے اس کی وضاحت کی جاتی ہے)۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب

نَرٰى کا فاعل اس میں شامل نَحْنُ کی ضمیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ لفظ تَقَلُّبُ میں حرف لام کی ضمہ بتا رہی ہے کہ یہ باب تفعل کے ماضی کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اس کا مصدر ہے۔ مضاف ہونے کی وجہ سے تنوین سے خالی ہے۔ وَجْهِ اس کا مضاف الیہ بھی ہے اور آگے ضمیر كَ کا مضاف بھی ہے۔ یہ پورا مرکب اضافی نَرٰى کا مفعول ہے اس لئے اس کے مضاف تَقَلُّبَ پر نصب آئی ہے۔ جب کہ فِي السَّمَآءِ متعلق فعل ہے۔

لَنُوَلِّيَنَّ دراصل باب تفعیل میں وَلّٰى يُوَلِّيْ کا نون ثقیلہ کے ساتھ مضارع ہے اور جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ اس میں شامل نَحْنُ کی ضمیر اس کا فاعل ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کے ساتھ ضمیر كَ اس کا مفعول اوّل ہے جب کہ قِبْلَةً مفعول ثانی ہے اور نکرہ موصوفہ ہے، تَرْضٰىهَا اس کی صفت ہے۔

فَوَلِّ واحد مذکر مخاطب کے صیغے میں فعل امر ہے۔ اس کا فاعل اس میں شامل اَنْتَ کی ضمیر ہے۔ مرکب اضافی وَجْهَكَ اس کا مفعول اوّل ہے اس لئے وَجْهَ پر نصب آئی ہے۔ مرکب اضافی شَطْرَ الْمَسْجِدِ مفعول ثانی اس لئے شَطْرَ نصب میں ہے، جب کہ اَلْحَرَامِ، اَلْمَسْجِدِ کی صفت ہے۔ فَوَلُّوْا جمع مذکر مخاطب کے صیغے میں فعل امر

ہے۔اس کا فاعل اس میں شامل اَنْتُمْ کی ضمیر ہے۔وُجُوْهَكُمْ مفعول اوّل اور شَطْرَهٗ مفعول ثانی ہے۔اس میں ـهٗ کی ضمیر مسجدِ
320
حرام کے لئے ہے۔یہ جملہ فعلیہ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ کی خبر ہے۔

اَنَّهُ الْحَقُّ میں ـهُ کی ضمیر اَنَّ کا اسم ہے اور الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کے لئے ہے۔الْحَقُّ خبر معرف باللّام ہے اور ضمیر فاصل هُوَ کے بغیر ہے۔پورا جملہ اس طرح ہوتا۔اَنَّهٗ هُوَ الْحَقُّ۔

ترجمہ

قَدْ نَرٰى	تَقَلُّبَ وَجْهِكَ	فِي السَّمَآءِ ۚ	فَلَنُوَلِّيَنَّكَ
ہم نے دیکھا ہے	آپؐ کے چہرے کا پلٹنا	آسمان میں	تو ہم لازماً پھیردیں گے آپؐ کو

قِبْلَةً	تَرْضٰىهَا ۠	فَوَلِّ	وَجْهَكَ
اس قبلہ کی طرف	آپؐ راضی ہوں جس سے	پس آپؐ پھیریں	اپنے چہرے کو

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ	وَحَيْثُ مَا	كُنْتُمْ	فَوَلُّوْا	وُجُوْهَكُمْ
مسجد حرام کی طرف	اور جہاں کہیں بھی	تم لوگ ہو	تو تم لوگ پھیرو	اپنے چہروں کو

شَطْرَهٗ ۭ	وَاِنَّ الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْكِتٰبَ	لَيَعْلَمُوْنَ
اس کی طرف	اور بیشک وہ لوگ جن کو	دی گئی	کتاب	یقیناً جانتے ہیں

اَنَّهُ	الْحَقُّ	مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ	وَمَا اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	يَعْمَلُوْنَ
کہ وہ	ہی حق ہے	ان کے رب سے	اور اللہ	غافل نہیں ہے	اس سے جو	یہ لوگ کرتے ہیں

نوٹ۔1

اہل کتاب کے علماء پر یہ حقیقت پوری طرح واضح تھی کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا اور یہ بنواسمٰعیل اور بنواسرائیل، دونوں کا قبلہ تھا۔پھر تیرہ سو سال بعد حضرت سلیمان نے بیت المقدس تعمیر کرایا تو وہ یہودیوں کا قبلہ قرار پایا۔لیکن اپنی کتابوں میں وہ لکھا ہوا پاتے تھے کہ ''اس نبی'' یعنی آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قبلہ خانہ کعبہ ہوگا۔

ابوالعالیہؒ کا ایک یہودی سے مناظرہ ہوگیا۔یہودی نے کہا کہ حضرت موسیٰؑ کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ابوالعالیہؒ نے کہا نہیں، حضرت موسیٰ بیت المقدس کے پاس نماز پڑھتے تھے لیکن آپؑ کا رخ بیت اللہ کی طرف ہی ہوتا تھا (واضح رہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں بیت المقدس تعمیر نہیں ہوا تھا) یہودی نے انکار کیا تو ابوالعالیہؒ نے کہا اس جھگڑے کا فیصلہ حضرت صالح کی مسجد کرے گی۔جو بیت المقدس کے نیچے ایک پہاڑ پر تھی۔دیکھا گیا تو اس کا قبلہ بیت اللہ کی طرف تھا۔(معارف القرآن، ج1۔ص375)

آیت نمبر (145)

﴿ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا
بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ١٤٥ ﴾

ترکیب

لَئِنۡ کا اِنۡ شرطیہ ہے۔ اَتَیۡتَ سے اٰیَةٍ تک شرط ہے جب کہ مَا تَبِعُوۡا قِبۡلَتَكَ جواب شرط ہے۔ مَا تَبِعُوۡا ماضی کا صیغہ ہے۔لیکن جواب شرط ہونے کی وجہ سے اس کا ترجمہ مستقبل میں ہوگا۔ وَمَا اَنۡتَ میں مَا کا اسم اَنۡتَ ہے اور اسم الفاعل بِتَابِعٍ اس کی خبر بھی ہے اور فاعل کا بھی کام کر رہا ہے۔ اس لئے متعلق خبر قِبۡلَتَهُمۡ کے مضاف قِبۡلَةَ پر نصب آئی ہے۔ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ میں بھی اِنۡ شرطیہ ہے۔ اِتَّبَعۡتَ سے مِنَ الۡعِلۡمِ تک شرط ہے اور اِنَّكَ سے آخیر تک جواب شرط ہے۔

ترجمہ

وَلَئِنۡ	اَتَيۡتَ	الَّذِيۡنَ	اُوۡتُوا	الۡكِتٰبَ	بِكُلِّ اٰيَةٍ
اور اگر	آپؐ لے آئیں	ان کے پاس جن کو	دی گئی	کتاب	تمام نشانیاں (ہر نشانی)

مَّا تَبِعُوۡا	قِبۡلَتَكَ ۚ	وَمَاۤ اَنۡتَ	بِتَابِعٍ
تو بھی وہ لوگ پیروی نہیں کریں گے	آپؐ کے قبلے کی	اور آپؐ	پیروی کرنے والے نہیں ہیں

قِبۡلَتَهُمۡ ۚ	وَمَا بَعۡضُهُمۡ	بِتَابِعٍ	قِبۡلَةَ بَعۡضٍ ؕ
ان کے قبلے کی	اور ان کے کچھ لوگ	پیروی کرنے والے نہیں ہیں	(اپنے) کچھ لوگوں کے قبلے کی

وَلَئِنِ	اتَّبَعۡتَ	اَهۡوَآءَهُمۡ	مِّنۡۢ بَعۡدِ	مَا	جَآءَكَ
اور اگر	آپؐ نے پیروی کی	ان کی خواہشات کی	اس کے بعد	کہ جو	آیا آپؐ کے پاس

مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ	اِنَّكَ اِذًا	لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ
علم میں سے	پھر تو یقیناً آپؐ	ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے

نوٹ۔1

اِذًا حرف ہے اور اس کے معنی ہیں ''تب تو''۔ ''پھر تو''۔ یہ جملہ کے شروع میں نہیں آتا اور ہمیشہ جواب شرط پر آتا ہے۔

نوٹ۔2

اس آیت میں بھی انداز وہی ہے کہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن دراصل وارننگ ہم لوگوں کو دی گئی ہے۔

نوٹ۔3

اس آیت میں بھی اَهۡوَاءَ هُمۡ اور مِنَ الۡعِلۡمِ کا تقابلی مطالعہ ہماری راہنمائی اس حقیقت کی جانب کر رہا ہے کہ SUBJECTIVE THINKING کے نتیجہ میں انسان جو عقائد اور نظریات قائم کرتا ہے، ان پر سائنٹیفک ریسرچ کے خواہ کتنے بھی ردّے چڑھالے لیکن بہرحال وہ خواہشات ہی ہوتے ہیں۔ علم حاصل کرنے کا راستہ صرف ایک ہے، اور وہ یہ کہ علم وحی کی روشنی میں انسان اپنی OBJECTIVE THINKING کی صلاحیت کو استعمال کرے۔ یہ بھی نوٹ کرلیں کہ اس راستے کی ضرورت و اہمیت فزیکل سائنس سے زیادہ شوشل سائنس میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قومیں آج آسمان سے تارے توڑ کر لا رہی ہیں، سوشل سائنس میں وہی قومیں آج ترقی معکوس کا شکار ہیں۔ انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لئے اس حقیقت کا ادراک کرنا اور اس کا اعتراف کرنا ازبس ضروری ہے۔ اس ضمن میں آج کے ''اہل کتاب''، یعنی امت وسط کی ذمہ داری دوچند ہے کیونکہ اب علم وحی

ہمارے پاس ہے۔ اگر ہم نے اپنا فریضہ سرانجام نہیں دیا تو میدانِ حشر میں ہم شھداء علی الناس کا فریضہ سرانجام نہیں دے سکیں گے اور بقول مولانا مودودیؒ اللہ تعالیٰ ہم سے پوچھے گا کہ جب دنیا میں معصیت، ظلم اور گمراہی کا یہ 320 طوفان برپا تھا، تو تم کہاں مر گئے تھے۔

آیت نمبر (146)

﴿ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَہُمۡ ؕ وَ اِنَّ فَرِیۡقًا مِّنۡہُمۡ لَیَکۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۴۶﴾ ﴾

ترکیب

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ مبتداء ہے اور یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَاءَ ہُمۡ اس کی خبر ہے۔ اِنَّ کا اسم فَرِیۡقًا ہے اور نکرہ موصوفہ ہے۔ اس کی خبر مَوۡجُوۡدٌ محذوف ہے اور مِنۡہُمۡ قائم مقام خبر ہے۔ جب کہ لَیَکۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ صفت ہے فَرِیۡقًا کی وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ کا واو حالیہ ہے۔

ترجمہ

یَعۡرِفُوۡنَ	کَمَا	یَعۡرِفُوۡنَہٗ	الۡکِتٰبَ	اٰتَیۡنٰہُمُ	اَلَّذِیۡنَ
وہ پہچانتے ہیں	جیسے کہ	وہ لوگ پہچانتے ہیں اس کو	کتاب	ہم نے دی جن کو	وہ لوگ

الۡحَقَّ	لَیَکۡتُمُوۡنَ	مِّنۡہُمۡ	فَرِیۡقًا	وَ اِنَّ	اَبۡنَآءَہُمۡ ؕ
حق کو	جو چھپاتا ہے	ان میں سے	ایک ایسا فریق	اور یقینا	اپنے بیٹوں کو

یَعۡلَمُوۡنَ	ہُمۡ	وَ
جانتے ہیں	وہ لوگ	اس حال میں کہ

نوٹ۔1

یَعۡرِفُوۡنَہٗ میں ہٗ کی ضمیر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مانا گیا ہے، قرآن کے لئے بھی مانا گیا ہے اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ قبلہ کے طور پر بیت اللہ کے لئے ہے۔ میرے خیال میں یہ ضمیر ان سب کی جامع ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں علامتوں سے پہچانا جانا تھا اور اہل کتاب نے انہیں علامتوں کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچان لیا تھا جیسے کوئی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔

آیت نمبر (147)

﴿ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴿۱۴۷﴾ؑ ﴾

م ر ی

(ض) مِرۡیَۃً شک کی وجہ سے جھگڑا کرنا۔

مِرۡیَۃٌ اسم ذات بھی ہے۔ شک۔ شبہہ۔ ﴿فَلَا تَکُ فِیۡ مِرۡیَۃٍ مِّنۡہُ ۟ ﴾ (11/ ھود:17) ''تو آپ نہ ہوں کسی شبہہ میں اس سے۔''

(مفاعلہ) مِرَاءً ایک دوسرے سے جھگڑنا۔ ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یُمَارُوۡنَ فِی السَّاعَۃِ لَفِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۱۸﴾﴾ (42/ الکھف:18) ''بیشک جو لوگ

جھگڑتے ہیں اس گھڑی میں یعنی قیامت کے بارے میں وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔"

320

	لَا تُمَارِ	فعل نہی ہے۔ تو مت جھگڑ۔﴿ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ﴾(18/ الکھف:22)"پس تو مت جھگڑ ان میں مگر ظاہری جھگڑنا یعنی سرسری اختلاف ظاہر کر دینا۔"
(تفاعل)	تَمَارًا	باہم کسی پر یا کسی چیز میں شک کرنا۔ جھگڑا کرنا۔﴿ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ ﴾(54/ القمر:36)"اور اس نے خبردار کیا ہے ان کو ہماری پکڑ سے تو ان لوگوں نے جھگڑا کیا خبردار کرنے میں۔"
(افتعال)	اِمْتِرَاءً	اہتمام سے جھگڑا کرنا۔ شک کرنا۔﴿ إِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ ﴾(44/ الدخان:50)"بیشک یہ وہ ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔"
	مُمْتَرٍ	اسم الفاعل ہے۔ شک کرنے والا۔ جھگڑا کرنے والا۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ کی ترکیب میں میرا ذہن مولانا اصلاحی کی رائے کو ترجیح دیتا ہے کہ اَلْحَقُّ خبر معرف باللام ہے۔ اس کا مبتداء اور ضمیر فاصل دونوں محذوف ہیں۔ پورا جملہ اس طرح ہوتا ہے۔ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ۔ جب کہ مِنْ رَّبِّكَ متعلق خبر ہے۔ لَا تَكُوْنَنَّ واحد مذکر مخاطب کے صیغے میں يَكُوْنُ کا فعل نہی، نون ثقیلہ کے ساتھ۔ اس کا فاعل اس میں شامل اَنْتَ کی ضمیر ہے۔ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ دراصل اس کا مفعول تھا لیکن اس پر مِنْ داخل ہونے کی وجہ سے اب متعلق فعل کہلائے گا۔

ترجمہ

اَلْحَقُّ	مِنْ رَّبِّكَ	فَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ
(یہ ہی) حق ہے	آپؐ کے رب سے	پس آپؐ ہرگز نہ ہوں	شک کرنے والوں میں سے

آیت نمبر(148)

﴿ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٤٨﴾ ﴾

س ب ق

(ض)	سَبْقًا	تیز چلنا۔ آگے نکلنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کسی بات کا آگے نکلنا یعنی بات کا طے ہو جانا۔ فیصلہ ہو جانا۔﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ ﴾(37/ الصّٰفّٰت:171)"اور آگے نکل چکا ہے ہمارا فرمان یعنی ہمارا فیصلہ ہو چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں یعنی رسولوں کے لئے۔ (۲) کسی کی پکڑ سے آگے نکلنا یعنی بھاگ نکلنا۔﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ ﴾(8/ الانفال:59)"اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ وہ لوگ بھاگ نکلے۔" (۳) کسی کام میں آگے نکلنا یعنی پہل کرنا۔ سبقت کرنا۔﴿ لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ إِلَيْهِ ؕ ﴾(46/ الاحقاف:11)"اگر وہ ہوتا بہتر تو وہ لوگ ہم پر سبقت نہ کرتے اس کی طرف۔" (۴) کسی کی بات سے آگے نکلنا یعنی حکم عدولی کرنا۔ نافرمانی کرنا۔﴿ لَا يَسْبِقُوْنَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ

بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴾(21/الانبیاء:27)''وہ لوگ نافرمانی نہیں کرتے اس کی بات 320 میں اور وہ لوگ اس حکم سے عمل کرتے ہیں۔''

سَابِقٌ　اسم الفاعل ہے۔آگے نکلنے والا۔﴿ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ﴾(36/یٰس:40)''اور نہ رات دن کے آگے نکلنے والی ہے۔''

مَسْبُوْقٌ　اسم المفعول ہے۔جس کی گرفت سے نکلا گیا یعنی بے بس کیا ہوا۔عاجز کیا ہوا۔﴿ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴾(56/الواقعہ:60)''اور ہم عاجز کیے ہوئے نہیں ہیں۔''

(مفاعلہ)　مُسَابَقَةً　دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرنا۔لپکنا۔

سَابِقْ　فعل امر ہے۔تو آگے نکل۔تو لپک۔﴿ وَسَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ ﴾(57/الحدید:21)''اور تم لوگ لپکو اپنے رب سے مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف۔''

(افتعال)　اِسْتِبَاقًا　اہتمام سے آگے نکلنا یعنی آگے نکلنے کا مقابلہ کرنا۔دوڑ لگانا۔﴿ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا ﴾(12/یوسف:17)''بیشک ہم گئے کہ دوڑ لگاتے ہیں اور ہم نے چھوڑا یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس۔''

ترکیب

وِجْهَةٌ مبتداء نکرہ ہے۔اس کی خبر مَوْجُوْدٌ محذوف ہے۔لِكُلٍّ متعلق خبر تھا جواب قائم مقام خبر مقدم ہے۔هُوَ مبتداء اور مُوَلِّيْهَا اس کی خبر ہے۔مُوَلِّيْهَا میں اسم الفاعل مُوَلٍّ آیا ہے۔مضاف ہونے کی وجہ سے تنوین ختم ہوئی تو مُوَلِّيْ ہوا۔یہاں پر اسم الفاعل فعل کا کام کر رہا ہے جو دو مفعول کا تقاضہ کرتا ہے۔پورا جملہ اس طرح ہوتا هُوَ مُوَلٍّ نَفْسَهٗ اِلٰى تِلْكَ الْوِجْهَةِ۔ چونکہ دونوں مفعول نَفْسٌ اور وِجْهَةٌ کی ضمیریں مضاف الیہ کے طور پر آتی اس لئے مفعول اوّل نَفْسٌ کی ضمیر کو محذوف کر دیا گیا۔ فَاسْتَبِقُوْا فعل امر ہے۔اس کا فاعل اس میں شامل اَنْتُمْ کی ضمیر ہے۔اَلْخَيْرٰتِ اس کا مفعول ہے اس لئے حالتِ نصب میں ہے۔تَكُوْنُوْا شرط ہونے کی وجہ سے اور يَاْتِ جواب شرط ہونے کی وجہ سے حالتِ جزم میں ہے۔

ترجمہ

وَلِكُلٍّ	وِّجْهَةٌ	هُوَ	مُوَلِّيْهَا
اور سب کے لئے	توجہ کرنے کی کچھ سمتیں ہیں	وہ	پھیرنے والا ہے(خود کو)اس کی طرف

فَاسْتَبِقُوا	الْخَيْرٰتِ	اَيْنَ مَا	تَكُوْنُوْا
پس تم لوگ آگے نکلنے کا مقابلہ کرو	بھلائیوں میں	جہاں کہیں بھی	تم لوگ ہوگے

يَاْتِ بِكُمُ	اللّٰهُ	جَمِيْعًا	اِنَّ اللّٰهَ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
لے آئے گا تم لوگوں کو	اللہ	سب کے سب کو	بے شک اللہ	ہر چیز پر	قدرت رکھنے والا ہے

نوٹ۔1

اس آیت میں رہنمائی کی گئی ہے کہ ہر ایک نے اپنا اپنا قبلہ بنایا ہوا ہے اور وہ ادھر ہی رُخ کرے گا۔اس لئے اپنے قبلہ کی برتری ثابت کرنے کے لئے بحث و مباحثہ میں وقت ضائع مت کرو کیونکہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔پس یہی وقت بھلائی کے کاموں میں صرف کرو اور اس میدان میں اُن سے آگے نکلنے کا مقابلہ کرو

آیت نمبر(149)

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾﴾

ترکیب

فَوَلِّ فعل امر ہے۔اس کا فاعل اس میں شامل اَنْتَ کی ضمیر ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وَجْهَكَ اس کا مفعول اوّل ہے اور شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مفعول ثانی ہے۔اس لئے شَطْرَ پر نصب آئی ہے۔تفسیر حقانی کے مطابق مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ یہاں پر شرط نہیں ہے۔اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم فَوَلِّ کا متعلق فعل قرار پاتا ہے جس کو تاکید کی غرض سے مقدم کیا گیا ہے۔اِنَّهٗ میں اِنَّ کا اسم ہٗ کی ضمیر ہے جو حکم کے لئے ہے۔ لَلْحَقُّ اس کی خبر ہے، مِنْ رَّبِّكَ متعلق خبر ہے۔

ترجمہ

وَمِنْ حَيْثُ	خَرَجْتَ	فَوَلِّ	وَجْهَكَ	شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ
اور جہاں سے	آپؐ نکلیں	تو آپؐ پھیریں	اپنے چہرے کو	مسجد حرام کی طرف

وَاِنَّهٗ	لَلْحَقُّ	مِنْ رَّبِّكَ ۗ	وَمَا اللّٰهُ	بِغَافِلٍ
اور بے شک یہ	حق ہے	آپؐ کے رب کی جانب سے	اور اللہ	غافل نہیں ہے

عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ
اس سے جو	تم لوگ کرتے ہو

نوٹ۔1

آپ پڑھ چکے ہیں کہ لام تعریف پر جب لام جارہ (لِ) داخل ہوتا ہے تو لام تعریف کا ہمزۃ الوصل لکھنے میں بھی گر جاتا ہے جیسے لِلْمُتَّقِيْنَ۔ اسی طرح سے لام تعریف پر جب لام تاکید (لَ) داخل ہوتا ہے تب بھی ہمزۃ الوصل لکھنے میں گر جاتا ہے۔اس حوالہ سے نوٹ کر یں کہ لَلْحَقُّ دراصل لَ اَلْحَقُّ تھا جو لَلْحَقُّ لکھا گیا ہے۔

آیت نمبر(150)

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٠﴾﴾

ترکیب

لِئَلَّا دراصل لِئَنْ لَا ہے لِئَنْ کی وجہ سے یَکُوْنَ منصوب ہے۔اس کا اسم حُجَّةٌ نکرہ آیا ہے، اس کی خبر محذوف ہے جو کہ مَوْجُوْدًا یا قَائِمًا ہوسکتی ہے جب کہ لِلنَّاسِ متعلق خبر ہے۔ لَا تَخْشَوْا فعل نہی ہے۔اس کا فاعل اس میں شامل اَنْتُمْ کی ضمیر ہے اور هُمْ ضمیر مفعولی ہے۔ وَاخْشَوْا فعل امر ہے۔اس کا فاعل بھی اَنْتُمْ کی ضمیر ہے اور نِیْ ضمیر مفعولی ہے۔

320

ترجمہ

وَحَيْثُ مَا	شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَجْهَكَ	فَوَلِّ	خَرَجْتَ	وَمِنْ حَيْثُ
اور جہاں کہیں بھی	مسجد حرام کی طرف	اپنے چہرے کو	تو آپؐ پھیریں	آپؐ نکلیں	اور جہاں سے

لِلنَّاسِ	لِئَلَّا يَكُوْنَ	شَطْرَهٗ	وُجُوْهَكُمْ	فَوَلُّوْا	كُنْتُمْ
لوگوں کے لئے	تا کہ نہ ہو	اس کی طرف	اپنے چہروں کو	تو تم لوگ پھیرو	تم لوگ ہو

مِنْهُمْ	ظَلَمُوْا	اِلَّا الَّذِيْنَ	حُجَّةٌ	عَلَيْكُمْ
ان میں سے	ظلم کیا	سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے	کوئی حجت	تم لوگوں پر

وَلِاُتِمَّ	وَاخْشَوْنِيْ	فَلَا تَخْشَوْهُمْ
اور تا کہ میں تمام کروں	اور مرعوب ہو مجھ سے	پس تم لوگ مرعوب مت ہوان لوگوں سے

تَهْتَدُوْنَ	وَلَعَلَّكُمْ	عَلَيْكُمْ	نِعْمَتِيْ
ہدایت پاؤ	اور شائد کہ تم لوگ	تم لوگوں پر	اپنی نعمت کو

نوٹ۔1

تحویل قبلہ کا حکم یہودیوں پر بہت بھاری تھا۔ ان کی معزولی کے تابوت میں یہ آخری کیل تھا۔ اس لئے وہ اپنی تمام تر ذہانت اور فطانت کو بروئے کار لا کر ہر قسم کے اعتراضات کر رہے تھے اور وسوسہ اندازی کا کاروبار بھی پورے زور وشور سے جاری تھا۔ کچھ سادہ لوح صحابہ کرامؓ کا اس طوفان سے متاثر ہو جانا ایک فطری بات ہے۔ ان کے اطمینانِ قلب کے لئے تحویل قبلہ کے حکم کی تکرار کی گئی ہے۔

نیز مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ کے ساتھ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ کے الفاظ لا کر اس بات کو کھول دیا گیا کہ یہ حکم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے، وہی حکم پوری امت کے لئے بھی ہے۔ اُصول یہ ہے کہ جو حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے وہی حکم پوری امت کے لئے بھی ہے۔ لیکن تحویل قبلہ کے حکم کو اس اصول پر نہیں چھوڑا گیا تا کہ آگے چل کر تعین قبلہ کے ضمن میں کوئی مین میخ نکالنے کی یا اگر چہ، مگر چہ، چنین کہ، چنانچہ کی دھونی رمانے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ مثلاً کوئی ریسرچ سکالر یہ دور کی کوڑی لا سکتا تھا کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے اور بیت اللہ کی طرف بھی، اس لئے دونوں میں سے کسی طرف رُخ کر لیا جائے درست ہوگا۔ سچی بات یہ ہے کہ ایک دانشور سے اس نکتہ پر میری بات ہو چکی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر ہم لوگ اپنے ملاّ پن سے باز آ جائیں ذرا سی وسیع النظری کا مظاہرہ کریں تو عالمی امن میں انقلاب آ جائے گا اور پاکستان کو ہونے والے فوائد کا شمار کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کی دلیل قاطع وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ سے آخر تک آیت نمبر 143/2 ہے۔

بہر حال یہ بات اچھی طرح سمجھ کر ذہن نشین کر لیں کہ تحویل قبلہ کے ضمن میں آیت نمبر 142/2 سے اس آیت تک تکرار، تاکید اور وضاحت کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس نوعیت کی حجت وتکرار کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے جائیں۔

نوٹ۔2

دوسروں کے نظریات اور طرزِ زندگی کو ترقی یافتہ سمجھنا جب کہ اسلامی نظریات اور طرزِ زندگی کو فرسودہ قرار دے کر

موجود زمانے میں نا قابلِ عمل سمجھنا، دراصل ایک ذہنی بیماری ہے جو عمل میں بھی سرایت کر جاتی ہے۔ اس قسم کی ذہنی مرعوبیت سے، اس آیت میں، بالکل دوٹوک الفاظ میں منع فرمایا ہے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ کا یہی مطلب ہے۔ چونکہ یہ آیت صرف صحابہ کرامؓ کے لئے ہی نہیں آئی تھی بلکہ ہمارے اور آپ کے لئے بھی آئی ہے۔

اس حکم کے ساتھ ہی ہمارے رب نے ایک وعدہ بھی کیا ہے کہ کوئی قوم جب کبھی بھی وَاخْشَوْنِيْ پر عمل کرے گی، تو اللہ تعالیٰ اس قوم پر اپنی نعمت تمام کر دے گا۔ غور کریں کہ اُتِمُّ (میں تمام کرتا ہوں یا کروں گا) کہنے کے بجائے لِاُتِمَّ (تا کہ میں تمام کروں) فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اتمامِ نعمت کا وعدہ اِخْشَوْنِيْ کے حکم کے ساتھ مشروط ہے۔

میں نے اپنے دانشور دوست کے سامنے تصویر کا یہ رُخ رکھ کر انہیں دعوت دی کہ ہمارے دانشور لوگ اگر ذہنی غلامی سے آزادی حاصل کر کے وَاخْشَوْنِيْ پر عمل پیرا ہونے پر آمادہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پاکستان پر اپنی نعمت تمام کر دے گا۔ اس وقت پاکستان کو کتنے فوائد حاصل ہوں گے؟ میں نے بہت کوشش کی کہ ہمارے دوست کم از کم ایک مرتبہ غور تو کر لیں، لیکن وہ اپنے قبلہ سے رُخ پھیرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اور هُوَ مُوَلِّيْهَا کا عملی مظاہرہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس آیت میں قِبْلَةٌ کے بجائے وِجْهَةٌ کا لفظ لانے کی حکمت بھی سمجھ میں آ گئی۔ ہماری کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ''وہ براوقت'' آنے سے پہلے ہی، محض اس کی دہشت سے، ہمارے دوست ویزا لے کر کینیڈا چلے گئے۔ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔ یہ دراصل BRAIN DRAIN کا لطیف ترجمہ ہے۔ DRAIN کے لفظی معنی بیان کرنے سے ترجمہ کثیف ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر (151)

﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ ﴾

ترجمہ

كَمَآ	اَرْسَلْنَا	فِيْكُمْ	رَسُوْلًا	مِّنْكُمْ	يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ
جیسا کہ	ہم نے بھیجا	تم لوگوں میں	ایک ایسا رسول	تم لوگوں میں سے	جو پڑھ کر سناتا ہے تم لوگوں کو

اٰيٰتِنَا	وَيُزَكِّيْكُمْ	وَيُعَلِّمُكُمُ	الْكِتٰبَ
ہماری آیات	اور جو تزکیہ کرتا ہے تم لوگوں کا	اور جو تعلیم دیتا ہے تم لوگوں کو	احکام کی

وَالْحِكْمَةَ	وَيُعَلِّمُكُمْ	مَّا	لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ
اور حکمت کی	اور جو تعلیم دیتا ہے تم لوگوں کو	اس کی جو	تم لوگ نہیں جانتے تھے

نوٹ۔1

آیت زیر مطالعہ کی ابتداء لفظ كَمَا (جیسا کہ) سے ہوئی ہے۔ اس کا ربط گزشتہ آیت کے آخری حصے سے ہے جس میں فرمایا کہ تا کہ میں تم لوگوں پر اپنی نعمت تمام کروں اور تا کہ تم لوگ ہدایت پاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا ایک احسانِ عظیم ہے اور انسانیت کی ہدایت کے لئے ہے۔ اسی طرح تحویل قبلہ کا حکم بھی اللہ کا احسان ہے اور ہماری ہدایت کے لئے ہے۔

نوٹ۔2

اس آیت کا مفہوم گذشتہ آیت نمبر 2 / 129 میں واضح کر دیا گیا ہے، لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت کو ایک مرتبہ پھر ذہن نشین کر لیا جائے کہ اسلام کا تجویز کردہ تزکیہ کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی تلاوت اس طرح کی جائے جیسا کہ ان کی تلاوت کا حق ہے۔(121/2) باقی طریقے دیگر مذاہب سے مستعار لے کر مسلمان کئے گئے ہیں۔ نظریات وعقائد کے تزکیہ کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ممکن ہوتا ہے اور احکام کی حکمت عمل کے بعد سمجھی جاتی ہے۔

دنیاوی معاملات میں کسی کام کی حکمت سمجھنے کے بعد اس پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا درست طریقہ کار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مختلف طریقہ کار میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا ہمیں اختیار اور آزادی حاصل ہے، یعنی یہاں ہمارے پاس CHOICE ہے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد اس کے احکام کے ضمن میں ہماری CHOICE ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے احکامِ الٰہی کے لئے یہی ترتیب درست ہے کہ پہلے ان پر عمل کیا جائے اور بعد میں ان کی حکمت سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

آیت نمبر (152)

﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ؁۱۵۲﴾

ترکیب

فَاذْكُرُوْا فعل امر ہے اور نِیْ ضمیر مفعولی ہے اس لئے فَاذْكُرُوْا میں واو الجمع کا الف گرا ہوا ہے۔ اَذْكُرْ فعل مضارع ہے اور جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ وَاشْكُرُوْا بھی فعل امر ہے جب کہ لَا تَكْفُرُوْا فعل نہی ہے۔ نِ نون وقایہ یعنی ضمیر مفعولی نِیْ کا مخفف ہے اس لئے لَا تَكْفُرُوْا کا واو الجمع بھی گرا ہوا ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْ	اَذْكُرْ	كُمْ	وَاشْكُرُوْا لِيْ
پس تم لوگ یاد کرو مجھ کو	تو میں یاد رکھوں گا	تم لوگوں کو	اور تم لوگ شکر ادا کرو میرا

وَلَا تَكْفُرُوْ	نِ
اور تم لوگ ناشکری مت کرو	میری

نوٹ۔1

بہت عرصہ پہلے ایک کتابچہ ''ذکر اللہ'' پڑھا تھا جو مفتی محمد شفیعؒ کی تحریر تھی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص زبان سے سبحان اللہ کا تکرار کر رہا تھا، لیکن اس کا دماغ اور دل کہیں اور مصروف ہے۔ یہ شخص ان سے تو بہتر ہے جن کی زبان کسی قسم کی بدگوئی میں مصروف ہے، لیکن اس کا یہ عمل ذکر اللہ نہیں ہے بلکہ ذکر کا ذریعہ ہے۔ دوسرا شخص زبان سے الحمد للہ کی تکرار کر رہا ہے، اس کا ذہن بھی متوجہ ہے، لیکن دل شکر کے جذبات سے خالی ہے۔ یہ پہلے شخص سے بہتر ہے، لیکن یہ بھی ابھی ''ذریعہ ذکر'' میں ہے۔ تیسرا شخص اپنے قلب و ذہن کی گہرائیوں سے پھوٹ بہنے والے جذبۂ شکر کے اظہار کے لئے زبان سے الحمد للہ کی تکرار کر رہا ہے۔ یہ سب سے بہتر ہے، لیکن یہ بھی ابھی ذکر اللہ کی

منزل تک نہیں پہنچا ہے۔صحیح جذبات و کیفیات کے ساتھ اللہ کو یاد کرنے والے کلمات کی زبان سے تکرار کرنے کے نتیجے میں جب کسی کو معاملات کرتے وقت اللہ کے احکام یاد آنے لگیں اور وہ ان پر عمل کرے، تو یہ ذکر اللہ ہے۔ اس حوالہ سے اب آپ فَاذْكُرُوْنِیْٓ کا مفہوم سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی اس نے اللہ کو یاد کیا، اگر چہ اس کی نماز۔روزہ (نفلی) وغیرہ کم ہوں اور جس نے احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی اس نے اللہ کو بھلا دیا، اگر چہ اس کی نماز۔روزہ (نفلی)۔ تسبیحات وغیرہ زیادہ ہوں۔(معارف القرآن)۔

آیت نمبر(153)

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ١٥٣﴾

ترکیب

اس آیت کی ترکیب وتشریح کے لئے آیت نمبر ۲/ ۴۵ دیکھیں۔

ترجمہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اسْتَعِيْنُوْا	بِالصَّبْرِ
اے لوگو! جو ایمان لائے	تم لوگ مدد طلب کرو (اللہ کی)	ثابت قدمی کے ذریعے

وَالصَّلٰوةِ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ	مَعَ الصّٰبِرِيْنَ
اور نماز کے ذریعہ	یقیناً اللہ	ثابت قدم لوگوں کے ساتھ ہے

آیت نمبر(154)

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ١٥٤﴾

ترکیب

لَا تَقُوْلُوْا فعل نہی ہے۔ يُقْتَلُ مضارع مجہول اور لَا تَشْعُرُوْنَ مضارع منفی ہیں جن میں حال اور مستقبل، دونوں زمانوں کا احاطہ ہوتا ہے۔ لِمَنْ میں مَنْ جمع کے معنی میں آیا ہے۔ لفظی رعایت کے تحت يُقْتَلُ واحد آیا ہے۔ پھر معنوی لحاظ سے مَيِّتٌ کی جمع اَمْوَاتٌ آئی ہے جو کہ خبر ہے۔ اس کا مبتداء هُمْ محذوف ہے۔ اسی طرح سے اَحْيَاۗءٌ بھی خبر ہے اور اس کا بھی مبتداء هُمْ محذوف ہے۔

ترجمہ

وَلَا تَقُوْلُوْا	لِمَنْ	يُّقْتَلُ
اور تم لوگ مت کہو	ان کے لئے جو	قتل کئے جاتے ہیں اور قتل کئے جائیں گے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	اَمْوَاتٌ ۭ	بَلْ	اَحْيَاۗءٌ	وَّلٰكِنْ
اللہ کی راہ میں	(کہ وہ لوگ) مردہ ہیں	بلکہ	(وہ لوگ) زندہ ہیں	اور لیکن

320 لَّا تَشۡعُرُوۡنَ
تم لوگ شعور نہیں رکھتے اور نہ رکھو گے

نوٹ۔1

شہداء کے بہت سے درجے ہیں۔ ان میں سب سے بلند درجہ ان لوگوں کا ہے جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں۔ اس حوالہ سے یہ بات سمجھ لیں کہ اس آیت میں جو ہدایت ہے وہ مقتول فی سبیل اللہ کے لئے ہے۔ جب معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ زندہ ہیں تو ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ (۱) کہاں زندہ ہیں اور (۲) ان کی زندگی کی کیفیت کیا ہے؟ اس آیت میں پہلے سوال کا جواب نہیں ہے، البتہ آگے چل کر آیت نمبر (3/169) میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ دوسرے سوال کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ ہم لوگ ان کی زندگی کا شعور حاصل نہیں کر سکتے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

آیت نمبر (155)

﴿وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۵﴾﴾

ج و ع

(ن) **جَوۡعًا** بھوکا ہونا۔ ﴿اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِیۡہَا وَ لَا تَعۡرٰی ﴿۱۱۸﴾﴾ (20/طٰہٰ:118) ''بے شک تیرے لئے ہے کہ تو بھوکا نہیں ہوگا اس میں اور نہ ننگا۔''

جُوۡعٌ اسم ذات ہے۔ بھوک۔ ﴿الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬﴾ (106/القریش:4) ''جو کھانا دیتا ہے ان کو بھوک میں۔''

ن ق ص

(ن) **نَقۡصًا** کمی کرنا۔ گھٹانا۔ ﴿قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡہُمۡ ۚ﴾ (50/قٓ:4) ''ہمیں علم ہے اس کا جو گھٹاتی ہے زمین ان میں سے۔''

اُنۡقُصۡ فعل امر ہے۔ تو کمی کر۔ تو گھٹا۔ ﴿اَوِ انۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا ﴿۳﴾﴾ (73/المزمل:3) ''یا آپؐ گھٹائیں اس میں سے تھوڑا سا۔''

مَنۡقُوۡصٌ اسم المفعول ہے۔ کمی کیا ہوا۔ گھٹایا ہوا۔ ﴿وَ اِنَّا لَمُوَفُّوۡہُمۡ نَصِیۡبَہُمۡ غَیۡرَ مَنۡقُوۡصٍ ﴿۱۰۹﴾﴾ (11/ھود:109) ''اور بے شک ہم پورا پورا دینے والے ہیں ان کو ان کا حصہ بغیر کوئی کمی کیا ہوا۔''

نَقۡصٌ اسم ذات بھی ہے۔ کمی۔ گھاٹا۔ آیتِ زیر مطالعہ

ترکیب

فعل مضارع نَبۡلُوۡ لام تاکید اور نون ثقیلہ کے ساتھ لَنَبۡلُوَنَّ آیا ہے۔ اس کا فاعل اس میں شامل نَحۡنُ کی ضمیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کا مفعول کُمۡ کی ضمیر ہے۔ جو اہلِ ایمان کے لئے ہے۔ بِشَیۡءٍ متعلق فعل ہے۔ مِنَ الۡخَوۡفِ کا مِنۡ بیانیہ ہے جو بِشَیۡءٍ کی وضاحت کے لئے ہے۔ اَلۡجُوۡعِ۔ نَقۡصٍ۔ اَلۡاَنۡفُسِ۔ اَلثَّمَرٰتِ، ان سب سے پہلے مِنۡ بیانیہ محذوف ہے۔ اس لیے یہ سب حالت جرّ میں ہیں۔ بَشِّرِ دراصل فعل امر بَشِّرۡ ہے جس کو آگے ملانے کے لیے کسرہ دی گئی ہے۔ اس کا فاعل اس میں شامل اَنۡتَ کی ضمیر ہے اور اَلصّٰبِرِیۡنَ اس کا مفعول ہے۔

ترجمہ

وَ لَنَبۡلُوَنَّکُمۡ	بِشَیۡءٍ	مِّنَ الۡخَوۡفِ	وَ الۡجُوۡعِ
اور ہم لازماً آزمائیں گے تم لوگوں کو	کسی چیز سے	خوف میں سے	اور بھوک میں سے

وَ نَقۡصٍ	مِّنَ الۡاَمۡوَالِ	وَ الۡاَنۡفُسِ	وَ الثَّمَرٰتِ ؕ
اور کچھ گھاٹے سے	مالوں میں سے	اور جانوں میں سے	اور پھلوں میں سے

وَبَشِّرِ	الصّٰبِرِيْنَ 320
اور آپؐ بشارت دیں	ثابت قدم

نوٹ۔1

بِشَیْءٍ کالفظی ترجمہ تو یہی بنتا ہے کہ "کسی چیز سے" لیکن محاورہ میں اس کا مفہوم ہے "تھوڑا سا" یا "ذرا سا"۔ اس آیت میں یہ لفظ لا کر ہمیں بتا دیا گیا ہے کوئی آزمائش ہمیں کتنی بھی بڑی معلوم ہو لیکن دراصل وہ چھوٹی ہی ہوگی۔ ہم لوگوں کو اس کا تجربہ بھی ہے۔ جب کوئی آزمائش گزر جاتی ہے تب ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ اتنی بڑی آزمائش نہیں تھی جتنا ہم واویلا کر رہے تھے۔ اور جب کوئی نئی آزمائش آتی ہے تو ہم پچھلے تجربے کو بھول جاتے ہیں۔

نوٹ۔2

آزمائش کے ضمن میں پہلی بات یہ نوٹ کرلیں کہ یہ انسان کی اور ہر انسان کی ضرورت ہے۔ اس نظام سے اللہ کی کوئی غرض نہیں اٹکی ہوئی ہے۔ اس لیے اس دنیا میں عابد و زاہد، فاسق و فاجر، مومن و کافر، غرض ہر قسم کے انسان کو مختلف آزمائشوں سے گزارا جاتا ہے جو مختلف ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ اس آیت کے سیاق و سباق میں نیکوکار اہل ایمان کی بات ہو رہی ہے۔ اس لیے اس مقام پر یہ بات سمجھ لیں کہ ایمان کی حالت میں عملِ صالح کرنے والے لوگوں کی کون سی ضرورت ان آزمائشوں سے پوری ہوتی ہے۔

ہماری ایک کمزوری یہ ہے کہ ہم کو کتنا بھی انعام و اکرام دے دیا جائے، عام طور پر ہم اس سے مطمئن نہیں ہوتے اور مزید کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ مطالبہ زبانی دعووں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ہماری دوسری کمزوری یہ ہے کہ اگر ہمارے مطالبے کے مطابق ہم کو دے دیا جائے، تو ہم پھر بھی مطمئن نہیں ہوتے۔ کیونکہ پھر ہم دوسرے کی تھالی میں جھانکتے ہیں کہ اس کو اتنا کیوں ملا؟ اور یہ بات طے ہے کہ میدانِ حشر میں ہماری یہ کمزوریاں ختم نہیں ہوں گی بلکہ زیادہ ہو جائیں گی۔

اس کا علاج یہی ہے کہ ہمارے بلند و بانگ دعووں کا لپ اسٹک پاؤڈر آزمائش کی کڑی دھوپ میں اُتار دیا جائے اور ہر ایک کے دعوے کی حقیقت ریکارڈ پر آجائے۔ اس طرح نیکوکار اہل ایمان میدانِ حشر میں اطمینانِ قلب کی نعمت حاصل کریں گے۔

آیت نمبر (156)

﴿ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ١٥٦ ۭ﴾

ترکیب

اَلَّذِيْنَ گزشتہ آیت کے اَلصّٰبِرِيْنَ پر عطف ہے۔ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ شرط ہے اور قَالُوْا سے رٰجِعُوْنَ تک جوابِ شرط ہے۔ اَصَابَتْ فعل ماضی کا واحد مؤنث کا صیغہ ہے لیکن اِذَا کی وجہ سے یعنی شرط ہونے کی وجہ سے اس کا ترجمہ حال میں ہوگا۔ اَصَابَتْ کا فاعل مُصِيْبَةٌ ہے اور اس کا مفعول هُمْ کی ضمیر ہے جو اَلَّذِيْنَ یعنی اَلصّٰبِرِيْنَ کے لیے ہے۔ اِنَّا دراصل اِنَّ نَا ہے اِنَّ حرف تاکید، ضمیر منصوبہ، نَا اس کا اسم ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ جبکہ لِلّٰهِ قائم مقام خبر ہے۔ اسی طرح اِنَّا کی خبر رٰجِعُوْنَ ہے اور اِلَيْهِ متعلق خبر مقدم ہے۔

ترجمہ

الَّذِيْنَ	اِذَآ	اَصَابَتْهُمْ	مُّصِيْبَةٌ	قَالُوْٓا 320	اِنَّا
وہ لوگ جو	جب بھی	پہنچتی ہے ان کو	کوئی مصیبت	تو وہ لوگ کہتے ہیں	بیشک ہم

لِلّٰهِ	وَاِنَّآ	اِلَيْهِ	رٰجِعُوْنَ
اللہ کے لیے ہیں	اور یقیناً ہم	اس کی طرف ہی	لوٹنے والے ہیں

آیت نمبر(157)

﴿ اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾ ﴾

ترکیب

صَلَوٰتٌ اور رَحْمَةٌ مبتداء نکرہ ہیں کیونکہ اصول بیان ہو رہا ہے۔ ان کی خبر محذوف ہے جو کہ وَاجِبٌ ہو سکتی ہے۔ عَلَيْهِمْ قائم مقام خبر مقدم ہے اور مِنْ رَّبِّهِمْ متعلق خبر ہے۔ یہ پورا جملہ اسمیہ پھر خبر بن رہا ہے اُولٰۗىِٕكَ کی، جو کہ مبتداء ہے۔ وَاُولٰۗىِٕكَ مبتداء هُمْ ضمیر فاصل اور اَلْمُهْتَدُوْنَ خبر معرّف بلام ہے۔ ناقص یائی جب باب افتعال میں آتا ہے تو اس کا اسم الفاعل اور اسم المفعول ہم شکل ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے اَلْمُهْتَدُوْنَ کے دونوں امکانات تھے۔ لیکن چونکہ اِهْتَدٰى لازم ہے اس لیے اَلْمُهْتَدُوْنَ اسم الفاعل ہے۔

ترجمہ

اُولٰۗىِٕكَ	عَلَيْهِمْ	صَلَوٰتٌ	مِّنْ رَّبِّهِمْ	وَرَحْمَةٌ ۣ	وَاُولٰۗىِٕكَ
وہ لوگ ہیں	جن پر ہیں	عنائتیں	ان کے رب (کی جانب) سے	اور رحمت	اور وہ لوگ

هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ
ہی ہدایت پانے والے ہیں

آیت نمبر(158)

﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَاۗىِٕرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٥٨﴾ ﴾

ج ن ح

(ض) جُنُوْحًا: کشتی کا کسی جانب جھک جانا۔ کسی کا کسی طرف مائل ہونا۔ ﴿ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ﴾ (8/الانفال:61) ”اور اگر وہ لوگ مائل ہوں صلح کے لیے تو آپ بھی مائل ہوں اس کے لیے۔“

اِجْنَحْ: فعل امر ہے۔ تو جھک۔ تو مائل ہو۔ اوپر آیت نمبر۔(8/الانفال:61)

جَنَاحٌ: ج اَجْنِحَةٌ۔ اسم ذات ہے۔ کسی چیز کا کوئی جانب۔ انسان کا پہلو۔ بغل۔ پرندوں کے پر۔ ﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ ﴾ (15/الحجر:88) ”اور آپؐ جھکائیں اپنا پہلو مومنوں کے لیے۔“ ﴿ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ ﴾ (20/طٰہٰ:22) ”اور آپؐ ملالیں اپنا ہاتھ اپنی بغل کی طرف۔“

﴿وَ لَا طٰٓىِٕرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾ (6/الانعام:38) ''اور نہ کوئی اُڑنے والا جو اُڑتا ہے اپنے دونوں پروں سے۔'' ﴿جَاعِلِ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ﴾ (35/فاطر:1) ''فرشتوں کو بنانے والا رسول، جن کے پر ہیں۔''

320

جُنَاحٌ اسم ذات ہے۔ کسی غلط جانب جھکاؤ۔ گناہ۔ آیت زیر مطالعہ۔

| ط | و | ع |

(ف۔ن) **طَوْعًا** تابعدار رہونا۔ فرمانبردار ہونا۔

طَائِعٌ تابعدار ہونے والا۔ ﴿فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ ۝۱۱﴾ (41/حم السجدہ:11) ''تو اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے کہا اس سے یعنی آسمان سے اور زمین سے کہ تم دونوں آؤ تابعدار ہوتے ہوئے یا کراہیت کرتے ہوئے۔ ان دونوں نے کہا ہم آئے تابعدار ہونے والے ہوتے ہوئے۔''

(افعال) **اِطَاعَةً اور طَاعَةً** کسی کی فرمانبرداری کرنا۔ اطاعت کرنا۔ ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ﴾ (4/النساء:81) ''اور وہ لوگ کہتے ہیں فرمانبرداری کرنا ہے۔'' ﴿يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝۶۶﴾ (33/الاحزاب:66) ''وہ لوگ کہیں گے اے کاش! ہم اطاعت کرتے اللہ کی اور ہم اطاعت کرتے ان رسول کی۔''

اَطِعْ ج اَطِيْعُوْا۔ فعل امر ہے۔ تو اطاعت کر۔ ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ﴾ (3/آل عمران:32) ''تم لوگ اطاعت کرو اللہ کی اور ان رسول کی۔''

لَا تُطِعْ فعل نہی ہے۔ تو اطاعت مت کر۔ تو کہنا مت مان۔ ﴿وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ (18/الکہف:28) ''اور تو کہنا مت مان اس کا، ہم نے غافل کیا جس کے دل کو اپنی یاد سے۔''

مُطَاعٌ اسم المفعول ہے۔ اطاعت کیا ہوا۔ بات مانا ہوا۔ ﴿ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝۲۰ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝۲۱﴾ (81/التکویر:20،21) ''قوت والا، عرش والے کے پاس رہنے والا، مانا جانے والا، وہیں امانت والا۔''

(تفعیل) **تَطْوِيْعًا** کسی کو فرمانبردار بنانا، کسی کام کے لیے راضی کرنا۔ ﴿فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ﴾ (5/المائدہ:30) ''پس راضی کیا اس کو اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر۔''

(تفعّل) **تَطَوُّعًا** بتکلف فرمانبرداری کرنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ پھر اصطلاحاً نفلی عبادات کرنے کے لیے آتا ہے۔ آیت زیر مطالعہ۔

مُطَّوِّعٌ اسم الفاعل ہے۔ نفلی عبادت کرنے والا۔ ﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ﴾ (9/التوبۃ:79) ''وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں نفلی عبادت کرنے والوں کو۔''

(استفعال) **اِسْتِطَاعَةً** فرمانبرداری کرنے کے لائق ہونا۔ صلاحیت یا قدرت رکھنا۔ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (64/التغابن:16) ''پس تقویٰ کرو اللہ کا اتنا جتنی تمہاری صلاحیت ہو۔''

| ش | ك | ر |

(ن) **شُكْرًا اور شُكُوْرًا** کسی نعمت و بھلائی کا اعتراف کرنا۔ احسان ماننا۔ شکر کرنا۔ ﴿وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ﴾ (27/النمل:40) ''اور جس نے شکر کیا تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ شکر کرتا ہے اپنے آپ کے لیے۔''

اُشْكُرْ فعل امر ہے۔ تو احسان مان۔ تو شکر کر۔ ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ﴾ (31/لقمٰن:14) ''کہ تو احسان مان میرا اور اپنے والدین کا۔''

شَاكِرٌ	اسم الفاعل ہے۔ شکر کرنے والا۔ اس کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو مطلب ہوتا ہے قدر کرنے والا۔ آیت زیر مطالعہ اور ﴿شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ﴾ (16/النحل: 121) ''شکر کرنے والا اس کے احسانوں کا۔''
مَشْكُوْرٌ	اسم المفعول ہے۔ شکر کیا ہوا۔ قدر کیا ہوا۔ ﴿فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ (17/بنی اسرائیل: 19) ''تو وہ لوگ ہیں جن کی بھاگ دوڑ قدر کی ہوئی ہے۔''
شَكُوْرٌ	فَعُوْلٌ کے وزن پر مبالغہ ہے۔ بے انتہا شکر کرنے والا۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ (14/ابراہیم: 5) ''بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک بار بار صبر کرنے والے، بے انتہا شکر کرنے والے کے لئے۔'' ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ (42/الشوریٰ: 23) ''بے شک اللہ بے انتہا بخشنے والا بے انتہا قدر کرنے والا ہے۔''

ترکیب

اِنَّ کا اسم اَلصَّفَا اور اَلْمَرْوَةَ ہیں۔ ان کی خبر محذوف ہے جو کہ مَوْجُوْدَانِ ہو سکتی ہے۔ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ متعلق خبر ہے۔ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ شرط ہے اور فَلَا جُنَاحَ سے بِهِمَا تک جواب شرط ہے۔ حَجَّ اور اِعْتَمَرَ کا فاعل ان میں شامل ھُوَ کی ضمیریں ہیں جو مَنْ کے لیے ہیں اور اَلْبَيْتَ ان دونوں کا مفعول ہے۔ یہ جملہ فعلیہ فَمَنْ مبتداء کی خبر ہے۔ فَلَا جُنَاحَ پر لائے نفی جنس ہے۔ اس لیے جُنَاحَ تنوین کے بغیر نصب میں آیا ہے اور یہ مبتداء ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے۔ جو ثَابِتٌ یا وَاجِبٌ ہو سکتی ہے۔ عَلَيْهِ قائم مقام خبر ہے۔ بِهِمَا میں هِمَا کی ضمیر اَلصَّفَا اور اَلْمَرْوَةَ کے لیے ہے۔ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا شرط ہے۔ اور فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ جواب شرط ہے۔

ترجمہ

فَمَنْ	مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ	الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ	اِنَّ
پس جس نے	اللہ کا شعور حاصل کرنے کی علامتوں میں سے	صفا اور مروہ ہیں	بیشک

عَلَيْهِ	فَلَا جُنَاحَ	اَوِ اعْتَمَرَ	الْبَيْتَ	حَجَّ
اس پر	تو کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں	یا عمرہ کیا	اس گھر کی	زیارت کی

خَيْرًا	تَطَوَّعَ	وَمَنْ	بِهِمَا	اَنْ يَّطَّوَّفَ
کوئی بھلائی	نفلاً کی	اور جس نے	ان دونوں میں	کہ وہ بتکلف چکر لگائے

عَلِيْمٌ	شَاكِرٌ	فَاِنَّ اللّٰهَ
جاننے والا	قدردان ہے	تو یقیناً اللہ

نوٹ۔1

زمانہ جاہلیت میں صفا اور مروہ پر مورتیاں رکھی ہوتی تھیں اور کفار انہیں کی پوجا کرنے کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے۔ اس وجہ سے کچھ صحابہ کرامؓ کو شبہ تھا کہ کہیں اس میں کوئی گناہ نہ ہو۔ اس آیت میں اس شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ یہ بی بی ہاجرہؓ کا عمل تھا اور سنت ابراہیمیؑ ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک حج یا عمرہ میں سعی کرنا مستحب ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے، جب کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ فرض ہے۔ (معارف القرآن)

320

آیت نمبر(149)

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ﴿۱۵۹﴾ ﴾

ترکیب

اَلَّذِیْنَ سے فِی الْکِتٰبِ تک پوری عبارت اِنَّ کا اسم جب کہ اُولٰئِکَ سے آخیر تک اس کی خبر ہے۔ یَکْتُمُوْنَ کا فاعل اس میں شامل ھُمْ کی ضمیر ہے جو اَلَّذِیْنَ کے لیے ہے۔ مَا مفعول ہے۔ یَکْتُمُوْنَ کا بھی اور اَنْزَلْنَا کا بھی۔ مِنْ بیانیہ ہے جو مَا اَنْزَلْنَا کی وضاحت کے لیے آیا ہے۔ اَلْبَیِّنٰتِ صفت ہے، اس کا موصوف اَلْاٰیٰتِ محذوف ہے۔ بَیَّنّٰهُ میں ہٗ کی ضمیر مفعولی مَا اَنْزَلْنَا کے لیے ہے۔ لِلنَّاسِ اور فِی الْکِتٰبِ دونوں بَیَّنَّا فعل کے متعلق ہیں۔ اُولٰئِکَ مبتداء ہے اور یَلْعَنُھُمْ سے آخیر تک جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے۔ یَلْعَنُھُمْ میں ھُمْ کی ضمیر مفعولی اَلَّذِیْنَ کے لیے ہے۔

اِنَّ	اَلَّذِیْنَ	یَکْتُمُوْنَ	مَآ	اَنْزَلْنَا	مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی
بیشک	جولوگ	چھپاتے ہیں	اس کو جس کو	ہم نے نازل کیا	ہدایت اور کھلی کھلی (نشانیوں) میں سے

مِنْ بَعْدِ مَا	بَیَّنّٰهُ	لِلنَّاسِ	فِی الْکِتٰبِ ۙ	اُولٰٓئِکَ
اس کے بعد جو	ہم نے واضح کیا اس کو	لوگوں کے لیے	کتاب میں	وہ لوگ ہیں

یَلْعَنُھُمُ	اللّٰهُ	وَیَلْعَنُھُمُ	اللّٰعِنُوْنَ
لعنت کرتا ہے جن پر	اللہ	اور لعنت کرتے ہیں جن پر	لعنت کرنے والے

نوٹ۔1

حضرت ابو ہریرہؓ اور چند دیگر صحابہؓ کے قول منقول ہیں کہ اگر قرآن میں یہ آیت نہ ہوتی تو وہ لوگ حدیث بیان نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حدیث رسولؐ بھی قرآن کے حکم میں ہے۔ (معارف القرآن)۔ اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو واضح کیا ہے۔ مِنَ الْبَیِّنٰت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے جو واضح احکام ہیں انہیں پھیلانا اور عام کرنا لازم ہے اور ان کو چھپانا ایک جرم عظیم ہے۔

آیت نمبر(160 تا 162)

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ﴾

ترکیب

تَابُوْا، اَصْلَحُوْا اور بَیَّنُوْا کے فاعل ان میں شامل ھُمْ کی ضمیریں ہیں جو اَلَّذِیْنَ کے لیے ہیں۔ تَابُوْا کے بعد اِلٰی

اللّٰہِ محذوف ہے۔ اَصۡلَحُوۡا کا مفعول محذوف ہے جو کہ عَمَلَھُمۡ ہوسکتا ہے۔ بَیَّنُوۡا کا مفعول بھی محذوف ہے جو گذشتہ آیت کا مَآ اَنۡزَلۡنَا ہے۔ اَنَا مبتداء ہے، اَلتَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ اس کی معرف باللام خبر ہے جو ضمیر فاصل کے بغیر آئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مبتداء بھی ضمیر ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ میں اَلَّذِیۡنَ سے کُفَّارٌ تک اِنَّ کا اسم ہے۔ اُولٰٓئِکَ سے اَجۡمَعِیۡنَ تک اِنَّ کی خبر ہے۔ وَ ھُمۡ کُفَّارٌ کا واو حالیہ ہے۔ اَلنَّاسِ کی تمیز ہونے کی وجہ سے اَجۡمَعِیۡنَ حالت نصب میں ہے۔ خٰلِدِیۡنَ حال ہے۔ عَلَیۡھِمۡ کی ضمیر ھُمۡ کا جو کہ اَلَّذِیۡنَ کے لیے ہے۔ فِیۡھَا میں ھَا کی ضمیر لعنت کے لیے ہے۔ یُخَفَّفُ مضارع مجہول ہے۔ اَلۡعَذَابُ اس کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے رفع میں ہے جب کہ عَنۡھُمۡ متعلق فعل ہے۔ یُنۡظَرُوۡنَ بھی مضارع مجہول ہے۔ ثلاثی مجرد اور باب افعال کا مضارع مجہول ہم شکل ہوجاتا ہے۔ اس لیے اس کے دونوں امکانات ہیں۔ لیکن یہ مادہ باب افعال میں مہلت دینے کے معنی میں آتا ہے اس لیے اسے باب افعال کا مضارع مجہول ماننا بہتر ہے۔

ترجمہ

اِلَّا الَّذِیۡنَ	تَابُوۡا	وَ اَصۡلَحُوۡا	وَ بَیَّنُوۡا	فَاُولٰٓئِکَ
سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے	توبہ کی	اور اصلاح کی	اور واضح کیا	تو وہ لوگ ہیں

اَتُوۡبُ عَلَیۡھِمۡ ۚ	وَ اَنَا	التَّوَّابُ
میں توبہ قبول کرتا ہوں جن کی	اور میں	ہی بار بار توبہ قبول کرنے والا ہوں

الرَّحِیۡمُ	اِنَّ الَّذِیۡنَ	کَفَرُوۡا	وَ مَاتُوۡا	وَ
ہر حال میں رحم کرنے والا ہوں	بیشک جن لوگوں نے	انکار کیا	اور مرے	اس حال میں کہ

ھُمۡ	کُفَّارٌ	اُولٰٓئِکَ عَلَیۡھِمۡ	لَعۡنَۃُ اللّٰہِ	وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ
وہ لوگ	انکار کرنے والے رہے	وہ لوگ ہیں جن پر	اللہ کی لعنت ہے	اور فرشتوں کی

وَ النَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۶۱﴾	خٰلِدِیۡنَ	فِیۡھَا ۚ	لَا یُخَفَّفُ
اور سب کے سب لوگوں کی	ہمیشہ ایک حالت میں رہنے والے ہوتے ہوئے	اس میں	ہلکا نہیں کیا جائے گا

عَنۡھُمُ الۡعَذَابُ	وَ لَا ھُمۡ	یُنۡظَرُوۡنَ
ان سے عذاب کو	نہ ہی وہ لوگ	مہلت دیے جائیں گے

نوٹ۔1

وَ مَاتُوۡا وَ ھُمۡ کُفَّارٌ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ جس کافر کے کفر کی حالت میں مرنے کا یقین نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور چونکہ ہمیں کسی شخص کے خاتمہ کا یقینی علم ہونے کا اب کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لیے کسی کافر کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ عام کافروں اور ظالموں پر بغیر تعین کے لعنت کرنا درست ہے۔ جب لعنت کا معاملہ اتنا شدید ہے تو کسی مسلمان پر (خواہ وہ کتنا ہی فاسق و فاجر کیوں نہ ہو) لعنت کیسے جائز ہوسکتی ہے۔ کسی کو مردود، راندۂ درگاہ، اللہ مارا وغیرہ کہنا بھی لعنت ہی کے حکم میں ہے۔ (معارف القرآن)

320

آیت نمبر(163)

﴿وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ۝١٦٣﴾ ع

ترکیب

مرکب اضافی اِلٰـهُكُمۡ مبتداء ہے اور مرکب توصیفی اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اس کی خبر ہے۔ اِلٰهَ سے پہلے لائے نفی جنس ہے اس لیے لفظ اِلٰهَ تنوین کے بغیر نصب میں آیا ہے۔ اَلرَّحۡمٰنُ اور اَلرَّحِيۡمُ صفت نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں هُوَ کو موصوف ماننا پڑے گا، جبکہ ضمیر موصوف نہیں بنتی۔ اس لیے انہیں هُوَ کا بدل مانا جائے گا۔

ترجمہ

وَاِلٰـهُكُمۡ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ	لَاۤ اِلٰهَ	اِلَّا
اور تم لوگوں کا اِلٰہ	واحد الٰہ	کسی قسم کا کوئی اِلٰہ نہیں ہے	مگر

هُوَ	الرَّحۡمٰنُ	الرَّحِيۡمُ
وہ	جو بے انتہا رحم کرنے والا ہے	جو ہر حال میں رحم کرنے والا ہے

نوٹ۔1

میرے ایک دوست نے مجھ سے پوچھا کہ تم لفظ اِلٰہ کا ترجمہ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ اس لفظ کے حقیقی مفہوم کا اُردو میں ترجمہ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ انسان ایک مرتبہ اس کا مفہوم سمجھ کے ذہن نشین کر لے۔ اس کے بعد جب بھی یہ لفظ آئے تو اس کے ذہن میں آنا چاہیے کہ پرستش کے لائق، حاجت روا، مشکل کشا، پناہ دہندہ، اَن داتا، حاضر و ناظر ہستی۔ کہنے لگے اور جو لوگ دوسروں کو حاجت روا اور مشکل کشا وغیرہ مانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ کلمہ شہادت لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی نفی ہے۔ ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ کہنے لگے تم انتہائی متشدد ہو۔ میں نے کہا کہ میں کس کھیت کی مولی ہوں۔ بات یہ ہے کہ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا حکم بڑا سخت ہے۔ اس نے قرآن مجید میں دو جگہ پر دوٹوک الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ وہ کلمہ شہادت کی نفی کو یعنی شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ اس لیے ہر کلمہ گو پر لازم ہے کہ وہ اس کی کسی قسم کی کوئی نفی نہ کرے۔

آیت نمبر(164)

﴿اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِىۡ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۝١٦٤﴾

ل ی ل

(x) x ثلاثی مجرد سے فعل استعمال نہیں ہوتا۔

لَيۡلٌ اسم جنس ہے۔ اس کی جمع لَيَالٍ اور واحد لَيۡلَةٌ ہے۔ رات۔ ﴿اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ

سَوِیًّا ﴿۱۰﴾ (19/مریم:10)''تیری نشانی ہے کہ تو کلام نہیں کرے گا لوگوں سے تین راتیں مکمل۔''

320

﴿ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ ﴾(97/القدر:1)''بیشک ہم نے نازل کیا اس کو قدر کی رات میں۔''

ف ل ک

(ن) فَلْكًا: کسی چیز کا انڈے کی مانند گول ہونا۔ بیضاوی ہونا۔

فُلْكٌ: اسم ذات ہے کشتی (کیونکہ یہ بیضاوی ہوتی ہے)۔ یہ واحد، جمع، دونوں کے لیے آتا ہے۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

فَلَكٌ: اسم ذات ہے۔ سیاروں کی گردش کرنے کا مقررہ راستہ۔ مدار۔ (کیونکہ آسمان میں ہر گردش کرنے والی چیز کا مدار بیضاوی ہے)۔﴿ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۳۳﴾ ﴾(21/الانبیاء:33)''سب کسی مدار میں تیرتے ہیں۔''

ب ث ث

(ن) بَثًّا: کسی چیز کو منتشر کرنا۔ بکھیرنا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

بَثٌّ: اسم ذات ہے۔ اضطراب، پریشانی، بےچینی (غم کی شدت کی وجہ سے)۔﴿ اِنَّمَاۤ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَ حُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ﴾(12/یوسف:86)''میں تو بس بیان کرتا ہوں اپنی پریشانی اور اپنا غم اللہ سے۔''

مَبْثُوْثٌ: اسم المفعول ہے۔ منتشر کیا ہوا۔ بکھیرا ہوا۔﴿ یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۙ﴿۴﴾ ﴾(101/القارعۃ:4)''جس دن ہوں گے لوگ بکھیرے ہوئے پتنگوں کی مانند۔''

(انفعال) اِنْبِثَاثًا: کسی چیز کا منتشر ہونا۔ بکھر جانا۔

مُنْبَثٌّ: اسم الفاعل ہے۔ منتشر ہونے والا۔ بکھیرنے والا۔﴿ فَکَانَتۡ ہَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾ ﴾(56/الواقعہ:6)''پھر وہ ہو غبار بکھیرنے والا ہوتے ہوئے۔''

د ب ب

(ض) دَبًّا: زمین پر چلنا۔ گھسٹنا۔ رینگنا۔

دَابٌّ: فَاعِلٌ کا وزن ہے۔ چلنے والا۔ رینگنے والا۔ لیکن یہ اسم جنس کے طور پر آتا ہے۔ اس کی جمع دَوَابٌّ اور واحد دَابَّۃٌ ہے۔﴿ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الۡبُکۡمُ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ﴾(8/الانفال:22)''بیشک زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کے بدترین اللہ کے نزدیک بہرے گونگے وہ لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔'' دَابَّۃٌ کے لیے آیت زیرِ مطالعہ دیکھیں۔

ص ر ف

(ض) صَرْفًا: کسی کو کسی سے پھیر دینا۔ ہٹا دینا۔﴿ سَاَصۡرِفُ عَنۡ اٰیٰتِیَ الَّذِیۡنَ یَتَکَبَّرُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ﴾(7/الاعراف:146)''میں پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں۔''

اِصْرِفْ: فعل امر ہے۔ تو پھیر دے۔ ہٹا دے۔﴿ رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَہَنَّمَ ٭ۖ ﴾(25/الفرقان:65)''اے ہمارے رب! تو ہٹا دے ہم سے جہنم کے عذاب کو۔''

مَصْرِفٌ: اسم الظرف ہے۔ پھیرنے کی جگہ۔﴿ وَ لَمۡ یَجِدُوۡا عَنۡہَا مَصۡرِفًا ﴿۵۳﴾ ﴾(18/الکہف:53)''اور وہ لوگ نہیں پائیں گے اس سے پھیرنے کی کوئی جگہ یعنی کوئی راستہ۔''

(تفعیل) **تَصۡرِیۡفًا** کثرت سے پھیرنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ زیادہ تر دو معنی میں آتا ہے۔ (۱) کسی کو بار بار گھمانا۔ (۲) کسی بات کو بار بار بیان کرنا۔ ﴿ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّشۡكُرُوۡنَ ﴾ (7/الاعراف:58) ''اس طرح ہم بار بار بیان کرتے ہیں آیتوں کو ایسے لوگوں کے لیے جو شکر کرتے ہیں۔''

(انفعال) **اِنۡصِرَافًا** کسی سے پھر جانا۔ ہٹ جانا۔ ﴿ ثُمَّ انۡصَرَفُوۡا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ ﴾ (9/التوبۃ:127) ''پھر وہ لوگ ہٹ جاتے ہیں اللہ نے پھیرا ان کے دلوں کو۔''

س ح ب

(ف) **سَحۡبًا** کسی کو گھسیٹنا۔ ﴿ يَوۡمَ يُسۡحَبُوۡنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ ؕ ﴾ (54/القمر:48) ''جس دن وہ لوگ گھسیٹے جائیں گے آگ میں اپنے چہروں کے بل۔''

سَحَابٌ اسم ذات ہے۔ بادل (کیونکہ وہ بخارات کو گھسیٹتا ہے)۔ آیت زیر مطالعہ۔

س خ ر

(ف) **سَخۡرًا** کسی سے بلا معاوضہ یعنی اعزازی طور پر کام لینا۔ بیگار لینا۔

(س) **سَخَرًا** کسی سے مذاق کرنا۔ ﴿ فَيَسۡخَرُوۡنَ مِنۡهُمۡ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنۡهُمۡ ﴾ (9/التوبۃ:79) ''تو وہ لوگ مذاق کرتے ہیں ان سے۔ مذاق کیا اللہ نے ان سے۔''

سَاخِرٌ اسم الفاعل ہے۔ مذاق کرنے والا۔ ﴿ وَاِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِيۡنَ ﴾ (39/الزمر:56) ''اور میں تھا مذاق کرنے والوں میں سے۔''

سِخۡرِیٌّ اسم نسبت ہے۔ مذاق والا (جس سے مذاق کیا جائے)۔ مذاق کا نشانہ ﴿ فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِيًّا ﴾ (23/المومنون:110) ''پھر بنایا تم لوگوں نے ان کو مذاق کا نشانہ۔''

سُخۡرِیٌّ اسم نسبت ہے۔ خدمت گار (جس سے خدمت لی جائے) دوسروں کے کام آنے والا۔ ﴿ لِيَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا ؕ ﴾ (43/الزخرف:32) ''تاکہ ان کا کوئی بنائے کسی کو کام آنے والا یعنی ایک دوسرے کے کام آئیں۔''

(تفعیل) **تَسۡخِیۡرًا** کثرت سے خدمت لینا۔ کسی کو مطیع کرنا۔ ﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الۡفُلۡكَ لِتَجۡرِىَ فِى الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ ۚ ﴾ (14/ابراہیم:32) ''اور اس نے مطیع کیا کشتی کو تاکہ وہ چلے سمندر میں اس کے حکم سے۔''

مُسَخَّرٌ اسم المفعول ہے۔ مطیع کیا ہوا۔ آیت زیر مطالعہ۔

(استفعال) **اِسۡتِسۡخَارًا** کسی کا مذاق اُڑانا۔ ﴿ وَاِذَا رَاَوۡا اٰيَةً يَّسۡتَسۡخِرُوۡنَ ﴾ (37/الصّٰفّٰت:14) ''اور جب بھی وہ لوگ دیکھتے ہیں کوئی نشانی تو مذاق اُڑاتے ہیں۔''

ترکیب

آیت کے تقریباً آخر کا لفظ لَاٰيٰتٍ مبتداء مؤخر نکرہ ہے اور اِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے حالتِ نصب میں ہے۔ اس کی خبر مَوۡجُوۡدٌ محذوف ہے۔ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ سے بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ تک پوری عبارت قائم مقام خبر ہے جب کہ لِقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ متعلق خبر ہے۔ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ کے بعد وَاخۡتِلَافِ۔ وَالۡفُلۡكِ۔ وَتَصۡرِيۡفِ اور وَالسَّحَابِ، ان تمام الفاظ سے پہلے فِىۡ محذوف ہے اس لیے یہ سب حالتِ جرّ میں ہیں۔ اسی طرح وَمَآ اَنۡزَلَ کے مَا سے پہلے بھی فِىۡ محذوف ہے اس لیے محلاً یہ بھی حالتِ جر میں ہے۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ میں اللَّيْلِ کے بجائے الَّيْلِ آیا ہے۔ یعنی دو لام کے بجائے ایک لام سے ہے۔ یہ قرآن مجید کا
320
مخصوص املا ہے۔ فَاَحْيَا کا فاعل اس میں شامل هُوَ کی ضمیر ہے۔ جو اللہ کے لیے ہے۔ بِهٖ میں هٖ کی ضمیر مَاۗءٍ کے لیے ہے۔ مَوْتِهَا اور فِيْهَا میں هَا کی ضمیریں الْاَرْضَ کے لیے ہیں۔ قَوْمٍ نکرہ مخصوصہ ہے۔

اِنَّ	فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ
بیشک	زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں	اور دن اور رات کے اختلاف میں

وَالْفُلْكِ الَّتِيْ	تَجْرِيْ	فِي الْبَحْرِ	بِمَا	يَنْفَعُ	النَّاسَ
اور کشتی میں جو	چلتی ہے	سمندر میں	اس کے ساتھ جو	فائدہ دیتا ہے	لوگوں کو

وَمَآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	مِنَ السَّمَاۗءِ	مِنْ مَّاۗءٍ	فَاَحْيَا
اور اس میں جو	اُتارا	اللہ نے	آسمان سے	کچھ پانی میں سے	پھر اس نے زندہ کیا

بِهِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ مَوْتِهَا	وَبَثَّ	فِيْهَا	مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۠
اس سے	زمین کو	اس کی موت کے بعد	اور اس نے پھیلایا	اس میں	تمام چلنے والے جاندار میں سے

وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ	وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ	بَيْنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ
اور ہواؤں کے گھمانے میں	اور مطیع کیے ہوئے بادل میں	زمین اور آسمان کے درمیان

لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ١٦٤
یقیناً نشانیاں ہیں	ایسے لوگوں کے لیے	جو عقل سے کام لیتے ہیں

آیت نمبر (165)

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا
لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ١٦٥ ﴾

ح ب ب

(ض) حُبًّا: پسند کرنا۔ پیار کرنا۔ محبت کرنا۔

(ک) حِبًّا: پسندیدہ ہونا۔ پیارا ہونا۔ محبوب ہونا۔

اَحَبُّ: ج اَحِبَّاۗءُ - افعل التفضیل ہے۔ زیادہ پیارا۔ ﴿ وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ ﴾ (9/التوبہ:24) "اور مکانات، تم لوگ راضی ہو جن سے، زیادہ پیارے ہیں تم کو"۔ ﴿ نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ ﴾ (5/المائدہ:18) "ہم لوگ اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے زیادہ پیارے ہیں"۔

حُبٌّ: اسم ذات ہے۔ پیار۔ محبت۔ آیت زیر مطالعہ۔

	حَبٌّ	اسم جنس ہے اس کا واحد حَبَّۃٌ آتا ہے۔ دانہ۔ (کیونکہ یہ کسانوں کو بہت پیارا ہوتا ہے) ﴿اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ط﴾ (6/الانعام:95) ''بیشک اللہ دانے اور گٹھلی کا پھاڑنے والا ہے۔'' ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ﴾ (2/البقرہ:261) ''ان لوگوں کی مثال جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایک ایسے دانے کی مثال کی مانند ہے اُگیں جس سے سات بالیں۔''
(افعال)	اِحْبَابًا	پیار کرنا۔ محبت کرنا۔ (یہ مادہ باب ضَرَبَ اور باب افعال میں ہم معنی ہے۔ لیکن اس معنی میں قرآن مجید میں یہ صرف باب افعال سے آیا ہے)۔ ﴿اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ج﴾ (28/القصص:56) ''یقیناً آپؐ ہدایت نہیں دیتے اس کو جس کو آپؐ چاہیں بلکہ اللہ ہدایت دیتا ہے اس کو جس کو وہ چاہتا ہے۔''
(تفعیل)	تَحْبِیْبًا	کسی کو کسی کے لیے پیارا بنا دینا۔ ﴿وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ﴾ (49/الحجرات:7) ''بلکہ اللہ نے پیارا بنایا تمہارے لیے ایمان کو۔''
(استفعال)	اِسْتِحْبَابًا	کسی کو کسی پر ترجیح دینا۔ پسند کرنا۔ ﴿اِلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ﴾ (14/ابراہیم:3) ''وہ لوگ جو ترجیح دیتے ہیں دنیا کی زندگی کو آخرت پر۔''

ترکیب

وَمِنَ النَّاسِ قائم مقام خبر مقدم ہے۔ اس کی خبر مَوْجُوْدٌ محذوف ہے۔ مَنْ یَّتَّخِذُ سے اَنْدَادًا تک پورا جملہ مبتداء موخر ہے۔ (وضاحت کے لیے دیکھیں آیت نمبر ۲/۸ کی ترکیب) یَتَّخِذُ کا مفعول اوّل مرکب مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ہے اور اَنْدَادًا اس کا مفعول ثانی ہے۔ اس کے بعد لِلّٰہِ محذوف ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صلہ موصول مل کر مبتداء ہے اور اَشَدُّ اس کی خبر ہے اور تفضیل بعض کے معنی میں ہے۔ حُبًّا اس کی تمیز ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔ وَلَوْ کا جواب شرط مذکور نہیں ہے اس لیے اس کو شرطیہ کے بجائے تمنی ماننا بہتر ہے۔ یَرَی کا فاعل اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ہے۔ اس کا مفعول یَوْمَ یا وَقْتَ محذوف ہے۔ اَنَّ الْقُوَّۃَ اور اَنَّ اللّٰہَ، دونوں سے پہلے وَاِذْ یَرَوْنَ محذوف ہے۔ اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے اَلْقُوَّۃَ نصب میں ہے اور اس پر لام جنس ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے۔ لِلّٰہِ قائم مقام خبر ہے۔ جَمِیْعًا تمیز ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے اور تاکید کے لیے آتا ہے۔ اَنَّ اللّٰہَ کی خبر شَدِیْدُ الْعَذَابِ ہے۔

ترجمہ

وَمِنَ النَّاسِ	مَنْ	یَّتَّخِذُ	مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ	اَنْدَادًا
اور لوگوں میں وہ بھی ہیں	جو	بناتے ہیں	اللہ کے علاوہ (کچھ) کو	(اس کا) ہم پلّہ

یُّحِبُّوْنَھُمْ	کَحُبِّ اللّٰہِ ط	وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا
وہ لوگ محبت کرتے ہیں ان سے	اللہ کی محبت کی مانند	اور جو لوگ ایمان لائے وہ

اَشَدُّ	حُبًّا لِّلّٰہِ ط	وَلَوْ یَرَی	الَّذِیْنَ
زیادہ شدید ہیں	اللہ کے لیے محبت کے لحاظ سے	اور کاش تصور کریں	وہ لوگ جنہوں نے

ظَلَمُوْٓا	اِذْ يَرَوْنَ	الْعَذَابَ ۙ	320 اَنَّ الْقُوَّةَ
ظلم کیا (اس وقت کا)	جب وہ لوگ دیکھیں گے	عذاب کو	(اور دیکھیں گے) کہ ساری قوت

لِلّٰهِ	جَمِيْعًا	وَّ اَنَّ اللّٰهَ	شَدِيْدُ الْعَذَابِ
اللہ کے لیے ہے	سب کی سب	اور (دیکھیں گے) کہ اللہ	عذاب کا شدید ہے

نوٹ۔1

دنیا کی امتحان گاہ میں بھیجنے سے پہلے انسان کو جو کچھ سکھایا یا پڑھایا جاتا ہے۔ یعنی اس کی فطرت میں ودیعت کیا جاتا ہے، اس میں اللہ کی محبت بھی شامل ہے۔ لیکن دنیا میں آنے کے بعد کچھ لوگ مادی ذرائع اور وسائل کو یعنی پیسے اور زندہ و مردہ ہستیوں کو ہی اپنا حاجت روا، مشکل کشا اَن داتا فرض کر بیٹھتے ہیں تو محبت کا یہ جذبہ ان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو اس کا مذموم استعمال ہے۔ لیکن کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کچھ کو تجربہ اور کچھ کو مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ جب سارے آسرے وسیلے جواب دے دیتے ہیں، امیدیں دم توڑ جاتی ہیں، اس وقت جس طرح بلبلا کر انسان اللہ کو پکارتا ہے، تو وہ درحقیقت اس کی فطرت کا مظہر ہے۔ جگر مرحوم کو پتہ نہیں تجربہ ہوا تھا کہ مشاہدہ، لیکن اس کیفیت کو انہوں نے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے کہ:

؎ مل کے بھی جو کبھی نہیں ملتا ٹوٹ کر دل اسی سے ملتا ہے

واضح رہے کہ مادی اسباب کے استعمال کی ممانعت نہیں ہے بلکہ تاکید ہے۔ کیونکہ اللہ نے ہمارے لیے ان کو مسخر کیا ہے (۳۱/۲۰)۔ اور دنیا کی زندگی کا سامان بنایا ہے (۲۸/۶۰)۔ ان میں عام انسان اور زندہ ہستیاں بھی شامل ہیں (۴۳/۳۲)۔ لیکن ان کو استعمال کرتے وقت دو باتوں میں ہمارا امتحان ہے۔ اوّلاً یہ کہ حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے ان کو استعمال کرنا ہے۔ ثانیاً یہ کہ تکیہ اور بھروسہ یعنی توکل اسباب پر نہیں کرنا ہے۔ ورنہ پھر وہی ہوگا جس کی اس آیت میں نشاندہی کی گئی ہے۔ البتہ اگر مادی اسباب کو ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جائے اور نتیجہ کے لیے توکل اللہ پر ہو تو پھر محسن سے محبت کے فطری جذبے کا رُخ محسنِ حقیقی کی ہی جانب رہتا ہے اور یہی مطلوب ہے۔ دیگر فوائد کے ساتھ اس کا ایک نقد فائدہ یہ ہے کہ انسان کی شخصیت اپنے داخلی خلفشار سے محفوظ و مامون رہتی ہے۔ اور النّفس المطمئنہ کی جانب اس کا سفر جاری و ساری رہتا ہے۔

آیت نمبر (166)

﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ ﴾

س ب ب

(ن) سَبًّا (۱) رسی کاٹنا۔ تعلقات کے بندھن کاٹنا۔ (۲) گالی دینا (کیونکہ اس سے تعلقات منقطع ہوتے ہیں۔ ﴿ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ ﴾ (6/ الانعام:108) ''تم لوگ گالی مت دو ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اللہ کے علاوہ کسی کو، تو وہ لوگ برا کہیں گے اللہ کو۔''

سَبَبٌ ج اَسْبَابٌ۔ اسم ذات ہے۔ ایسی رسی جس سے درخت پر چڑھا اور اُترا جاتا ہے۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) رسی۔ (۲) بندھن۔ تعلقات۔

(۳) ذریعہ۔سامان۔﴿ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ﴾(22/الحج:15)''تو اسے چاہیے کہ وہ تان لے کوئی رسی آسمان کی طرف۔''﴿ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴾ (۱۸/الکہف:84)''اور ہم نے دیا اس کو ہر چیز میں سے بطور سامان کے۔'' تعلقات کے لیے آیت زیر مطالعہ دیکھیں۔

ترکیب

تَبَرَّاَ کا فاعل اَلَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا ہے، جب کہ مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا اس کا مفعول ہے۔ رَاَوُا کا فاعل اس میں شامل ھُمْ کی ضمیر ہے جو گذشتہ جملہ کے فاعل اور مفعول دونوں کے لیے ہے، اَلْعَذَابَ اس کا مفعول ہے۔ تَقَطَّعَتْ کا فاعل اَلْاَسْبَابُ ہے، اس پر لام جنس ہے اور چونکہ یہ غیر عاقل کی جمع مکسر ہے اس لیے فعل واحد مؤنث آیا ہے۔ یہاں قیامت کا ذکر ہے۔ اس لیے ماضی کا ترجمہ مستقبل میں ہوگا۔ (۲/۲۷،نوٹ۔۳)

ترجمہ

اِذْ تَبَرَّاَ	الَّذِيْنَ	اتُّبِعُوْا	مِنَ الَّذِيْنَ
جب اظہار بیزاری کریں گے	وہ لوگ جن کی	پیروی کی گئی	ان لوگوں سے جنہوں نے

اتَّبَعُوْا	وَرَاَوُا	الْعَذَابَ	وَتَقَطَّعَتْ	بِهِمُ
پیروی کی	اور وہ لوگ دیکھیں گے	عذاب کو	اور کٹ جائیں گے	ان کے

الْاَسْبَابُ
سارے بندھن

آیت نمبر(167)

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ ﴾

ک ر ر

(ن) كَرُوْرًا　لوٹنا۔مڑنا

كَرًّا　لوٹانا۔موڑنا

كَرَّةٌ　ایک مرتبہ لوٹنا یا لوٹایا جانا یعنی دوسری باری۔ دوسری اننگ۔ آیت زیر مطالعہ۔

ح س ر

(ض) حَسْرًا　تھکانا۔غمگین کرنا۔

حَسَرًا　تھکنا۔غمگین ہونا۔

(س) حَسْرَةٌ　ج حَسَرَاتٌ۔ اسم ذات ہے۔ تاسف۔حسرت۔﴿ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ ﴾ (3/آل عمران:156)''تاکہ بنائے اللہ اس کو حسرت ان کے دلوں میں۔''

حَسِيۡرٌ — فَعِيۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ غم زدہ ۔ ناکام۔ ﴿ يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيۡرٌ ﴾(67/الملک:4)''لوٹے گی تیری طرف نگاہ تھکی ہوئی اور وہ ناکام ہوگی۔''

مَحۡسُوۡرٌ — مَفۡعُوۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ تھکا ہوا۔ تھکا ہارا۔ ﴿ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا ﴾(17/بنی اسرائیل:29)''کہ پھر تو بیٹھے ملامت زدہ تھکا ہارا ہوتے ہوئے''

(استفعال) اِسۡتِحۡسَارًا — تھکاوٹ محسوس کرنا۔ سستی کرنا۔ کاہلی کرنا۔ ﴿لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسۡتَحۡسِرُوۡنَ ﴾ (21/الانبیاء:19)''وہ لوگ تکبر نہیں کرتے اس کی عبادت سے اور نہ ہی سستی کرتے ہیں۔''

ترکیب

لَوۡ اَنَّ کا لَوۡ تمنی ہے۔ كَرَّةً مبتداء مؤخر نکرہ ہے اور اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے اور لَنَا قائم مقام خبر مقدم۔ فَنَتَبَرَّاَ میں مضارع منصوب آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے لام کَیۡ یا لِاَنۡ محذوف ہے۔ يُرِیۡ کا فاعل اَللّٰهُ ہے، اس کا مفعول اوّل هُمۡ کی ضمیر ہے جو قَالَ الَّذِيۡنَ کے لیے ہے جب کہ اَعۡمَالَهُمۡ اس کا مفعول ثانی ہے اور حَسَرٰتٍ حال ہونے کی وجہ سے نصب میں آیا ہے۔

ترجمہ

كَرَّةً	لَنَا	لَوۡ اَنَّ	اتَّبَعُوۡا	الَّذِيۡنَ	وَقَالَ
کوئی ایک اور باری	ہمارے لیے ہوتی	کاش کہ	پیروی کی	وہ لوگ جنہوں نے	اور کہیں گے

مِنَّا	تَبَرَّءُوۡا	كَمَا	مِنۡهُمۡ	فَنَتَبَرَّاَ
ہم سے	انہوں نے اظہار بیزاری کیا	جیسے کہ	ان سے	تاکہ پھر ہم اظہار بیزاری کرتے

عَلَيۡهِمۡ	حَسَرٰتٍ	اَعۡمَالَهُمۡ	اللّٰهُ	يُرِيۡهِمُ	كَذٰلِكَ
ان پر	حسرتیں ہوتے ہوئے	ان کے اعمال	اللہ	دکھائے گا ان کو	اس طرح

مِنَ النَّارِ	بِخٰرِجِيۡنَ	وَمَا هُمۡ
آگ سے	نکلنے والے نہیں ہیں	اور وہ لوگ

نوٹ۔1

آیت نمبر ۲/ ۱۲۳ میں اصولی بات بیان کی گئی ہے کہ کوئی جان کسی جان کے کام نہیں آئے گی۔ اسی اصول کو دوسرے الفاظ میں پانچ مقامات پر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔ (۶/ ۱۶۴۔ ۱۷/ ۱۵۔ ۳۵/ ۱۸ ۳۹/ ۷۔ ۵۳/ ۳۸)۔ اس اصول کے ایک پہلو کا نقشہ آیت زیر مطالعہ اور اس سے پچھلی آیت میں کھینچا گیا ہے۔ جب کسی کا کوئی مشورہ یا فتویٰ غلط ثابت ہوگا اور اس پر آنکھ بند کرکے عمل کرنے والوں کو پکڑا جائے گا یا کسی پیر صاحب کی غلطی پر ان کے مرید پکڑے جائیں گے، تو پھر اس وقت کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔

آیت نمبر(168)

320

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ١٦٨﴾

ح ل ل

باب	لفظ	معنی
(ن۔ض)	حِلًّا اور حِلَالًا	رسی کھولنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں آتا ہے۔ (۱) گرہ کھولنا۔ (۲) کسی جگہ اُترنا (منزل پر سواری سے اتر کر سامان کی رسیاں کھولتے ہیں)۔ (۳) احرام کھولنا (احرام کی پابندیاں یعنی بندشیں کھل جاتی ہیں)۔ (۴) جائز ہونا۔ حلال ہونا (استعمال کرنے کی بندش کھل جاتی ہے)۔ ﴿ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (20/طٰہٰ:86) ''یا ارادہ کیا تم لوگوں نے کہ اُترے تم لوگوں پر کوئی غضب تمہارے رب کی جانب سے۔'' ﴿ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ ﴾ (5/المائدہ:2) ''اور جب تم لوگ احرام کھولو تو شکار کرلو۔'' ﴿ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ ﴾ (2/البقرہ:228) ''اور جائز نہیں ہوتا ان خواتین کے لیے کہ وہ چھپائیں اس کو جو پیدا کیا اللہ نے ان کے رحموں میں۔''
	اُحْلُلْ	فعل امر ہے۔ تو کھول۔ ﴿ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴾ (20/طٰہٰ:27) ''اور تو کھول گرہ میری زبان سے۔''
	مَحِلٌّ	اسم الظرف ہے۔ اُترنے کی جگہ۔ منزل۔ ﴿ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾ (22/الحج:33) ''تم لوگوں کے لیے ہیں اس میں کچھ فائدے ایک مقررہ مدت تک پھر اس کی منزل ہے قدیم گھر کی طرف۔''
	حَلِيْلٌ	فَعِيْلٌ کا وزن ہے۔ شوہر (بیوی کے لیے ہمیشہ حلال ہوتا ہے)۔
	حَلِيْلَةٌ	ج حَلَائِلُ۔ فَعِيْلٌ کے مؤنث فَعِيْلَةٌ کا وزن ہے۔ بیوی (شوہر کے لیے ہمیشہ حلال ہوتی ہے)۔ ﴿ وَحَلَاۗىِٕلُ اَبْنَاۗىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ﴾ (4/النساء:23) ''اور بیویاں تمہارے ان بیٹوں کی جو تمہاری صلب سے ہیں۔''
	حِلٌّ	صفت بھی ہے۔ جائز۔ حلال۔ ﴿ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ﴾ (5/المائدہ:5) ''اور تم لوگوں کا کھانا حلال ہے ان لوگوں کے لیے۔''
	حَلَالٌ	صفت بھی ہے۔ جائز۔ حلال۔ ﴿ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ ﴾ (16/النحل:116) ''یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔''
(افعال)	اِحْلَالًا	کسی چیز کو جائز کرنا۔ حلال کرنا۔ ﴿ لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ (5/المائدہ:87) ''حرام مت کرو پاکیزہ چیزوں کو جن کو حلال کیا اللہ نے تمہارے لیے۔''
(تفعیل)	تَحْلِيْلًا اور تَحِلَّةً	کفارہ ادا کرنا۔ (کسی عہد یا قسم کی پابندی کھولنے کے لیے)۔ ﴿ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ﴾ (66/التحریم:2) ''فرض کیا ہے اللہ نے تم لوگوں کے لیے اپنی قسموں کا کفارہ ادا کرنے کو۔''

خ ط و

باب	لفظ	معنی
(ن)	خَطْوًا	چلنے کے لیے قدم اُٹھانا۔
	خُطْوَةٌ	ج خُطُوٰتٌ۔ دو قدموں کے درمیان کا فاصلہ۔ نقشِ قدم۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب

كُلُوْا فعل امر کا فاعل اَنْتُمْ کی ضمیر ہے جو اَلنَّاسُ کے لیے ہے۔اس کا مفعول محذوف ہے جو رِزْقًا ہو سکتا ہے۔مِمَّا فِي الْاَرْضِ متعلق فعل ہے۔حَلٰلًا محذوف مفعول کی صفت ہے جب کہ طَيِّبًا اسی کی صفت ثانی ہے۔لَا تَتَّبِعُوْا فعل نہی کا فاعل اَنْتُمْ کی ضمیر ہے جو اَلنَّاسُ کے لیے ہے۔خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ مفعول ہے اس لیے اس کا مضاف خُطُوٰتِ حالت نصب میں آیا ہے۔

ترجمہ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	كُلُوْا	مِمَّا	فِي الْاَرْضِ	حَلٰلًا طَيِّبًا
اے لوگو!	تم لوگ کھاؤ	اس میں سے جو	زمین میں ہے	حلال، پاکیزہ (رزق کو)

وَّلَا تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ
اور تم لوگ پیروی مت کرو	شیطان کے نقشِ قدم کی	یقیناً وہ	تمہارے لیے	ایک کھلا دشمن ہے

آیت نمبر (2/البقرہ:168)

﴿اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾

ف ح ش

(ک)

فَحُشَ: حد سے زیادہ برا ہونا۔بے حیا ہونا (اتنی زیادہ برائی جو فطری حیا کو ختم کر دے)۔کھلم کھلا برائی کرنا۔

فَاحِشَةٌ: ج فَوَاحِشُ۔ ہر وہ چیز جو حد سے زیادہ ہو۔بے حیائی۔کھلی گمراہی۔﴿وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا﴾ (7/الاعراف:28) ''اور جب وہ لوگ کرتے ہیں کوئی کھلی گمراہی تو کہتے ہیں ہم نے پایا اس پر اپنے باپ دادا کو۔'' ﴿وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ﴾ (42/الشوریٰ:37) ''اور جو لوگ بچتے ہیں بڑے گناہ سے اور بے حیائیوں سے۔''

فَحْشَاءُ: قبیح گناہ۔اعلانیہ برائی۔آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب

يَاْمُرُ کا فاعل هُوَ کی ضمیر ہے جو گزشتہ آیت کے الشَّيْطٰنِ کے لیے ہے۔اس کا مفعول كُمْ کی ضمیر ہے جو گزشتہ آیت کے النَّاس کے لیے ہے۔بِالسُّوْءِ اور اَلْفَحْشَاءِ، دونوں متعلق فعل ہیں۔اَلْفَحْشَاءِ سے پہلے حرفِ جر ''بِ'' محذوف ہے اس لیے یہ مجرور ہے۔اَنْ تَقُوْلُوْا میں اَنْ سے پہلے يَاْمُرُكُمْ محذوف ہے۔

ترجمہ

اِنَّمَا	يَاْمُرُكُمْ	بِالسُّوْۗءِ	وَالْفَحْشَاۗءِ
کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ ترغیب دیتا ہے تم لوگوں کو	برائی کی	اور کھلی گمراہی کی

وَاَنْ	تَقُوْلُوْا	عَلَى اللّٰهِ	مَا لَا	تَعْلَمُوْنَ
اور یہ کہ	تم لوگ کہو	اللہ پر	وہ جو	تم لوگ نہیں جانتے

آیت نمبر (170)

320

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ ﴾

ل ف و

(ن) لَفْوًا کسی چیز کو کم کرنا۔

(افعال) اِلْفَاءً کسی چیز کو پالینا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ترکیب

اِذَا شرطیہ ہے۔ قِيْلَ سے اَنْزَلَ اللّٰهُ تک شرط ہے اور قَالُوْا سے اٰبَآءَنَا تک جواب شرط ہے۔ قِيْلَ لَهُمْ میں هُمْ کی ضمیر آیت نمبر 2/168 کے النّاس کے لیے ہے۔ قَالُوْا بَلْ میں بَلْ سے پہلے كَلَّا محذوف ہے۔ (آیت ۲/۸۸۔ نوٹ۔۱)۔ عَلَيْهِ میں ہِ کی ضمیر مَا کی ضمیر عائد ہے۔ اَوَلَوْا میں همزۂ استفہام ہے اور لَوْ شرطیہ ہے۔ آگے کا پورا جملہ شرط ہے اور اس کا جواب شرط محذوف ہے۔ اُردو میں محذوف جواب شرط ''تب بھی'' بنتا ہے۔ كَانَ کا اسم اٰبَاءُ هُمْ ہے، اس لیے اس کا مضاف اٰبَاءُ رفع میں ہے۔ لَا يَعْقِلُوْنَ اور لَا يَهْتَدُوْنَ، دونوں فعلیہ جملے اس کی خبر ہیں۔ شَيْـًٔا مفعول مطلق ہے۔ (آیت ۲/۴۸۔ نوٹ۔۲)

ترجمہ

وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمُ	اتَّبِعُوْا	مَآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ
اور جب بھی	کہا جاتا ہے	ان لوگوں سے	تم لوگ پیروی کرو	اس کی جو	اتارا	اللہ نے

قَالُوْا	بَلْ	نَتَّبِعُ	مَآ	اَلْفَيْنَا	عَلَيْهِ
تو وہ لوگ کہتے ہیں	(ہرگز نہیں) بلکہ	ہم پیروی کرتے ہیں	اس کی	ہم نے پایا	جس پر

اٰبَآءَنَا	اَوَلَوْ	كَانَ اٰبَآؤُهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ	شَيْـًٔا
اپنے باپ دادا کو	تو کیا اگر	ان کے باپ دادا	عقل نہیں کرتے تھے	ذرا بھی

وَّلَا يَهْتَدُوْنَ
اور نہ ہی ہدایت پاتے تھے (تب بھی)

نوٹ۔1

مسئلہ یہ ہے کہ ہر گروہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کے باپ دادا اور بزرگ ہدایت پر تھے جب کہ دوسرے گمراہ تھے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اس آیت میں ایک کسوٹی دے دی گئی ہے۔ بزرگوں کے جن اقوال و اعمال کی سند مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ میں یعنی قرآن اور حدیث میں ملتی ہے ان کی تقلید کرنا درست ہے۔ اگر بزرگوں کی کچھ باتوں کی سند قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے تو زیادہ امکان یہی ہے کہ وہ بزرگوں کی باتیں نہیں ہیں بلکہ انہیں غلط طور پر ان کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ اس لیے ہماری عافیت اس میں ہے کہ کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے اس کی سند کے متعلق معلومات ضرور حاصل کرلیں اور اندھی تقلید نہ کریں۔

آیت نمبر(171)

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ١٧١﴾ 320

ن ع ق

(ض) نَعْقًا کوّے کا کائیں کائیں کرنا۔ چرواہے کا جانور ہانکنے کیلئے آواز نکالنا۔ ہانک پکار کرنا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ن د و

(ن) نَدْوًا مجلس میں جمع ہونا۔ مجلس میں جمع کرنا۔

ن د ی

(س) نَدًی گیلا ہونا۔ تر ہونا۔

نَادٍ فَاعِلٌ کا وزن ہے۔ لیکن اسم ذات کے طور پر مجلس اور اہل مجلس کے معانی میں آتا ہے۔﴿وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ﴾ (29/العنکبوت:29) ''اور تم لوگ آتے ہو اپنی مجلس میں برائی کے ساتھ۔'' ﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ١٧ۙ﴾ (96/العلق:17) ''پس اسے چاہیے کہ وہ بلائے اپنے اہل مجلس کو۔''

نَدِيٌّ اسم نسبت ہے۔ مجالس والا۔ مجلسی (بیٹھک باز)۔﴿اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ٧٣﴾ (19/مریم:73) ''دونوں فریقوں میں سے کون بہتر ہے بلحاظ رتبہ کے اور زیادہ اچھا ہے بطور مجالس والے کے۔''

(مفاعلہ) نِدَاءً بلند آواز سے پکارنا (خشک حلق سے نہیں بلکہ تر حلق سے بلند آواز نکلتی ہے)۔﴿وَنَادٰٓي اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ﴾ (7/الاعراف:44) ''اور آواز دیں گے جنت والے آگ والوں کو۔''

نِدَاءٌ اسم ذات بھی ہے۔ بلند آواز۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

مُنَادٍ اسم الفاعل ہے۔ آواز دینے والا۔ پکارنے والا۔﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ﴾ (۳/آل عمران:193) ''اے ہمارے رب! بیشک ہم نے سنا ایک ندا دینے والے کو جو ندا دیتا ہے ایمان کے لیے۔''

(تفاعل) تَنَادٍ ایک دوسرے کو پکارنا۔﴿فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ٢١ۙ﴾ (68/القلم:21) ''تو انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا صبح ہوتے ہی۔''

ترکیب

مَثَلُ مضاف ہے۔ اَلَّذِيْنَ مضاف الیہ ہے، جس کا صلہ كَفَرُوْا ہے۔ یہ پورا فقرہ مبتداء ہے۔ مَثَلِ بھی مضاف ہے اور حرفِ جر ''ک'' کی وجہ سے جر میں ہے۔ اَلَّذِيْ اس کا مضاف الیہ ہے اور یہ فقرہ خبر ہے۔ يَنْعِقُ سے نِدَآءً تک اَلَّذِيْ کا صلہ ہے۔ صُمٌّ، بُكْمٌ اور عُمْيٌ یہ تینوں خبر ہیں اور ان کا مبتداء هُمْ محذوف ہے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	كَمَثَلِ الَّذِيْ	يَنْعِقُ
اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے	کفر کیا	اس کی مثال کی مانند ہے	جو ہانک پکار کرتا ہے

بِمَا	لَا يَسْمَعُ	اِلَّا	دُعَآءً	وَّنِدَآءً	صُمٌّ	بُكْمٌ
اس کو جو	سن کر نہیں سمجھتا	سوائے	دعا کے	اور آواز کے	بہرے ہیں	گونگے ہیں

عُمْيٌ	فَهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ
اندھے ہیں	پس وہ لوگ	عقل نہیں کرتے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

آیت نمبر (172)

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِلّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۱۷۲﴾ ﴾

ترکیب

یٰاَیُّھَا حرف ندا ہے اور اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا منادٰی ہے۔ فعل امر کُلُوۡا کا فاعل اس میں شامل اَنۡتُمۡ کی ضمیر ہے۔ اس کا مفعول محذوف ہے جو کہ رِزۡقَکُمۡ ہوسکتا ہے۔ مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰکُمۡ متعلق فعل ہے۔ طَیِّبٰتِ صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے، مِنۡ کی وجہ سے حالتِ جر میں ہے اور مضاف ہے۔ اس کا مضاف الیہ مَا ہے۔ شروع سے وَاشۡکُرُوۡا لِلّٰہِ تک دونوں جملے جواب شرط ہیں۔ ان کی شرط اگلہ جملہ ہے۔ کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ماضی استمراری ہے، لیکن اِنۡ شرطیہ کی وجہ سے ترجمہ حال میں ہوگا۔

ترجمہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ	اٰمَنُوۡا	كُلُوۡا	مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا
اے لوگوں جو	ایمان لائے ہو	تم لوگ کھاؤ	اس کی پاکیزہ (چیزوں) سے جو

رَزَقۡنٰكُمۡ	وَاشۡكُرُوۡا	لِلّٰهِ	اِنۡ كُنۡتُمۡ	اِيَّاهُ
ہم نے عطا کیا تم لوگوں کو	اور تم لوگ شکر کرو	اللہ کا	اگر تم لوگ	صرف اس کی ہی

تَعۡبُدُوۡنَ
بندگی کرتے ہو

آیت نمبر (2/البقرہ:173)

﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۷۳﴾ ﴾

خ ن ز

(س) خَنِزَ: گوشت کا سڑا ہوا والا ہونا۔ بدبودار ہونا۔

خِنۡزِیۡرٌ: ج خَنَازِیۡرُ۔ گلے کی گلٹی۔ سور۔ ﴿ وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ ﴾ (5/المائدہ:60) ’’اور اس نے بنائے ان میں سے بندر اور سور۔‘‘

ھ ل ل

(ن) ھَلَّ: نیا چاند ظاہر ہونا۔ قمری مہینہ شروع ہونا۔

هِلَالٌ   ج اَهِلَّةٌ ۔ ابتدائی اور آخری راتوں کا باریک چاند۔ ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ﴾ (2/البقرہ: 189)
"یہ لوگ پوچھتے ہیں آپؐ سے باریک چاندوں کے بارے میں۔"

(افعال)   اِهْلَالًا   نیا چاند دیکھ کر آواز دینا۔ پکارنا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ترکیب

حَرَّمَ کا فاعل اس کی هُوَ کی ضمیر ہے جو اللہ کے لیے ہے۔ عَلَيْكُمْ متعلق فعل ہے۔ اَلْمَيْتَةَ - اَلدَّمَ - لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ اور مَا، یہ سب حَرَّمَ کے مفعول ہیں۔ مَا موصولہ ہے، اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اس کا صلہ ہے۔ مَنْ شرطیہ ہے۔ اُضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ شرط ہے جب کہ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ جواب شرط ہے۔ اُضْطُرَّ باب افتعال کا ماضی مجہول ہے۔ غَيْرَ بَاغٍ حال ہے اس لیے مضاف غَيْرَ پر نصب آئی ہے اور بَاغٍ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے حالتِ جر میں ہے۔ عَادٍ سے پہلے غَيْرَ محذوف ہے۔ اس لیے یہ حالت جرّ میں ہے اور یہ بھی حال ہے۔ فَلَآ اِثْمَ میں لائے نفی جنس ہے اس لیے اِثْمَ تنوین کے بغیر حالت نصب میں آیا ہے۔

اِنَّمَا	حَرَّمَ	عَلَيْكُمُ	الْمَيْتَةَ	وَالدَّمَ
کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	اس نے حرام کیا	تم لوگوں پر	مردار کو	اور خون کو

وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ	وَمَآ	اُهِلَّ	بِهٖ	لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ	فَمَنِ
اور سور کے گوشت کو	اور اس کو	پکارا گیا	جس پر	اللہ کے بغیر	پس جو

اضْطُرَّ	غَيْرَ بَاغٍ	وَّلَا عَادٍ
لاچار کیا گیا	اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو	اور نہ حد سے گزرنے والا ہو

فَلَآ اِثْمَ	عَلَيْهِ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
تو کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہے	اس پر	یقیناً اللہ	بے انتہا بخشنے والا ہے	ہر حال میں رحم کرنے والا ہے

نوٹ۔1

اس آیت میں وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے الفاظ نسبتاً زیادہ غور طلب ہیں۔ مردار، خون اور سور کا نام لینے کے بعد کسی چیز کا نام نہیں لیا گیا بلکہ وَمَا (اور اس کو) کہا گیا جس کی وجہ سے اس میں عمومیت پیدا ہوگئی اور اس میں ہر وہ چیز (صرف جانور نہیں) شامل ہو جائے گی جس پر آیت کے اس حصے کا اطلاق ہوگا۔ اسی طرح اُهِلَّ (پکارا گیا) کے ساتھ نام کے لفظ کا صراحتاً ذکر نہیں کیا گیا۔ اس وجہ سے اس میں بھی عمومیت پیدا ہوئی اور اس میں نام پکارنے کے علاوہ دیگر نیتیں بھی شامل ہوگئیں۔ اس بنیاد پر علماء کرام چار صورتوں کو حرام قرار دیتے ہیں جس کی تفصیل معارف القرآن میں دی ہوئی ہے۔ ہم اُن چار صورتوں کی صرف نشاندہی کر دیتے ہیں۔

1۔ ایسا جانور جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا جائے۔

2۔ ایسا جانور جس کو ذبح کرتے وقت نام تو اللہ کا لیا جائے لیکن اس سے مقصود غیر اللہ کا تقرب ہو۔

3۔ کسی جانور پر علامت لگا کر غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کے خیال سے چھوڑ دیا جائے اور اس سے کوئی

کام وغیرہ نہ لیا جائے، تو یہ عمل حرام ہے۔ البتہ کوئی دوسرا شخص ایسا کوئی جانور خرید کر اگر ذبح کر کے کھائے تو اس کے لیے حلال ہے۔ 355

4۔ جانوروں کے علاوہ دوسری چیزیں مثلاً مٹھائی یا کھانا وغیرہ بھی حرام ہیں جن پر غیر اللہ کے نام کی نذر (منت) مانی گئی ہو۔

آیت نمبر (174)

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ یَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۙ اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَ لَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۚۖ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۴﴾﴾

ب ط ن

(ن) بَطَنَ: چھپا ہوا ہونا۔ پوشیدہ ہونا۔ ﴿وَ لَا تَقۡرَبُوا الۡفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنۡہَا وَ مَا بَطَنَ ۚ﴾ (6/الانعام:151) ''اور تم لوگ قریب مت جاؤ بے حیائیوں کے، جو ظاہر ہوا اس سے اور جو پوشیدہ رہا۔''

بَاطِنٌ: اسم الفاعل کے وزن پر صفت ہے۔ پوشیدہ ہونے والا یعنی پوشیدہ۔ ﴿وَ ذَرُوۡا ظَاہِرَ الۡاِثۡمِ وَ بَاطِنَہٗ ؕ﴾ (6/الانعام:120) ''اور تم لوگ چھوڑ دو گناہ کے ظاہر کو اور اس کے پوشیدہ کو۔''

بِطَانَۃٌ: ج بَطَآئِنُ۔ راز دار۔ بھیدی۔ کپڑے کا استر۔ ﴿لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَۃً مِّنۡ دُوۡنِکُمۡ﴾ (3/آل عمران:118) ''تم لوگ مت بناؤ کسی کو راز دار اپنوں کے سوا۔'' ﴿مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُہَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ ؕ﴾ (55/الرحمن:54) ''ٹیک لگائے ہوئے بچھونوں پر، ان کے استر بھڑکیلے ریشم کے ہوں گے۔''

بَطۡنٌ: ج بُطُوۡنٌ۔ پیٹ۔ کسی وادی کا نشیبی حصہ۔ ﴿فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِہٖ ۚ﴾ (24/النور:45) ''تو ان میں سے کوئی ہے جو چلتا ہے اپنے پیٹ کے بل۔'' ﴿وَ ہُوَ الَّذِیۡ کَفَّ اَیۡدِیَہُمۡ عَنۡکُمۡ وَ اَیۡدِیَکُمۡ عَنۡہُمۡ بِبَطۡنِ مَکَّۃَ﴾ (48/الفتح:24) ''اور وہی ہے جس نے روکا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ کے نشیب میں۔'' اس کی جمع بُطُوۡن آیت زیر مطالعہ میں آئی ہے۔

ترکیب

یَکۡتُمُوۡنَ کا مفعول مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ ہے۔ بِہٖ میں ہٖ کی ضمیر مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ کے لیے ہے۔ مَا یَاۡکُلُوۡنَ سے النَّارَ تک جملہ منفی ہے اس لیے اِلَّا غیر مؤثر ہے اور یَاۡکُلُوۡنَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے النَّارَ منصوب ہے۔

ترجمہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ	یَکۡتُمُوۡنَ	مَاۤ	اَنۡزَلَ	اللّٰہُ	مِنَ الۡکِتٰبِ
بے شک وہ لوگ جو	چھپاتے ہیں	اس کو جو	اُتارا	اللہ نے	کتاب میں سے

وَ یَشۡتَرُوۡنَ	بِہٖ	ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۙ	اُولٰٓئِکَ	مَا یَاۡکُلُوۡنَ
اور وہ لوگ خریدتے ہیں	اس کے بدلے	تھوڑی قیمت	وہ لوگ	نہیں کھاتے

فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ	اِلَّا	النَّارَ	وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ	اللّٰہُ	یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ
اپنے پیٹوں میں	مگر	آگ	اور کلام نہیں کرے گا ان سے	اللہ	قیامت کے دن

وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ اَلِيْمٌ 355
اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا	اور ان کے لیے ہے	ایک دردناک عذاب

نوٹ۔1

يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ کی تفسیر نعیمی میں ان الفاظ سے وضاحت کی گئی ہے ”چھپانا یہ بھی ہے کہ کتاب کے مضمون پر کسی کو مطلع نہ ہونے دیا جائے۔“ آج کل ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ درسِ قرآن میں جانے سے اور ترجمہ و تفسیر سے قرآن کا مطالعہ کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ علم کتابوں میں نہیں ملتا۔ ایسے لوگوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ وہ کس جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

آیت نمبر(175)

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝١٧٥ ﴾

ترکیب

فَمَا میں اسم تعجب ہے اور مبتداء ہے۔ اَصْبَرَ فعل، اس کا فاعل اس میں شامل هُوَ کی ضمیر ہے جو مَا کے لیے ہے اور هُمْ اس کی ضمیر مفعولی ہے۔ اَصْبَرَ هُمْ جملہ فعلیہ مبتداء مَا کی خبر ہے اور عَلَى النَّارِ متعلق خبر ہے۔

ترجمہ

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الضَّلٰلَةَ	بِالْهُدٰى	وَالْعَذَابَ	بِالْمَغْفِرَةِ ۚ
وہی لوگ ہیں	جنہوں نے	خریدا	گمراہی کو	ہدایت کے بدلے	اور عذاب کو	مغفرت کے بدلے

فَمَآ	اَصْبَرَ	هُمْ	عَلَى النَّارِ
تو کس چیز نے	صبر دیا	ان کو	آگ پر

نوٹ۔1

اُوپر ترکیب میں بتایا گیا ہے کہ مَا اسم تعجب ہے۔ اس سلسلہ میں یہ سمجھ لیں کہ مَا اَفْعَلَهٗ اور اَفْعِلْ بِهٖ دو وزن ہیں جو اظہارِ تعجب کے لیے آتے ہیں اور ان کو ”تعجب کے دو صیغے“ (صِيْغَتَا التَّعَجُّبِ) کہتے ہیں۔ جیسے مَا اَحْسَنَهٗ (کس چیز نے حسین بنایا اس کو) یا مَا اَحْسَنَ رَشِيْدًا (کس چیز نے حسین بنایا رشید کو)۔ اس کی ترکیب اُوپر بتادی گئی ہے اور لفظی ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے لیکن اس کا مفہوم یہ ہے کہ رشید کتنا حسین ہے۔ اس طرح مَا اَصْبَرَ هُمْ عَلَى النَّار کا مفہوم یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے ثابت قدم ہیں آگ پر۔

اسی طرح اَحْسِنْ بِهٖ یا اَحْسِنْ بِرَشِيْدٍ میں اَحْسِنْ فعل امر ہے۔ بِ زائدہ ہے اور ہٖ ضمیر مفعولی ہے۔ بِرَشِيْدٍ میں بھی بِ زائدہ ہے اور رَشِيْدٍ مفعول ہے۔ اس طرح اس کا لفظی ترجمہ ہوگا کہ تو خوبصورتی دے اس کو یعنی تو خوبصورت سمجھ اس کو اور تو خوبصورتی دے رشید کو یا تو خوبصورت سمجھ رشید کو۔ لیکن مفہوم یہی ہے کہ رشید کتنا خوبصورت ہے۔

آیت نمبر(176)

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝١٧٦ ﴾

ب ع د

355

(ک) **بُعْدًا** دُور ہونا۔﴿ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ ﴾ (9/التوبہ:42)''اور لیکن دور ہوئی ان پر مسافت۔''

(س) **بَعَدًا** تباہ وبرباد ہونا۔ ہلاک ہونا۔﴿ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴾(11/ھود:95)''خبردار! ہلاکت ہے اہلِ مدین کے لیے جیسے ہلاک ہوئے ثمود۔''

بَعِيْدٌ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔دور۔﴿ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴾(22/الحج:12)''یہی دور کی گمراہی ہے۔''

بُعْدٌ اسم ذات ہے۔ دوری یا فاصلہ۔ ہلاکت۔ ﴿ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ ﴾ (43/الزخرف:38)''کاش میرے اور تیرے مابین دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا''۔ ہلاکت کے مفہوم کے لیے اوپر آیت نمبر ۱۱/ ۹۵ دیکھیں۔

بَعْدُ ظرف زمان ہے۔کسی کے پیچھے یا بعد۔ یہ زیادہ تر مضاف بن کر آتا ہے۔اگر اس کا مضاف الیہ مذکور ہو تو ظرف ہونے کی وجہ سے بَعْدَ آتا ہے اور اگر محذوف ہو تو پھر یہ مبنی برضمہ (بَعْدُ)ہوتا ہے۔﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا ﴾(۳/آل عمران:8)''اے ہمارے رب! تو ٹیڑھا مت کر ہمارے دلوں کو اس کے بعد کہ تونے ہدایت دی ہم کو۔''﴿ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ (2/البقرہ:52) ''پھر ہم نے معاف کیا تم لوگوں کو اس کے بعد۔''﴿ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ ﴾ (30/الروم:4)''اللہ کے لیے ہی ہیں سب کام اس سے پہلے اور اس کے بعد۔''

(افعال) **اِبْعَادًا** دور کرنا۔دور رکھنا۔

مُبْعَدٌ اسم المفعول ہے۔دور کیا ہوا۔دور رکھا ہوا۔﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴾ (21/الانبیاء:101)''بیشک جن لوگوں کے لیے آگے آئی ہماری طرف سے نیکی وہ لوگ اس سے دور رکھے جائیں گے۔''

(مفاعلہ) **مُبَاعَدَةً** کسی کو کسی سے دور کرنا۔

بَاعِدْ فعل امر ہے۔تو دور کردے۔﴿ رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا ﴾(34/سبا:19)''اے ہمارے رب! تو دور کردے یعنی دراز کردے ہمارے سفروں کے درمیان کو۔''

ترکیب

ذٰلِكَ کا اشارہ گذشتہ آیت میں مذکور عذاب کی طرف ہے۔ بِاَنَّ کا بِ سببیہ ہے۔ اَنَّ کا اسم لفظ اَللّٰہ ہے، اس لیے منصوب ہے۔نَزَّلَ الْكِتٰبَ جملہ فعلیہ اَنَّ کی خبر ہے۔اس لیے ترجمہ میں لفظ''ہے'' کا اضافہ ہوگا۔بِالْحَقِّ متعلق خبر ہے۔ اَلَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ، یہ پورا جملہ اِنَّ کا اسم ہے،اس کی خبر محذوف ہے۔جو قَآئِمٌ ہوسکتی ہے۔لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ قائم مقام خبر ہے۔

ترجمہ

ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	نَزَّلَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ ؕ	وَاِنَّ
وہ	اس سبب سے کہ	اللہ نے	اُتارا ہے	کتاب کو	حق کے ساتھ	اور یقیناً

الَّذِيْنَ	اخْتَلَفُوْا	فِي الْكِتٰبِ	لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ
جن لوگوں نے	اختلاف کیا	کتاب میں	وہ لوگ دور کی مخالفت میں ہیں

نوٹ۔1

اہل کتاب نے اللہ کے دین کو اتنا مسخ کر دیا تھا کہ یہ معلوم کرنا ممکن نہ رہا کہ حلال کیا ہے، حرام کیا ہے، اور حق کیا ہے، باطل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کر کے حق و باطل کو پوری طرح واضح کر دیا۔ دور کی مخالفت سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی چیز کی مخالفت میں اتنی دور نکل جائے کہ اسے اپنے نفع و نقصان کا بھی ہوش نہ رہے اور وہ مغفرت کو چھوڑ کر عذاب خریدنے لگے۔

آیت نمبر (177)

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾ ﴾

ی ت م

(س) يَتْمًا: چھوٹے بچے کا والدین کی شفقت سے محروم ہونا۔

يَتِيْمٌ: ج يَتَامٰى ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے انسانوں میں ایسا بچہ جس کا باپ مر گیا ہو۔ جانوروں میں ایسا بچہ جس کی ماں مر گئی ہو۔ آیت زیر مطالعہ۔

س ب ل

(ن) سَبْلًا: لٹکنا۔ بہنا۔ رواں دواں ہونا۔

سَبِيْلٌ: جمع سُبُلٌ ۔ فَعِيْلٌ کا وزن ہے۔ متعدد معانی میں آتا ہے۔

(۱) آسان راستہ۔ کھلی سڑک۔ ﴿ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ ﴾ (15/الحجر:76) ''اور یقیناً وہ یعنی بستی ایک مستقل سڑک پر واقع ہے۔'' ﴿ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا ﴾ (43/الزخرف:10) ''جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو فرش اور اس نے بنائے تمہارے لیے اس میں راستے۔'' (۲) راہ۔ طریقہ (کسی نظریہ یا ضابطہ کے مطابق عمل کرنے کا طریقہ۔'' ﴿ وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى ﴾ (4/النساء:115) ''اور جس نے پیروی کی مومنوں کے طریقے کے علاوہ، تو ہم پھیر دیں گے اس کو اُدھر جدھر وہ پھرا۔'' ﴿ وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾ ﴾ (6/الانعام:55) ''اور تاکہ واضح ہو جائے مجرموں کا طریقہ۔'' ﴿ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ ﴾ (14/ابراہیم:12) ''اور ہمیں کیا ہے کہ ہم توکل نہ کریں اللہ پر اس حال میں کہ اس نے ہمیں راہنمائی دی ہے ہمارے طریقوں کی۔''

(۳) راہ۔ ذریعہ۔ (کسی تک پہنچنے یا خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ)۔ ﴿ وَ اَنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (2/البقرہ:195) ''اور تم لوگ خرچ کرو اللہ کی راہ میں۔'' ﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ ﴾ (29/العنکبوت:69) ''اور جن لوگوں نے جدوجہد کی ہمارے لیے ان کی ہم لازماً راہنمائی کریں گے اپنی راہوں کی۔''

(۴) الزام۔ (کسی پر گرفت حاصل کرنے کا ذریعہ)۔ ﴿مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ (9/ التوبہ: 91) ''محسنوں پر کوئی الزام نہیں ہے۔''
355

ر ق ب

(ن) رَقُوْبًا: نگہبانی کرنا۔ انتظار کرنا۔ کسی بات کا لحاظ کرنا۔ ﴿لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً﴾ (9/ التوبہ: 10) ''وہ لوگ لحاظ نہیں کرتے کسی مومن سے قرابت داری کا اور نہ ذمہ داری کا۔''

رَقِيْبٌ: فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ نگہبانی کرنے والا۔ نگہبان۔ ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾﴾ (50/ قٓ: 18) ''منہ سے نہیں نکلتی کوئی بات مگر یہ کہ اس کے پاس ہے ایک چوکس نگہبان۔''

رَقَبَةٌ: ج رِقَابٌ۔ اسم ذات ہے۔ گردن (کیونکہ گردن کو مختلف سمت میں گردش دے کر انسان نگہبانی کرتا ہے)۔ ﴿فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾ (5/ المائدہ: 89) ''تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اس کے اوسط سے جو تم لوگ کھلاتے ہو اپنے گھر والوں کو یا ان کو (دس مسکینوں کو) کپڑا پہنانا ہے یا کسی گردن کا آزاد کرنا ہے۔'' تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ کسی غلام کو آزاد کرانے کے لیے عربی محاورہ ہے۔ ﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ﴾ (47/ محمد: 4) ''پس جب تم لوگ مقابل ہو ان کے جنھوں نے کفر کیا تو گردنوں کا مارنا ہے۔''

(تفعّل) تَرَقُّبًا: کسی چیز سے بچنے کے لیے خود اپنی نگہبانی کرنا۔ چوکنا ہونا۔ ﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ﴾ (28/ القصص: 21) ''تو وہ نکلا وہاں سے ڈرتے ہوئے، اپنی نگہبانی کرتے۔''

(افتعال) اِرْتِقَابًا: اہتمام سے انتظار کرنا۔

اِرْتَقِبْ: فعل امر ہے۔ تو انتظار کر۔ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾﴾ (44/ الدخان: 10) ''پس تو انتظار کر اس دن کا جب آسمان لائے گا ایک واضح دھواں۔''

اسم الفاعل ہے۔ انتظار کرنے والا۔ ﴿فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿٥٩﴾﴾ (44/ الدخان: 59) ''پس تو انتظار کر، بے شک وہ لوگ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔''

ترکیب

اُستادِ محترم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب مرحوم کی یہ رائے ہے، اور میرا ذہن اسی کو ترجیح دیتا ہے، کہ اَنْ تُوَلُّوْا سے وَالْمَغْرِبِ تک پورا جملہ لَيْسَ کا اسم ہے، جب کہ اَلْبِرَّ اس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اسے تاکید کے لیے مقدم کیا گیا ہے اور اس پر لام جنس ہے۔ اَنْ کی وجہ سے تُوَلُّوْا مضارع منصوب ہے۔ اس کا فاعل اس میں شامل اَنْتُمْ کی ضمیر ہے، وُجُوْهَكُمْ مفعول ہے اور قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ متعلق فعل ہے۔

لٰكِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے اَلْبِرَّ منصوب ہے اور مَنْ اس کی خبر ہے۔ یہ مَنْ موصولہ ہے اور اٰمَنَ بِاللّٰهِ سے اِذَا عٰهَدُوْا تک کے جملے اس کا صلہ ہیں۔ اَلْيَوْمِ سے اَلنَّبِيّٖنَ تک تمام الفاظ سے پہلے حرف جر ''بِ'' محذوف ہے اس لیے یہ سب مجرور ہیں۔